

لقد من الله على المؤمنين لأهت فهم رسولاً من أنفسهم طوا عليهم إته و يركبهم و يطعمهم الكتب و الحكمة

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ماخوذ
(۳۶۶۳) احادیث و آثار اور (۵۵۵) اقوال رضویہ پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گہرا نمائے

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویہ والاثر المرویہ

المعروف بہ

جامع الاحادیث

جلد دوم

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

مع اقبال
مجدد اعظم
امام احمد رضا
محدث بریلوی قدس سرہ

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يطوا عليهم ايته ويذكهم ويعلمهم الكتب والحكمة
 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ماخوذ (۳۶۶۳) احادیث
 و آثار اور (۵۵۵) افادات رضویہ پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گرانمایہ

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویہ والاثار المرویہ

المعروف بہ

جامع الاحادیث

مع افادات

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

جلد دہم

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

سلسلہ اشاعت.....

نام کتاب..... **جلد دہم**

اصلاح و نظر ثانی..... بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ مبارک پوری

ترتیب و تخریج..... مولانا محمد حنیف خاں رضوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی

شریف

پروف ریڈنگ..... مولانا عبدالسلام صاحب رضوی استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف

کمپوز ڈسٹنگ..... محمد ارشد علی جیلانی جبل پوری۔ محمد تطہیر خاں بریلوی

تعداد..... (۱۰۰۰)

سن اشاعت..... ۱۴۲۲ ۲۰۰۱ھ

قیمت.....

ملنے کے پتے

- ۱۔ مرکز اہل سنت برکات رضا امام احمد رضا روڈ پور بندر گجرات
- ۲۔ کتب خانہ امجدیہ ٹیٹا محل جامع مسجد دہلی
- ۳۔ رضا دار الاشاعت آئندوہار بریلی شریف

سورة الشعراء

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۲۸﴾ اتبنون بكل ریح آية تعبثون۔☆

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو۔

﴿۱۲۹﴾ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون۔☆

اور مضبوط محل چنتے ہوں اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ سیدنا ہود علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا: اس آیت کریمہ میں بعض نے کہا راستوں میں مسافروں کیلئے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے۔

”ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی وابوالسعود والحمل قال فی الانوار (

آیۃ) علم المارة (تعبثون) بینا ثھا اذ کانوا یهتدون بالنجوم فی اسفارہم فلا یحتاجون الیہا فاوردان لا نجوم بالنہار وقد یحدث باللیل من الغیوم ما یستر النجوم واجاب فی العنایۃ بانہم لا یحتاجون الیہا غالبا اذمر الغیم نا در لا سیما فی دیار العرب“

اس کو کبیر میں ذکر کیا اور اس کی پیروی بیضاوی، ابوالسعود اور حمل نے کی، انوار میں فرما

یا (آیۃ) گزرنے والوں کیلئے نشانی

(تعبثون) تم اسکی عمارت کا مذاق اڑاتے تھے۔ کیونکہ تمہارا کہنا تھا کہ ہم ستاروں سے ہدایت پاتے ہیں تو اس عمارت کی کیا ضرورت تھی اور یہ اعتراض کیا ہے کہ دن میں ستارے کیوں نہیں ہوتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رات میں بادل کی وجہ سے ستارے نظر نہیں آتے ہیں، اس کا

جواب عنایہ میں یہ ہے کہ وہ بالعموم اس کے محتاج نہیں، کیونکہ بادل شاذ و نادر ہوتے ہیں خاص طور پر دیار عرب میں۔

اقول اولاً: لم یجب عن النہار و انما بہ اکثر الاسفار و ثانیاً: ان سلم السندور فعمل ما یحتاج الیہ ولو احیاناً لا یعد عبثاً، قال مع انہ لو احتیج الیہا لم یحتج الی ان یجعل فی کل ربع فان کثرتہا عبث“

اقول اولاً: دن میں واجب نہیں اور بیشک اکثر سفر اسی میں ہوتے ہیں۔

ثانیاً: اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نادر ہوتا ہے تو ایسا کام جس کی کبھی کبھار ضرورت ہوتی ہو عبث شمار نہیں ہوتا، فرمایا مع اس کے کہ اگر اس کی حاجت ہے تو یہ حاجت نہیں کہ ہر چوتھائی میں کیا جائے کیونکہ اس کی کثرت عبث ہے۔

اقول: هذا منزع اخر فلا یرفع الا یراد عن القاضی قال وقال الفاضل

الیمنی ان اما کنہا المرتفعة تغنی عنہا فہی عبث“

یہ دوسرا منزع ہے مگر قاضی پر سے اعتراض کو دور نہیں کر سکتا ہے، فرمایا: فاضل یمنی کہتے ہیں کہ اس کے بلند مکانات اس سے بے نیاز کرتے ہیں تو وہ عبث ہے۔

اقول اول: ارتفاع الا ما کن لا یبلغ بحیث یراہا القاصد من ای مکان

قصد و ثانیاً: ہو منزع ثالث و کلا منافی کلام الانوار و بالجملة ہو وجہ

زیف ولا اعلم له سند امن السلف ولقد احسن النیسا بوری اذا سقطہ من تلخیص

الکبیر“

اقول: مکان اتنے بلند نہیں ہوتے کہ ہر دور دراز کا شخص انکو دیکھ لے۔

دوم: یہ تیسرا منزع ہے اور ہمارا کلام انوار کے کلام میں ہے اور خلاصہ یہ کہ یہ وجہ ٹھیک

نہیں ہے، اور میرے علم میں اس کی کوئی سند سلف سے نہیں ہے اور نیشاپوری نے اچھا کیا کہ اس کو تلخیص کبیر سے ساقط کر دیا۔

اقول: وتعبیری اذ قلت ینون من دون حاجۃ ایضا احسن من تعبیر الکبیر

من تبعہ کماتری“

میں نے جو تعبیر کی ہے کہ بلا حاجت بناتے ہیں یہ بھی کبیر اور ان کے تبعین کی تعبیر سے

بہتر ہے جیسا کہ تو نے دیکھا۔

امام مجاہد و سعید بن جبیر نے فرمایا: جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔

رواہ عن الاول ابن جریر فی (آیۃ) وهوو الفریابی وسعید بن منصور
وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی (مصانع) وعزاه للثانی
فی المعالم“

پہلے سے ابن جریر نے روایت کی (آیۃ) میں اور وہ اور فریابی اور سعید بن منصور اور
ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور منذر کے دونوں بیٹوں نے، اور ابو حاتم نے (مصانع) میں اور
دوسرے کی طرف اس کو معالم میں منسوب کیا۔

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو و لہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے
اونچے محل تکبر و تفاخر کے لئے بناتے۔

ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابنا حمید وجریر والمنذر وابی حاتم
عن مجاہد وتخذون مصانع قال قصور امشیدۃ وبنیانا مخلدا ولا بن جریر عنہ
قال آیۃ بنیان۔“

کبیر نے ذکر کیا، ان کے بعد فریابی اور ابناء حمید و جریر اور منذر اور ابی حاتم نے مجاہد
سے، مکان بناتے ہیں اونچے اونچے محل ہمیشہ رہنے والے، ابن جریر نے آیۃ بنیان کہا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
طرف جاتے ان پر محل بنائے تھے کہ ان میں بیٹھ کر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے
تمسخر کرتے ”ذکرہ فی مفاتیح الغیب و رغائب الفرقان“ مفتاح الغیب اور رغائب
الفرقان میں اس کا ذکر کیا گیا۔ یا سر راہ بناتے ہیں ہر راہ گیر سے ہنستے ”ذکرہ البغوی والبیضا
وی وابو السعد واقصر علیہ الجلال ملتزما لاقتصار علی اصح الاقوال“ (ذکر
کیا بغوی اور بیضاوی اور ابوالسعد نے، اختصار کیا جلال نے، اختصار اقوال اصح میں لازم ہے۔
(فتاویٰ رضویہ جدید ۱/۵۱ تا ۵۳)

(۲۱۸) الذی یرک حین تقوم ☆

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔

☆ (۲۱۹) وتقلبک فی السجدين - ☆

اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

☆ (۲۲۰) انه هو السميع العليم - ☆

بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت ۲۱۹ میں حضور ﷺ کے آبائے کرام کو ساجدین فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ وہ

سب موحد مؤمن تھے، مندرجہ ذیل حدیث میں اسی مطلب کی وضاحت ہے)

عن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى

الله تعالى عليه وسلم: لم يزل الله ينقلني من الاصلاب الطيبة الطاهرة مصفى

مهذباً، لا تشعب شعبتان الا كنت في خيرهما - وفي رواية، من اصلاب

الطاهرين الى ارحام الطاهرات - وفي رواية من الاصلاب الكريمة و الارحام

الطاهرة حتى اخرجني من بين ابوي -

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا

آراستہ، جب دو شاخیں پیدا ہوتیں میں بہتر شاخ میں تھا۔ ایک روایت میں ہے، میں ہمیشہ

پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیٹیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔ ایک روایت میں یوں

ہے کہ ہمیشہ اللہ عز و جل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا

یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تو ضرور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین و امہات

کرامتہ طاہرات سب اہل ایمان و توحید ہوں کہ بنص قرآن عظیم کسی کافر و کافرہ کے لئے کرم و

طہارت سے حصہ نہیں۔ یہ دلیل امام اجل فخر المکملین علامۃ الوری فخر الدین رازی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے افادہ فرمائی، اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوی و علامہ تلمسانی شارح

شفا و امام ابن حجر مکی و علامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید و تصویب کی۔

مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل توحید و اسلام و نجات تھے، بلکہ حضور کے آبا و امہات حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک مذہب ارجح میں سب اہل اسلام و توحید ہیں۔

”قال اللہ تعالیٰ: الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازوں میں تمہارے دورے کو۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا۔ اور حدیث میں ہے کہ رب عزوجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلا ب طیبہ و ارحام طابہ میں رکھوں اور رب عزوجل کبھی کسی کافر کو طیب و طاہر نہ فرمائے گا، ”انما المشرکون نجس“ بیشک مشرکین نجس ہیں۔ اس بارے میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے ”شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام“ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس باب میں چھ رسالے لکھے۔ ”فشکر اللہ سعیہ واجزل ثوابہ“ (اللہ تعالیٰ ان کی کاوش قبول فرمائے اور انہیں اجر عظیم سے نوازے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۲۷۳)

سورة النمل

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۳) انی وجدت امرأة تملكهم وأوتيت من كل شيء ولها عرش

عظیم۔ ☆

میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں (امراة تملكهم سے) بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمایا، تو رعایہ کے آزاد و غلام سب اس کے مملوک ہوئے، مگر کوئی محبوبان خدا کو اپنا مالک اور اپنے آپ کو مملوک کہے وہابیہ کے دین میں مشرک ٹھہرے۔ (الامن والعلی ص ۸۸)

(۳۴) قالت ان الملوک اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة

اهلها اذلة ۚ وکذلک يفعلون۔ ☆

بولی بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

(۶۵) قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا الله ط وما

یشعرون ایاں یبعثون۔ ☆

تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سے مراد وہی علم ذاتی و علم محیط ہے

خالص الاعتقاد۔ (۱۲ تا ۱۳)

(۸۰) انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا

مدبرین۔ ☆

بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب پھریں پیٹھ دے کر۔

(۴) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیت کا صریح منطوق نفی السماع ہے نہ نفی السماع۔ پھر اسے محل نزاع (سماع موتی) سے کیا علاقہ۔ نظیر اس کی آیت کریمہ ”انک لا تہدی من احببت“ ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ”ولکن اللہ یہدی من یشاء“ یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے، یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا: ”ان اللہ یسمع من یشاء“ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔ وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔

مرقاۃ شرح مرقاۃ میں ہے:

”الآیۃ من قبیل انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء“

یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے: بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سماع قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سنتا، کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقتہً کان تک آواز نہیں جاتی، بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، ماننا نہیں۔ اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیہ کریمہ میں اسی معنی کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا، خود اسی آیہ کریمہ ”انک لا تسمع الموتی“ کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

”ان تسمع الا من یو من بایشنا فہم مسلمون“ تم نہیں سناتے مگر وہی جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

اور پر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگی دنیا ہے، مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سنے سے کچھ حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام ”الآن وقد عصیت قبل“ کیا اب، جبکہ اس سے پہلے نافرمان رہے۔ تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائے نہیں مانتے۔

علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:
 السماع المسمی فی الآیۃ السماع النافع وقد اشار الی ذلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ:
 آیت میں جس سننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماع نافع کے معنی میں ہے، اور اس کی طرف حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے:

”سماع الموتی کلام الخلق حق قد جاءت به عندنا الاثار فی الكتب
 وایۃ النفی معناها سماع ھدی لا یقبلون ولا یصغون للادب“
 مردوں کا کلام مخلوق سننا حق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔ اور آیت نفی کا معنی سماع ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں دھرتے۔

امام ابوالبرکات نفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیہ سورۃ فاطر فرمایا:
 ”شبه الکفار بالموتی حیث لا ینتفعون بمسموعہم“
 کفاروں کو مردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ سنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:
 ”النفی منصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع“
 مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سننا نفع بخش نہیں ہوتا۔
 جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، موتی سے، موتی کون ہیں؟ ابدان، کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے، جس کی تصریحات بعونہ تعالیٰ آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی؟ ”من فی القبور“ سے، یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں

کون ہے؟ جسم، کہ روحیں تو علین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عز و اکرام میں ہیں، جس طرح ارواح کفار بحین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت و آلام میں۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

”لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی و هو الروح“

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو روح ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ ”وما انت بمسمع من فی القبور“ فرماتے ہیں:

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں، بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، نہیں سن سکتا۔

یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے، پھر ان کی تصریحیں کلمات علماء دیکھیں ”کما سمعت و لله الحمد“ جیسا کہ آپ نے سنا اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے۔ اور ابھی ائمہ و علماء کے جواب اور بھی ہیں۔

”وفیما ذکرنا کفایة لمن القی السمع و هو شهید ان الله یسمع من یشاء ویہدی الی صراط الحمید“

اور جو ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس کے لئے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذات حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۷۰۰ تا ۷۰۳)

سورۃ القصص

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۵) فجاءتہ احدہما تمشی علی استحياء و قالت ان ابی

یدعوك لیجزيك اجرما سقيت لنا ۚ فلما جاءہ وقص علیہ القصص

ۚ قال لا تخف ۚ نجوت من القوم الظالمین۔ ☆

تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے جب موسیٰ اس کے پاس آیا اور اسے باتیں کہہ سنائیں اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تمام اہل زبان کا اس پر اتفاق ہے کہ لفظ کے معنی حقیقی جب تک بن سکیں معنی مجازی مراد لینے کی کوئی سبیل نہیں۔ اور یہ واضح ہے کہ علی کو عندیاء یا مبالغہ کیلئے لینا اس کے معنی مجازی ہوں گے کہ اس کے معنی حقیقی تو لازم کرنے کے ہیں جیسا کہ اصول امام شمس الائمہ اور کشف امام بخاری میں ہے۔

اما علی فللا لزام باعتبار اصل الوضع۔ علی وضع کے اعتبار سے الزام کے لئے

ہے۔

تحریر امام ابن ہمام اور تقریب امام ابن امیر الحاج میں ہے:

وهو الذى لزوم هو معنى الحقيقى۔ لزوم ہی علی کے معنی حقیقی ہیں۔

اور رضی شرح کافیہ میں ہے: منه سر علی اسم الله ای ملتزما۔ اس محاورہ سے ہے

اللہ کے نام پر سیر کروم یعنی اسکو لازم پکڑو۔

قرآن عظیم میں یہ لفظ اسی معنی میں وارد ہوا۔ ارشاد الہی ہے:

فجاءته احدا هماتمنى على استحياء۔ اى ملازمة للحيا۔ ان دو عورتوں میں سے ایک شرم کرتی ہوئی آئی یعنی وہ شرم کو لازم کئے ہوئے تھیں۔

(شائم العنبر ۲۹۵-۲۹۶)

(۵۱) انک لاتھدی من احببت ولكن الله يھدی من یشاء چوہو

اعلم بالمھتدین۔ ☆

بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔

معالم التنزیل میں ہے: نزلت فی ابی طالب۔

جلالین میں ہے: نزل فی حرصہ ﷺ علی ایمان عمہ ابی طالب۔

مدارک التنزیل میں ہے: قال الزجاج اجمع المفسرون انها نزلت فی ابی

طالب۔

کشاف زختری و تفسیر کبیر میں ہے: قال الزجاج اجمع المسلمون انها نزلت

فی ابی طالب۔

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں:

اجمع المفسرون علی انها نزلت فی ابی طالب و کذا نقل اجماعهم علی

هذا الزجاج وغيره۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے: لقوله تعالى فی حقه باتفاق المفسرين انک

لا تھدی من احببت۔

صحیح حدیث میں اس آیہ کریمہ کا سبب نزول یوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین

ﷺ نے ابو طالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش

عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا اور نہ حضور کی خوشی کر دیتا۔ اس پر رب العزت تبارک و تعالیٰ نے آیہ کریمہ اتاری۔ یعنی اے حبیب تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کر چکے، ہدایت دینا اور دل میں نور ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار ہے، اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان و جامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وسلم لعنه وزاد سلم في اخرى عند الموت (قل لا اله الا الله اشهد لك بها يوم القيمة، قال لو لا ان تعيرني قريش يقولون انما حملة على ذلك الجزع لا قررت عنك فانزل الله عزوجل انك لا تهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء -

معالم ومدارك و بیضاوی و ارشاد العقلم السليم و خازن و فتوحات الهیہ و غیر ہا تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

ایمان ابوطالب۔ (۹ تا ۱۰)

سورة العنكبوت

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۶۹) وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ

المحسنين - ☆

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں، ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لئے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دنیوی اخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں، ان کے لئے وصل ذات ہے جن کو فرمایا: ”وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا“ جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لئے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی ابھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں، باقی کی تلاش ہے قرآن و حدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو (اس آیت میں بیان) فرمایا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶۴۴/۵)

سورۃ الروم

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) غلبت الروم۔ ☆

رومی مغلوب ہوئے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ان ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل الهجرة حين انزل الله تعالى "الم غلبت الروم" قالت له قريش: ترون ان الروم تغلب قال: نعم، قال: هل لك ان تخاطرنا فحنا طرهم فاخبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: اذهب اليهم فزدفي الخطر ففعل وغلبت الروم فارسا فاخذ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاجازه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو القمار بعينه بين ابي بكر ومشرکی مکة وكانت مكة دار شرك لان ما لهم انما يحرم على المسلم اذا كان بطريق الغدر فاذا لم ياخذ غدراً فبأى طريق ياخذ حل بعد كونه برضا بخلاف المستأمن منهم عندنا لان ما له صار مخطورا بالا ما ن فاذا اخذه بغير الطريق المشروع يكون غدرا الا انه لا يخفى انه انما يقتضى حل مباشرة العقد اذا كانت الزيادة ينالها المسلم وقد التزم الاصحاب في الدرس ان مرادهم من حل الربا والقمار اذا حصلت الزيادة للمسلم الى العلقوان كان اطلاق الجواب خلا فيه والله سبحانه وتعالى اعلم۔

فتاویٰ رضویہ قدیم (۲/۹-۲۹۳)

(۲۱) ومن آیتہ ان خلق لكم من انفسكم ازواجا لتسكنوا اليها

وجعل بینکم مودةً ورحمةً ما ان فی ذلک لایۃ لِّقوم یتفکرون۔ ☆

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخو اہی باہم انس و محبت والفت پیدا کرتا ہے۔

عن محمد بن عبد اللہ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اِنَّ لِلزَّوْجِ مِنَ الْمَرْأَةِ لَشُعْبَةً مَّا هِيَ لِشَيْءٍ۔

حضرت محمد بن عبد اللہ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میاں بیوی کے درمیان اتنی محبت ہوتی ہے جو دوسرے کسی سے نہیں

ہوتی۔ فتاویٰ رضویہ ۲۶۵/۵

﴿۳۱﴾ مَنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

☆۔

اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ

ہو۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بلاشبہ صد ہا صحابہ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام وائمہ اسلام علیہم الرضوان کا یہ ہی

مذہب ہے کہ قصد اُتارک صلاۃ کافر ہے اور یہ ہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن

کریم کی اس آیت سے مستفاد۔

زمانہ سلف صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا، اس زمانہ میں ترک نماز

علامت کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے، جیسے اب زنا رہا نہ دھنایا تشقہ لگانا علامت کفر ہے،

جب وہ زمانہ خیز گزر گیا اور لوگوں میں تہاؤن آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا

کہ ترک نماز فی نفسہ کفر نہیں جب تک اسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیت نماز سے منکر نہ ہو،

یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلاف تحقیق و نا منصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حقیقت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ وائمہ کے موافق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۱۱۹)

(۳۹) وَمَا اتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ☆
اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال پر بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انہیں کے دو نے ہیں۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الم تر الى الرجل يقول للرجل لا حول لك فيعطيه فهذا لا يربوا عند الله

لانه يعطيه لغير الله ليثري ماله

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کر دوں گا پھر اسے دیتا ہے تو دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اس نے غیر خدا کے لئے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھا دوں۔

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

كان هذا في الجاهلية يعطى احدهم ذالقرابة المال يكثر به ماله

یہ زمانہ جاہلیت میں تھا، اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے۔

رواہما ابن جریر۔

دیکھو فعل فی نفسہ مثر ثمرۃ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلہ رحم و مواسات پر مشتمل تھا جبکہ اس نے اس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدہ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے، ان تفاسیر کا وہی مال ہوا جو (۱۰ و ۹) میں ملحوظ تھا مفردا ت راغب میں ہے: ”لعب فلان اذا كان فعله غير قاصد به مقصدا صحيجا“ (جب کوئی اپنے فعل میں مقصد صحیح کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو کہا جاتا ہے، لعب فلان۔ ت)

سادسا: غرض وہی فائدہ مقصودہ ہے اور صحیح یہی ہے کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی

معنی کو ادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد محفوظ ہے تو تعریف سوم و دہم اوضح و اخصر تعریفات ہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول سمین و جمل ”العيب اللعيب مالا فائدة فيه وكل ما ليس فيه غرض صحيح“ (عيب لعب بے فائدہ جن میں غرض صحیح نہ ہو۔ ت)

سابعاً: ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جو بے غرض صحیح ہے ضرور بغرض صحیح ہے تو (۱ و ۳) کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفسہ کا مصداق افعال جنون ہوں گے۔

ثامناً: شرعی سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقویٰ سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدم قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث آحاد و قیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضہ کتاب کے وقت نامقبول امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں ”لانه غیر مفید“ (اس لئے کہ یہ غیر مفید ہے۔ ت) فرمانا اس کی طرف مشعر ہو سکتا ہے اس تقدیر پر (۲) اول اور (۴) سوم کی طرف عائد اور ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد۔

اقول: مگر غیر شرعی سے متبادر تر غرض مطلوب فی الشرع ہے اب یہ تخصیص بحسب مقام ہوگی کہ ان کا کلام عیب فی الصلوة میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرع ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔ آخر نہ دیکھا کہ متی سے بچانے کے لئے دامن اٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرع نہیں اور پیشانی سے پسینہ پونچھنا یا ننگہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلا کراہت روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اس کا ازالہ غرض مطلوب شرع ہو گیا۔
(فتاویٰ رضویہ جدید ۱/۷۴۳ تا ۷۴۴)

(۴۷) ولقد ارسلنا من قبلک رسلاً الی قومهم فجاءوهم بالبینة

فانتقمنا من الذین اجرموا وکان حقاً علینا نصر المؤمنین۔ ☆
اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

(۵) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خذلہم ولا من خالفہم حتی یا تی امر اللہ وہم علی ذلک غالباً“ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والا ان کو ضرر نہ پہنچائے گا حتیٰ کہ وہ گروہ اس کا حکم آنے تک اس پر غالب رہے گا۔

یہاں امر اللہ وہ وعدہ صادقہ ہے جس میں سلطان اسلام شہید ہوں گے اور روئے زمین پر اسلامی سلطنت کا نام نہ رہے گا، تمام دنیا میں نصاریٰ کی سلطنت ہوگی، اگر معاذ اللہ وہ وقت آگیا ہے جب تو کوئی چارہ کار نہیں، شدنی ہو کر رہے گی، مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اسکے متصل ہی حضرت امام کا ظہور ہوگا، پھر سیدنا روح اللہ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول اجلال فرمائیں گے اور کفر تمام دنیا سے کافور ہوگا، تمام روئے زمین پر ملت ایک ملت اسلام ہوگی اور مذہب ایک مذہب اسلام اہل سنت ہوگا۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی انشاء اللہ وہ وقت نہیں آیا، اگر ایسا ہے تو ضرور نصرت الہیہ نزول فرمائے گی اور کفار ملا عنہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے، بہر حال بندگی بیچارگی دعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالت زار پر رحم فرمائے اور اپنی نصرت اتارے، یعنی جسکے جو پہنچ گئے ہیں انہیں پر ”زلزلوا زلزالاً شدیداً“ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ کو ختم فرمادے اور ”الا ان نصر اللہ قریب“ سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ کی بشارت سنادے۔ ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“۔

آپ پوچھتے ہیں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے، اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں، اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کے جان و مال جنت کے عوض خریدے ہیں، ”ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنة“ بیشک اللہ نے مسلمانوں کے جان و مال خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

مگر ہم ہیں کے بیع دینے سے انکار اور دشمن کے خواستگار، ہندی مسلمانوں میں طاقت کہاں کہ وطن و مال و عیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دور جائیں اور میدان جنگ میں مسلمانوں کا

ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں، اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں، وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے، یہاں وہی جلسے ہیں، وہی رنگ، وہی ٹھیٹھ وہی امنگ، وہی تماشے وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔ ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار دیئے، ایک عورت نے ایک چھین و چنان جرگہ کو پچاس ہزار دیئے، ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ دیئے، اور یونیورسٹی کے لئے تو تیس لاکھ سے زائد جمع ہو گیا، ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لئے چھبیس ہزار کا چندہ ہوا، بمبئی میں ایک کم درجے کے شخص نے صرف کوٹھری چھبیس ہزار روپے کی خریدی فقط اس لئے کہ اس کے وسیع مکان سکونت سے ملتی تھی، جسے میں بھی دیکھ آیا ہوں، اور مظلوم اسلام کی مدد کے لئے جو کچھ جوش دکھائے جا رہے ہیں آسمان سے بھی اونچے ہیں، اور جو اصلی کارروائی ہو رہی ہے زمین کی تہہ میں ہے، پھر کس بات کی امید کی جائے، بڑی ہمدردی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو، میں اسے پسند نہیں کرتا، نہ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں، اول تو یہ بھی کہنے کے الفاظ ہیں نہ اس پر اتفاق کریں گے، نہ ہرگز اس کو نبھائیں گے، اس عہد کے پہلے توڑنے والے جنٹلمین حضرات ہی ہوں گے جن کی گذر بغیر یورپین اشیاء کی نہیں، یہ تو سارا یورپ ہے، پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا، اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کتنوں نے نباہا، پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا، اور ہو بھی تو کیا فائدہ کہ وہ سوتر کیبوں سے اس سے وہ گنا ضرر پہنچا سکتے ہیں، لہذا ضرر رسانی کا ارادہ صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی، بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں، اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں، ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو ان لڑائیوں ہی پر کیا موقوف تھا، ویسے ہی چاہئے تھا کہ:

اولاً: باستثناء ان محدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصلہ کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت

وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھرتا بنا صناعی کی گھرنٹ کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رگون، مدارس، حیدر آباد وغیرہ کے تو نگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بینک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقہ الفاہم میں چھپ چکا ہے، ان جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بیویوں کی نذر ہو چلی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر بیویوں کی جائداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی تو یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنے چنگے۔

رابعاً: سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکھ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا، اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا ”فانا لله وانا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔“ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴۲/۱۵ تا ۱۴۵)

(۵۱) ولئن ارسلنا ریحاً فراوہ مصفراً لظلوا من بعدہ یکفرون۔ ☆
اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔

(۵۲) فانک لاتسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا

مدبرین۔ ☆

اس لئے کہ تم مردوں کو نہیں سنا تے اور نہ بہروں کا پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دیکر پھریں۔

(۵۳) وما انت بهذا العمی ؕ ان تسمع الامن یؤمن

بایتنا فہم مسلمون۔ ☆

اور نہ تم اندھوں کو انکی گمراہی سے راہ پر لاؤ تو تم اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر

ایمان لائے تو وہ گردن رکھے ہوئے ہیں۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعینہ اس طرح ”انک لا تسمع الموتی“ سے آخر تک سورہ نمل میں ہے:
سورہ فاطر میں:

انما تنذر الذین یخشون ربہم یا لعیب و اقاموا الصلوٰۃ و من تزکی فانما
یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر و ما یتسوی الا عمی والبصیر و لا الظلمات و لا
النور و لا الظل و لا الحرور و ما یتسوی الا حیاء و لا الاموات ط ان اللہ یسمع من
یشاء ط و ما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر“

بیشک تمہارا سنانا ان ہی کو کام دیتا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم
کریں، اور جو ستھرا بنے تو وہ اپنے نفع ہی کے لئے ستھرا ہو گا اور اللہ ہی کی طرف پلٹتا ہے، اور
برابر نہیں تا پینا اور پینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے
اور مردے۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سنا تا ہے، اور تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں
پڑے ہیں، تم تو صرف ڈر سنانے والے ہو۔

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں کو کیوں پکار رہے ہو،
وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

خامسا: قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لئے یہ کلام پاک اترتا تو
فاطر والی آیت نمل و روم میں کی ایک کافی تھی، ”انک لا تسمع“ جدا اور ”ما انت بمسمع“
الگ اترنے کی کیا حاجت تھی؟ نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف
زیادت کا فرق ہے، اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لئے ایک بار ”انک
لا تسمع“ آخر تک سناتے پھر اسی وقت ”فانک لا تسمع“ آخر تک سناتے۔ لاجرم ان
میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جدا نہیں ہو سکتی، اور جب مکہ معظمہ میں پیش
ہجرت انکار اتر چکا تھا تو اب سیدنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا
سادسا: ظاہر حس و عقل بالبداہتہ جسم میت کے معطل و بے حس ہونے پر شاہد ہے،
اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امور غیبیہ سے ہے۔ اب سیدنا صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن کریم کا معاذ اللہ اس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اولاً عیاذ باللہ حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجما بالغیب کلام فرمادیا، یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگایا تھا، یا یوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذ اللہ خلاف واقع آئی، پھر اس کا رد اتر، تمہارا ایمان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو سابعاً: اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقیناً حتماً جزماً آیات مذکور

آیت کریمہ ”فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم، وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى“ تو انہیں تم نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا۔ اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔ کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی قسم پر رد و انکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسام مردہ تمہارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انہیں نہ سنایا بلکہ خدا نے سنایا ”ان الله يسمع من يشاء وما انت بمسمع من في القبور“ یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش و حواس بدن کے پھر درست ہو گئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے، اور تفہیمی ملا کے فہم خوار و ذلیل ”والحمد لله الهادي الى سواء السبيل“ اور خدا ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

خیر بات دور پہنچی اور اب صاحب تفہیم داخل من فی القبور تو سماع قبول سے قطعاً مہجور، لہذا اصل سخن کی طرف عنان گردانی کیجئے۔ کلام مشائخ دوبارہ اجسام موتی ہونے پر شواہد و اسانید میں یہ تین امور بالائی کافی و وافی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انہیں علمائے کرام کے کلام دیگر اباحت مقام اور ان کے رد و احکام و نقص و ابرام یک زبان اس معنی پر شہود عدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔

مثلاً:

دلیل: ۴۔ بحث دیکھئے کا ہے کی ہے ایمان کی۔ اور باجماع حنفیہ و تصریحات علمائے مذکورین وغیرہم ان کا مبنی عرف اور عرف میں انسان و زید و آن و تو سب کا مورد بدن تو قسم اسی پر صادق اور داوری و چالشگری اسی سے متعلق۔

دلیل: ۵۔ پر ظاہر کہ اول تا آخر ان کا کلام موت میں ہے، اور میت نہیں مگر بدن، خود

اسی کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا: ”الروح لا يموت لكنه زال عن قالب فلان والله تعالى قادر على اعادته“ یعنی روح میت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل: ۶۔ ساتھ ہی دلائل میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جس میت میں ان کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں، جسے فہم نہیں، جسے ورد نہیں پہنچتا، جو بے حس ہے۔ کتب خمسہ مستندہ ماتہ مسائل میں ہے:

”واللفظ للرمز، الكلام للافهام فلا يتحقق في الميت“ اور الفاظ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق للعینی کے ہیں: کلام سمجھانے کے لئے ہوتا ہے تو میت کے حق میں ثابت نہ ہوگا۔

فتح القدیر میں ہے: ”والموت ینافیہ“ اور موت اس کے منافی ہے۔ اسی مستخلص الحقائق میں یہ تبعیت ہدایہ ہے:

”من قال ان ضربتك فعبدی حرفه و علی الضرب فی الحیاة‘ فلو مات ثم ضرب لا یحنت لان الضرب اسم لفعل موکم یتصل بالبدن و الا یلام لا یتحقق فی الميت“

کسی نے کہا اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے، یہ قسم زندگی کے اندر مارنے پر محمول ہوگی، اگر اس کے مرجانے کے بعد مارا تو حادثہ نہ ہوتا، اس لئے کہ مارنا بدن سے متعلق الم رساں کام کا نام ہے اور الم رسائی میت کے حق میں متحقق نہیں۔ اسی فتح القدیر میں ہے:

”لا یتحقق فی الميت لانه لا یحس“ میت کے حق میں متحقق نہیں، اس لئے کہ وہ احساس نہیں رکھتا۔

اسی ماتہ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے:

”الضرب ایقاع الالم وبعد الموت لا یتصور“ ضرب کا معنی تکلیف پہنچانا اور بعد موت یہ متصور نہیں۔

تو قطعاً ثابت وہ بدن ہی میں اطلاق کر رہے ہیں کہ وہی ایسا میت ہے جسے نہ حس رہتا

ہے نہ ادراک، بخلاف روح کہ اس کے ادراکات قطعاً باقی ہیں، خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرما چکے: ”الروح لا يتغير بالموت“ روح موت سے متغیر نہیں ہوتی۔

دلیل: ۷۔ پھر جب اس تقریر پر شبہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں، ادراک نہیں، تاہم نہیں، تو عذاب قبر کیسا؟ تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ جس کے اوپر عذاب قبر ہوتا ہے اسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے، اسی ماتہ مسائل عینی سے بعد عبارت مذکورہ ہے:

”ومن يعذب في القبر يو ضع فيه الحياة على الصحيح“ جسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس میں زندگی پیدا کر دی جاتی ہے۔
اسی میں کافی سے ہے:

”عند العامة يو ضع فيه الحياة بقدر ما يتألم لا الحياة المطلقة، وقيل يو ضع فيه الحياة من كل وجه“

جمہور کے نزدیک اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ اسے الم کا احساس ہو، حیات مطلقہ نہیں رکھی جاتی ہے۔ اور کہا گیا اس میں پورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے۔
مستخلص میں بعد عبارت مسطورہ ہے:

”وعذاب القبر يو ضع حياة جديدة فيه وهو قول عامة العلماء
خلاف الابي الحسن الصالحی فان عنده يعذب الميت من غير حياته“

عذاب قبر بدن میں ایک نئی زندگی رکھنے سے ہوتا ہے، اسی پر عامہ علماء ہیں بخلاف ابو الحسن صالحی کے، اس کے نزدیک بغیر زندگی کے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

اور بالیقین یہ شان بدن ہی کی ہے کہ اسے موت عارض ہوتی اور اس کا حس و ادراک باطل کرتی، پھر معاذ اللہ تعذیب کے لئے یک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف روح کے اس کی حیات مستمرہ ہے، امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرما دیا، بعد عبارت مزبورہ لکھتے ہیں:

”فی قبره تو ضع فيه الحياة بقدر ما يحس بالألم، حتى لو كان متفرق
الاجزاء بحيث لا يتميز الاجزاء بل هي مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحياة

فی تلك الاجزاء التي لا ياخذها البصرو ان الله على ذلك لقدير الخ وقد تقدم تا ما
فی المقدمة الثالثة۔“

اس لئے کہ اس میں احساس نہیں، اسی لیے حق یہ ہے کہ جس مردے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس کے اندر اتنی زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے، یہاں تک کہ اگر اس کے اجزاء اس طرح بکھر گئے یا ہم امتیاز نہ رہا بلکہ مٹی میں خلط ملط ہو گئے پھر اسے عذاب دیا گیا تو ان ہی اجزاء میں زندگی رکھ دی جاتی ہے جو نظر نہیں آتے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس پر ضرور قادر ہے الخ۔

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے وہ کسے میت کہہ رہے تھے، کس کی طرف اعادۂ حیات بقدر احساس الم مانا، کس کے اجزاء متفرق ہو گئے، کس کے اجزاء اتنے باریک ہوئے کہ نظر کام نہیں کرتی۔ ہاں وہ کیا جس کے اجزاء مٹی میں مل گئے، کیا وہ روح پاک ہے، حاشا یہی بدن تودۂ خاک ہے، تو آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ اسی مردۂ حقیقی میں علماء کا کلام ہے، اسی کی نسبت انکار سماع وافہام ہے ”ولله الحجة السامية“ اور اللہ ہی کے لئے بلند حجت ہے۔

دلیل: ۸۔ انہیں کتب کریمہ ”وما انت بمسمع من فی القبور“ سے استدلال کیا اور پر ظاہر کہ ”من فی القبور“ نہیں مگر بدن۔ خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہ بد قسمتی خود انہیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

”فان قلت بعد فراغ الملكين من السؤال ما يكون الميت قلت ان كان سعيدا كان روحه في الجنة وان كان شقيا ففي سجين على صخرة في الارض السابعة۔“

یعنی بعد سوال تکیرین سعید کی روح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجن میں، ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔

تو قبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیت نفی سماع فرماتی ہے، اور اسی سے یہ علماء نفی سماع دلیل: ۹۔ نیز یہ سب علماء قول ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دلیل لائے، اور انشاء اللہ القریب الحجیب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کی منکر ہیں اور اک روحانی کی مثبت و مقرر۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۸۷ تا ۸۸۳)

سورة لقمان

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۰) اَخْلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرْوٰنَهَا وَالْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوٰسِیْ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمۡ وَبَثَ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَانۡبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ۔ ☆

اس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں ڈالے لنگر کہ تمہیں لے کر نہ کانچے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلانے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس جوڑا لگایا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عبدالرزاق و فریابی و سعید بن منصور اپنی اپنی سنن اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم اپنی تفاسیر اور ابوشیخ کتاب العظیمہ اور حاکم باقائدہ تصحیح صحیح مستدرک اور بیہقی کتاب الاسماء اور خطیب تاریخ بغداد اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

” قَالَ اِنْ اَوَّلَ شَیْءٍ خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلٰی الْمَآءِ فَارْتَفَعَ بِخَارِ الْمَآءِ فَفَتَقَتْ مِنْهُ السَّمٰوٰتِ ثُمَّ خَلَقَ النَّوْنَ فَبَسَطَتْ الْاَرْضَ عَلَیْهِ وَالْاَرْضَ عَلٰی ظَهْرِ النَّوْنِ فَاضْطَرَبَ النَّوْنُ فَمَا دَامَتْ الْاَرْضُ فَانْتَبَتْ بِالْجِبَالِ “

اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام مقادیر لکھوائے اور عرش الہی پانی پر تھا، پانی سے بخارات اٹھے ان سے آسمان جدا جدا بنائے گئے، پھر مولیٰ عزوجل نے مچھلی پیدا کی اس پر زمین بچھائی، زمین پشت ماہی پر ہے مچھلی تڑپتی زمین جھونکے لینے لگی۔ اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کر دی گئی۔ ”کما قال تعالیٰ: وَالْجِبَالِ

اوتادا۔ وقال تعالى: والقي في الارض روا سى ان تميد بكم۔ “ مگر یہ زلزلہ ساری زمین کو تھا۔ خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا دوسری جگہ نہ ہونا اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت و خفت میں مختلف ہونا اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں، سبب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ ہے، عالم اسباب میں باعث اصلی بندوں کے معاصی ”ما اصبا بكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفو عن كثير“ تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے اور بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے۔ اور وجہ وقوع کوہ قاف کے ریشہ کی حرکت ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے، کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشہ زمین میں نہ پھیلے ہوں، جس طرح پیڑ کی جڑ بالائے زمین تھوڑی سی جگہ میں ہوتی ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر بہت دور تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس کے لئے وجہ قرار ہوں اور آندھیوں میں گرنے سے روکیں، پھر پیڑ جس قدر بڑا ہوگا اتنے ہی زیادہ دور تک اس کے ریشے گھیریں گے، جبل قاف جس کا دور تمام کرۂ زمین کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہے اس کے ریشے ساری زمین میں اپنا جال بچھائے ہوئے ہیں، کہیں اوپر ظاہر ہو کر پہاڑیاں ہو گئے، کہیں سطح تک آ کر تھمے رہے جسے زمین سنگلاخ کہتے ہیں، کہیں زمین کے اندر ہے قریب یا بعید ایسے کہ پانی کی چوان سے بھی بہت نیچے۔ ان مقامات میں زمین کا بالائی حصہ دور تک نرم مٹی رہتا ہے جسے عربی میں سھل کہتے ہیں۔ ہمارے قرب کے عام بلاد ایسے ہی ہیں، مگر اندر اندر قاف کے رگ و ریشہ سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ جس جگہ زلزلہ کے لئے ارادہ الہی عز و جل فرماتا ہے: ”والعیاذ برحمته ثم برحمة رسولہ جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ قاف کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے، صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو جنبش دی گئی، پھر جہاں خفیف کا حکم ہے اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت یہاں تک کہ بعض جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل آتا ہے، یا عصف حرکت سے مادیہ کبریتی مشتعل ہو کر نکلتے ہیں چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ زمین کے نیچے رطوبتوں میں حرارت شمس کے عمل سے بخارات سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور بہت جگہ دخانی مادہ ہے جنبش کے سبب منافذ زمین متسع ہو کر وہ بخار و دخان نکلتے ہیں۔ طبعیات میں پاؤں تلے کی دیکھنے والے انہیں کے ارادہ خروج کو سبب زلزلہ سمجھنے لگے حالانکہ ان کا خروج بھی سبب زلزلہ کا

مسبب ہے۔

امام ابو بکر ابن ابی الدنیا کتاب العقوبات اور ابوالشیخ کتاب العظمہ میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال: خلق الله جبلا يقال له ق محيط بالعالم وعروقه الى الصخرة التي عليها الارض فاذا اراد الله ان يزلزله قريته امر ذلك الجبل فحرك العرق الذي يلي تلك القرية فيزلزلها ويحركها فمن ثم تحرك القرية دون القرية“

اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں جس پر زمین ہے جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش و جنبش دیتا ہے یہی باعث کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری بستی میں نہیں۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

رفت ذوالقرنین سوئے کوہ قاف	دید کہہ را کز زمر بود صاف
گرد عالم حلقہ کردہ او محیط!	ماند حیراں اندراں خلق بسیط
گفت تو کو ہی دگر ہا چسبند	کہ بہ پیش عظم تو باز ایستند
گفت رگ ہائے من انداں کو ہما	مثل من نہ بوند در فرو ہما
من بہر شہرے رگے دارم نہاں	بر عروقم بستہ اطراف جہاں
خلق چو خواہد زلزلہ شہر مرا	امر فرماید کہ جنباں عرق را
پس بجبا نم من آں رگ را بہر	کہ بداں رگ متصل بود ست شہر
چو بگوید بس شود ساکن رگم	ساکنم وز روئے فعل اندر تگم
گوید آنکس کہ نداند عقلش این	زلزلہ ہست از بخارات زمین
این بخارات زمین نہ بود بداں	ز امر حق است و ازاں کوہ گراں
مور کہ بر کاغذ دید او قلم	گفت بامور دگر این راز ہم
کہ عجائب نقشہا آں کلک کرد	ہمچو ریحان و چوسون زارد و رد
گفت آں مور صبح ست آں پیشہ ور	وین قلم در فعل فرع ست و اثر

گفت آں مور سوم از باز دست
کامج لاغر ز زورش نقش بست
بچنیں میرفت بالاتا یکے
مہتر موراں فطن بود اندیکے
گفت گز صورت نہ بیند ایں ہنر
کاں بخواب و مرگ گرد دے خبر
صورت آمد چوں لباس و چوں عصا
جز بعقل و جاں بجند نقشہا

بحر العلوم قدس سرہ فرماتے ہیں: ایں دوست بر فلاسفہ کہ میگویند بخارات در زمین مجبوس می شوند بالطبع میل خروج کنند و از مصادمت ایں ابنخرہ تفرق اتصال اجزائے زمین می شود و زمین در حرکت می آید و اینست زلزہ، پس مولوی قدس سرہ رد ایں قول می فرمایند کہ قیام زمین از کوہاست ورنہ در حرکت می ماند ہمیشہ پس آں کوہ جنبش میدہد ز میں را با مراد اللہ تعالیٰ۔

چیونٹیوں کی حکایت سے بھی ان سفہا کی تنگ نظری کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس طرح قلم کی حرکت انگلیوں کی قوت بازو سے، بازو کی طاقت جان سے ہے، تو نقش کہ قلم سے بنتے ہیں جان بناتی ہے مگر احمق چیونٹیاں اپنی اپنی رسائی کے موافق ان کا فاعل قلم، انگلیوں، بازو کو سمجھیں، یوں ہی ارادۃ اللہ سے کوہ قاف کی تحریک ہے، اس تحریک سے بخارات کا ٹکنا زمین کا ہلنا ہے، یہ احمق چیونٹیاں جنہیں فلسفی یا طبیعی والے کہتے صدمہ بخارات کو سبب زلزہ سمجھ لئے، بلکہ نظر کیجئے تو یہ ان چیونٹیوں سے زیادہ کودن و بد عقل ہیں، انہوں نے سبب ظاہری کو سبب سمجھا انہوں نے سبب کے دو مسبوہوں سے ایک کو دوسرے کا سبب ٹھہرا لیا و باللہ العصمۃ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۱۹۰ تا ۱۹۲)

(۳۴) ان اللہ عنده علم الساعة وینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام و ما تدری نفس ماذا تکسب غذا و ما تدری نفس بای ارض تموت و ان اللہ علیم خبیر۔☆

بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی۔ اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا اور بتانے والا ہے۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے نہ بنانا چاہئے کہ کچھ نہیں پتہ کہ

موت کس زمین میں ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۲۶۵)

عجب نہیں کہ بعض وہ شخص جسے نصوص کے معانی اور عموم و خصوص کے مواقع کی پہچان نہیں، یوں کہنے لگے کہ جب تم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے روز ازل سے روز آخر تک کے تمام ”ماکان وما یكون“ کا علم ثابت کیا تو اس میں وہ پانچ چیزیں بھی داخل ہو گئیں جنہیں سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا، پھر ان کا خدا سے مخصوص ہونا کدھر گیا۔

اقول: اے شخص تو کتنی جلد بھول گیا، کیا ہم نے تجھے القا نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ خاص ہے کہ اپنی ذات سے علم ہو اور جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہو، رہا مطلق علم عطائی خود اللہ عزوجل کے ثابت کرنے اور ارشاد فرمانے سے اس کے بندوں کے لئے ثابت ہے، کیا تو نے نہ جانا کہ ”ماکان وما یكون“ کا علم اس نبی کریم علیہ وعلی آلہ اکرم الصلاۃ والتسلیم کے لئے ہم نے اپنی طرف سے ثابت نہ کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا اور قرآن نے ثابت کیا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثابت کیا اور صحابہ نے ثابت کیا اور ان کے بعد کے ائمہ نے ثابت کیا جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اور علماء کی عبارتیں صاف اس پر دلالت کرتی ہیں، تو کہاں پھرے جاتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو، کیا اللہ کی آیتوں میں بعض سے بعض کو رد کرتے ہو حالانکہ تم قرآن پڑھتے ہو، کیا تمہیں علم نہیں، کیا تمہارے کان تک نہ پہنچا وہ جو ہم نے تمہیں سنایا کہ اللہ نے ایسی نفی کی جو ٹل نہیں سکتی اور اس طرح ثابت فرما دیا جس سے عدولی ممکن نہیں، تو دونوں میں تطبیق دینا واجب ہوا اور وجوہ تطبیق سے کانوں کو زیور پہنا چکے تو گو یا تم کان لگاتے ہو اور سنتے نہیں اور آنکھ اٹھاتے ہو اور دیکھتے نہیں، اب اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ چیزوں کو گنا اور خاص ان کا ذکر کیا تو ضرور ہے کہ ان کو اپنے غیر پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے میں کوئی زیادتی ہو تو اللہ تعالیٰ کا پتہ بتانا اور غیبوں میں جاری ہوتا ہے ورنہ ان کے خاص ہونے کی خصوصیت باطل ہو جائے گی کہ اب یہ بھی مثل اور غیبوں کے ہو گئیں کہ بتانے سے معلوم ہو جاتی ہیں۔

اقول اولاً: ٹھہر جلدی سے بچ کہ جلدی لغزش لاتی ہے، تو روش مناظرہ پر گفتگو چاہے تو یہ دعویٰ تو نے کہاں سے نکال لیا کہ خاص ہونے میں ان کی کوئی خصوصیت ہے، آیت تو اس طرح ہے:

بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے پانی اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ ہے جاننے والا بتانے والا۔

تو اس آیت میں اس کا بیان کہاں ہے کہ یہ پانچوں سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ خاص ہونے میں اور زیادہ خصوصیت، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ان پانچ سے بعض میں تو کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جو حصہ و تخصیص پر دلالت کرے، جیسے یہ ارشاد کہ پانی اتارتا ہے اور یہ ارشاد کہ پیٹ کی چیزیں جانتا ہے۔ اور ہم نہیں مانتے کہ صرف مقام حمد میں ذکر کرنا مطلقاً اختصاص کا موجب ہو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سمع و بصر و علم سے اپنی ذات کی مدح فرمائی اور ان سے اپنے بندوں کا بھی وصف کیا کہ فرماتا ہے: اس نے تمہارے لئے بنائے کان اور آنکھیں اور دل۔ اور اسی باب سے ہے موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فرمانا: کہ میرا رب بہکتا نہیں اور انبیاء بھی بہکنے سے پاک ہیں، اے قوم مجھ میں کوئی گمراہی نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک اللہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام بھی ظلم سے منزہ ہیں، اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

ثانیاً: ہم نے اختصاص مانا مگر پانچ کو ان میں ایسی خصوصیت کیا ہے کہ اللہ کے بتانے کو بھی انکی طرف راہ نہ رہے کہ یہ اگر ہو تو مفہوم اللقب سے استدلال کے قبیل سے ہوگا (یعنی بعض اشیا کا نام لیکر جو حکم بیان کیا جائے وہ اس پر دلالت کرے کہ وہ حکم ان کے غیر میں نہیں) اور وہ باطل ہے۔ اصول میں اس کے بطلان پر دلائل قائم ہو چکے، اس لئے کہ آیت میں تو پانچ کا لفظ بھی نہیں جسے مفہوم عدد کی طرف پھیرو (یعنی کچھ گنتی گنا کر جو حکم بیان کیا جائے وہ دلالت کرے کہ اس سے زائد کے لئے یہ حکم نہیں) اور حدیث میں اگر پانچ کا لفظ آیا ہے تو اس سے قطع نظر کر کے جو اوپر ہم بیان کر آئے کہ حدیث احاد دربارہ اعتقادنا مفید اعتماد، ہم نہیں مانتے کہ ایسی جگہ عدد زیادہ کی نفی کرتا ہو، کیا تو نے عبیصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد نہ سنا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی کثیر عطاؤں سے خاص کیے گئے ہیں جنکی گنتی اور شمار نہ ہو سکے، اور حدیث دوسرے طریق سے یوں آئی کہ میں انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا، تو پانچ چھ کی نفی کرے گا تو دونوں حدیثوں میں تناقض

ہو جائے گا۔ پھر ان فضائل کے شمار کرنے میں وہ دونوں حدیثیں مختلف ہیں تو ہر ایک میں وہ بات کہی گئی ہے جو دوسری میں نہ شمار ہوئی۔ تو اگر یہ مانیں کہ عدد سے حصر سمجھا جاتا ہے تو صحیح حدیثیں کہ ائمہ کے نزدیک سب مقبول ہیں متعدد جگہ ایک دوسرے کی نفی کریں گی، اور بندہ ضعیف نے جتنی حدیثیں اس روش پر چلیں ان کو اپنے رسالہ ”البحث الفاحص عن طرق احادیث الاختصاص“ میں جمع کیا تو انہیں پایا کہ دو سے دس تک گنتی ہے، اور ہر ایک میں وہ بات مذکور ہے جو دوسری میں نہیں، اور خصائص جو ان میں مذکور ہوئے تیس سے بھی بڑھ گئے، تو کہاں پانچ اور کہاں چھ، اور جو شخص جامع صغیر اور اس کے ذیل اور جمع الجوامع سے ملٹ اور اربع اور خمس کے باب تفتیش کرے وہ یقین کر لے گا کہ ایسی جگہ عدد کہیں حصر کا حکم نہیں کرتی، اور شاید تو کہے کہ یہ سب تو ظاہر بات ہے مگر آخر خاص ان پانچ کے ذکر فرمانے میں کوئی نکتہ تو ہونا چاہئے۔

اقول وباللہ التوفیق: ہاں نکتہ ہے اور کیسا نکتہ بلند و بالا، جلالت نو طرز خوش نما، اور اس میں ایک لطف یہ ہے کہ وہابیہ جو اپنی ذلیل فہموں سے سمجھے یہ ان پر اس کے عکس کا حکم لگاتا ہے، تو کان لگا کر سن وہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے القافر مایا، جان کہ ان پانچ کے سوا غیب اور بہت کثرت سے ہیں یہاں تک کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب ملکر بھی اور غیبوں کے ہزاروں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے، تو اللہ تعالیٰ غیب کا غیب ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے، اور اس کی ہر صفت غیب ہے، اور برزخ غیب ہے، اور بہشت غیب ہے، اور دوزخ غیب ہے، اور حساب غیب ہے، اور نامہ اعمال غیب ہے، اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے، اور قبروں سے اٹھانا غیب ہے، اور فرشتے غیب ہیں، اور ان کے سوا تیرے رب کے لشکر غیب ہیں، اور ان کے سوا اور غیب ہیں کہ جن کی جنسیں تک ہم نہیں گنا سکتے نہ کہ فردیں، اور معلوم ہے کہ یہ سب کے سب یا ان میں اکثر غیب ہونے میں ان پانچ سے بڑھ کر ہیں، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس آئیہ کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا صرف یہی پانچ ذکر فرمائے، تو انہیں اس لئے نہیں گنایا کہ یہ غیبت و خفا کے اندر زیادہ داخل ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کا ہنوں کا تھا، اور وہ کافر علم غیب کا ادعا رکھتے تھے، رمل سے، لزوم سے، قیافہ سے، عیافہ سے، زجر سے، طیر سے، اور پانسوں سے، اور ان کے سوا اپنی اور ہوسوں سے جو اندھیریوں سے ڈھانپی ہوئی تھیں، اور وہ ان چیزوں سے جو ہم نے ذکر کیں مثلاً ذات و صفات الہی اور آخرت اور فرشتے کچھ بحث نہ رکھتے تھے، اور نہ ان

چیزوں کے جاننے کی ان بربادی کی طرف بلانے والوں کی فنون میں کوئی راہ تھی، وہ تو یہی بات بکا کرتے تھے کہ مینہ کب ہوگا اور کہاں ہوگا، اور پیٹ کا بچہ لڑکی ہے یا لڑکا، اور کسب اور تجارتوں کے حال اور یہ کہ ان میں کسے فائدہ ہوگا اور کسے نقصان، اور یہ کہ مسافر اپنے گھر پلٹے گا یا وہیں پر دیس میں مرجائے گا، تو یہ چار چیزیں خاص ذکر کی گئیں بایں معنی کہ یہ چیزیں جن کے علم کا تم اپنے باطل فنون سے ادعا کرتے ہو ان کا علم تو اسی بادشاہ جلیل کے پاس ہے، بے اس کے بتائے اس کی طرف کوئی راہ نہیں، اور ان چار کے ساتھ علم قیامت کو بھی شامل فرمالیا کہ یہ بھی انہیں باتوں کی جنس سے تھی جن سے بحث کرتے تھے یعنی موت، تو اکادکا آدمیوں کی موت سے بحث کرتے تھے اور قیامت تمام اہل زمین کی موت ہے، اور بیشک جو فن نجوم جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس فن کے زعم پر ستاروں کی دلالت خاص حادثوں کی بہ نسبت عام کے لئے بہت زائد ہے اور کسی ایک گھر کی خرابی یا ایک شخص کی موت کے لئے ان کے پاس کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر وہ اپنے زعم میں بھی یقین کر سکیں، اس واسطے کہ ستاروں کی نظریں اور جوگ اور باہمی نسبتیں اور دلائل جزئی باتوں میں اکثر ایک دوسرے کے خلاف پڑتی ہیں بلکہ کسی کے زائچہ پیدائش یا عمر کے زائچہ سال میں کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جو ستارہ کسی گھر میں ہو یا اس کی طرف دیکھ رہا ہو وہ قوت و ضعف کی باہم مزاحمت سے خالی ہو، تو اگر ایک طرف سے بدی پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب سے بھلائی پر، اور وہ بس اٹکل دوڑاتے ہیں، اور ایک جانب کو ترجیح دیتے ہیں، اور جدھر کا پلا ان کے نزدیک جھکتا ہے اس پر حکم لگا دیتے ہیں مگر عالم میں انقلاب عام کے لئے ان کے یہاں ایک قاعدہ قرار پایا ہوا استمراری ہے اور وہ قرآن اعظم ہے یعنی دونوں اونچے ستاروں زحل و مشتری کا مینوں بروج آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اول میں جمع ہونا جیسا کہ زمانہ طوفان نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھا، اور معلوم ہے کہ حساب سے آنے والے قرآن بھی یوں ہی معلوم ہو سکتے ہیں جیسے گزرے ہوئے اور یہ کہ وہ کتنے برس کے بعد ہوگا اور کیا ہوگا اور یہ کہ کس برج کے کس درجہ بلکہ کس دقیقہ میں ہوگا اور کس طرف ہوگا اور کتنے دنوں رہے گا اور ایک ستارہ دوسرے کو چھپا لے گا یا کھلا رہے گا اور ان کے سوا اور باتیں، اس لئے کہ ستارے تو ایک مضبوط حساب کے پابند تھے ہوئے ہیں، یہ زبردست جاننے والے کا اندازہ مقرر فرمایا ہوا ہے، تو قیامت کے ذکر سے ان پر تو بیخ فرمائی گئی کہ تمہارے ان علموں کی

اگر کچھ حقیقت ہوتی جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے قیامت کا علم تمہیں زیادہ جلد آ جاتا مگر تم نہیں جانتے، تم تو یوں ہی اٹکل دوڑائے جاتے ہو، تو ان پانچ چیزوں کے خاص ذکر کا یہ نکتہ ہے، اللہ خوب جانتا ہے اور درستی فکر پر اللہ ہی کے لئے حمد ہے، اسے خوب مضبوطی سے سمجھ لو کہ یہ اس کرم والے گھر (یعنی خانہ کعبہ کے فیضوں سے ہے اور نبی رحیم علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدد سے اس وقت تازہ ذہن میں آنے والا۔

ثالثاً: ہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اللہ عز و جل نے فرمایا تم فرما دو کہ آسمان وزمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص پانچ چیزوں کو فرمایا اور اللہ عز و جل نے عام حکم فرمایا، اور ہم سب پر ایمان لائے، اس لئے کہ خاص عام کی نفی نہیں کرتا تو ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے، اور اس کے سوا اور غیب جو ان سے علو و شرف و دقت و لطافت میں زائد ہیں انہیں بھی کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

اقول: بلکہ کوئی کچھ نہیں جانتا سوائے اللہ کے بلکہ حقیقی وجود کسی کے لئے نہیں سوا اللہ کے اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے تمام مقولوں میں سب سے زیادہ سچا لبیب کے اس قول کو فرمایا، سن لو ہر شئی بے حقیقت ہے سوا اللہ کے اور ہمارے یہاں قرار پا چکا ہے کہ لا الہ اللہ کے معنی عام لوگوں کے نزدیک تو یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اور خواص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں، اور خاص الخاص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا، اور جو نہایت کو پہنچ گئے ان کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں اور یہ سب معنی حق ہیں اور ایمان کا مدار پہلے پر ہے، اور صلاح کا مدار دوسرے پر، اور سلوک کا تمام تیسرے پر، اور وصول الی اللہ کا مدار چوتھے پر، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب معنی میں سے پورا حظ عطا فرمائے اپنے احسان و کرم سے آمین۔

اور بیشک سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ اور اس کے سوا کوئی نہیں اور بیشک آپ تمام مغیبات کے امین ہیں، اور بیشک آپ اے طیب و طاہر آباء و امہات کے فرزند! تمام رسولوں

سے زیادہ شفاعت کے معاملہ میں اللہ سے قریب ہیں۔ آپ میرے سفارشی بن جائیے جس دن آپ کے سوا کوئی سفارشی سواد بن قارب کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ مسند امام احمد میں ہم کو یونہی روایت آئی (کہ اللہ کے سوا کوئی شئی نہیں) اگرچہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

اقول: سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اول اللہ کے سوا ہر چیز سے وجود کی نفی فرمائی۔
دوم ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے غیبوں کا علم ثابت کیا کہ حضور کو تمام غیبوں پر امین بنایا، اور جو کسی چیز کو نہ جانتا ہو اس پر امین کیا ہوگا۔

سوم اس پر ایمان لائے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت عطا ہو چکی ہے جیسے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث صحیح مسلم میں فرمایا کہ مجھے شفاعت عطا کی گئی، نہ جیسے وہابیہ کہتے ہیں کہ ابھی حضور کو شفاعت نہیں دی گئی حضور کو قیامت ہی کے دن اس کا اذن ملے گا، وہ اس سے یہ قصد رکھتے ہیں کہ دنیا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد نہ کی جائے کہ وہ ابھی شفاعت پر قادر نہیں، اور اللہ عز و جل کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے خاص علاقہ والوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی بخشش چاہو۔ اور اللہ عز و جل کا یہ ارشاد کہ اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہو کر خدا سے معافی چاہیں اور معافی مانگیں ان کے لئے رسول تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

ان آیتوں کو وہابیوں نے ایسا پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔
چہارم اس پر ایمان لائے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے نہ وہ جیسا کہ وہابیہ کا پیشوا (اسمعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں) کہتا ہے: اللہ تعالیٰ جب کسی پشیمان توبہ کرنے والے کی بخشش کیلئے حیلہ کرنا چاہے گا تو جسے چاہیگا اس کا شفیع کر دیگا کسی کی خصوصیت نہیں اور پشیمان توبہ کرنے والے کی قید اس واسطے ذکر کی کہ دہلوی مذکور کے نزدیک شفاعت ایسے ہی شخص کی ہوگی نہ اس گنہگار کی جس نے توبہ نہ کی۔

پنجم سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہابیہ پر رد فرمانے کے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کی۔

ششم پہلے جو یہ کہا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے

اس سے ترقی کر کے شفاعت کو حضور ہی میں منحصر کر دیا اور یہی حق ہے، اور سب شفاعت کرنے والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور اللہ عز وجل کے حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام انبیاء کی شفاعت کا میں مالک ہوں اور کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرماتا۔

ہفتم انہوں نے ثابت کیا کہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑیں حضور انہیں کام آئیں گے، اس میں پیشوائے وہابیہ (اسمعیل دہلوی) کا رد فرمایا جو یہ بک گیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے بھی کام نہ آئیں گے، پھر اوروں کی کیا گنتی، تو ان عزت والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان تھوڑے سے الفاظ کا عظیم نفع دیکھو۔ اور بیشک حدیث ناطق ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی یہ سب باتیں برقرار رکھیں، یہ سمجھ لو اور اللہ عز وجل فرماتا ہے: جس دن اللہ جمع کرے گا رسولوں کو ان سے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے: ہمیں کچھ علم نہیں۔

اقول: تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اصل حقیقت پر کلام کیا اور اپنے علم سے بالکل نفی فرمائی اس لئے کہ سایہ جب اصل کے سامنے آتا ہے تو اسے کوئی دعویٰ نہیں رہتا۔ اور ملائکہ نے عرض کی پاکی ہے تیری ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، تو ملائکہ نے حقیقت عطا کی پر کلام کیا تو وہ استثنائے، تو انبیاء ملائکہ سے ادب میں زائد اور تعظیم میں بڑھ کر ہوئے، ان سب پر درود و سلام، پھر ملائکہ کو بھی یاد آیا تو وہ پلٹے اور حصر کر دیا کہ بیشک تو ہی ہے علم والا حکمت والا، یعنی تیرے سوا کسی کو علم نہیں۔ اور خلاصہ یہ کہ سب اللہ ہی کے واسطے ہے اور کہ کوئی بے عطائے الہی کچھ نہیں جانتا، تو بات اسی طرف پلٹے گی جو ائمہ کرام نے تحقیق فرمادی کہ نفی اس کی ہے کوئی بذات خود بے عطائے الہی جانے، اور ہمارے بعض اصحاب نے روض النضر شرح جامع الصغیر من احادیث البشیر والندیر سے نقل کیا کہ فرماتے ہیں: رہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اس کے، اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پانچ کو خود بخود کوئی نہیں جانتا سوا اس کے، لیکن کبھی خدا کے بتائے سے معلوم ہوتی ہیں کہ یہاں ان کے جاننے والے موجود ہیں اور ہم نے ان کا علم کئی شخصوں کے پاس پایا جیسا کہ ہم نے ایک گروہ کو دیکھا کہ انہیں معلوم تھا کہ کب انتقال کریں گے، اور پیٹ کے بچہ کو عورت کے زمانہ حمل میں جان لیا اور اس

سے پہلے، انتہی۔

میں کہتا ہوں اور امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور اور امام اجل نور الدین ابی الحسن علی بنی شطونی کی ہجۃ الاسرار اور امام اسعد عبداللہ یافعی کی روض الریاحین اور خلاصۃ المفخر اور ان کے سوا اولیاء کرام کی اور کتابوں میں اولیاء کرام سے اس باب میں بہت روایات ہیں جن کا انکار نہ کریگا مگر محروم، اللہ ہمیں ان کی برکتوں سے محروم نہ فرمائے۔ اور اسی طرح امام ابن حجر مکی نے شرح ہمزہ میں ان پانچ میں سے علم غیب عطا ہونے کی تصریح فرمائی جہاں فرماتے ہیں: انبیاء اور اولیاء کا علم اللہ ہی کے بتانے سے ہے اور ہم جو کچھ ان سے جانتے ہیں وہ انبیاء و اولیاء کے بتائے ہی سے ہے، اور یہ وہ علم الہی نہیں جو اس کے ساتھ خاص ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفتوں سے ہے جو قدیم ازلی دائم ابدی ہیں، بدلنے اور حدوث و نقصان کی علامتوں اور ساجھے اور بانٹے سے منزہ ہیں یہاں تک کہ فرمایا کہ اس کے منافی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بعض خاص بندوں کو غیبوں کا علم دینا، یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کی نسبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا انتہی۔

اور اسی لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے نیچے کہ پانچ چیزیں ہیں جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا یوں فرمایا: کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پانچ چیزوں کو بے خدا کے بتائے اپنی عقل سے کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ یہ پانچوں ان غیبوں میں سے ہیں جو بے اللہ عز و جل کے بتائے معلوم نہیں ہوتے۔

اور یہ ہیں امام اجل بدر الدین محمود عینی کہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام قرطبی نے فرمایا: اس حدیث سے ثابت ہے کہ ان پانچوں غیبوں کے جاننے میں کسی کے لئے طمع کی جگہ نہیں اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کو کہ اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان پانچ سے تفسیر فرمایا، تو جو کوئی ان پانچ میں سے کسی کا دعویٰ کرے اور اس علم کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے نہ بتائے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے انتہی

تو دیکھو صرف اسے جھوٹا بتایا جو ان پانچ کا علم اپنے لئے بغیر واسطہ عالم ”ماکان وما یکون“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے، تو نہایت بلند آواز سے پکار کر یہ فائدہ بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پانچ غیبوں کو جانتے ہیں اور اولیاء میں سے جسے چاہیں بتا دیتے

ہیں، تاگزیر علامہ ابراہیم بیجوری نے شرح بردہ شریف میں تصریح فرمادی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ پانچ غیب بتا دئے انتہی۔

اقول: یہ پانچ تو جیسا ہم بیان کر آئے نہایت کھلے ہوئے غیبوں میں سے ہیں جنکا شمار وہی جانے جس نے بتایا، جل جلالہ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔ کیا ان ظاہر باتوں میں جو باڑہ کے کنارے رکھی ہوئی ہیں ان سے بخل کرے گا اور مضمون کو شنوائی نے جمیع النہایۃ میں بطور حدیث کے بیان کیا کہ بیشک مروی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ لے گیا یہاں تک کہ حضور کو ہر شے پر اطلاع بخشی انتہی۔

میں کہتا ہوں: اور بیشک ہم وہ آیتیں تلاوت کر چکے جو اس مطلب کی تصریح فرما رہی ہیں اور وہ صحیح حدیثیں جو اس مضمون کو صاف بتا رہی ہیں۔ نیز اس میں بعض مفسرین سے یہ عبارت نقل کی کہ ان پانچ غیبوں کو اپنے پاس سے بذات خود اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور بالواسطہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں انتہی۔

میں کہتا ہوں: بلکہ اب تو وہ غیر خدا کے ساتھ خاص ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم میں واسطہ ہونا محال ہے، کتاب ابریز میں اپنے پیرومرشد ہمارے سردار عبدالعزیز سے نقل فرمایا کہ اس آیت میں جو پانچ غیب مذکور ہیں ان میں سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اور پانچ غیب حضور پر کیوں کر مخفی رہیں حالانکہ حضور کی امت میں سے ساتوں قطب ان پانچوں کو جانتے ہیں حالانکہ وہ ساتوں غوث سے نیچے ہیں پھر کجا غوث، پھر کجا وہ جو تمام اگلوں پچھلوں کے سردار ہیں، وہ جو ہر شے کے سبب ہیں، وہ کہ ہر شے انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہی۔

میں کہتا ہوں: ساتوں قطب سے ابدال مراد ہیں کہ وہ ستر ابدال کے اوپر دونوں اماموں کے نیچے ہوتے ہیں جو غوث کے دونوں وزیر ہیں، نیز ابریز میں انہی سید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ان پانچ غیبوں کا معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیونکر چھپا ہے حالانکہ حضور کی امت مرحومہ میں سے کوئی صاحب تصرف تصرف نہیں کر سکتا جب تک کہ ان پانچوں کو نہ جانے انتہی۔ تو اے منکرو! ان کلاموں کو سنو اور اولیا اللہ کی تکذیب نہ کرو کہ ان کی

مکذیب دین کی بربادی ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مکر نے والوں سے انتقام لیگا، اللہ تعالیٰ اپنے عارف بندوں کا صدقہ ہمیں پناہ دے، آمین۔

الحاصل قرآن کا کوئی رد کرنے والا نہیں کہ وہ ہر شے کے لئے تفصیل اور روشن بیان ہے، اور یہ کہ اس نے عالم میں کوئی بات اس میں اٹھانہ رکھی اور ان آیتوں اور منفی علم غیب میں تطبیق ظاہر و روشن ہو چکی تو اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

رابعاً قول: اور اللہ ہی کی قوت سے جو لان کرتا ہوں، اے یہ شخص کہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے میں اور سب غیبوں میں ان پانچ کو زیادہ خصوصیت ہے تو اس سے کیا مراد لیتا ہے یہ کہ ان میں سلب عموم ہے نہ ان کے غیر میں (یعنی ان کا علم محیط دوسرے کو نہیں) یا عموم سلب (یعنی دوسرا ان میں سے کچھ نہیں جانتا) تو پہلی تقدیر پر یہ ثابت ہوگا کہ ان پانچ کے سوا اللہ کے جتنے غیب ہیں سب بتا دئے گئے تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام یا خاص ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پانچ کے سوا اپنے تمام غیب بتا دئے جن میں کچھ باقی نہ رہا، رہے یہ پانچ یہ سب کے سب حضور کو نہ بتائے اگرچہ ان میں بعض بتا دیئے، بر تقدیر ثانی حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ میں سے اصلاً کوئی چیز کسی کو کبھی نہ بتائی بخلاف باقی غیبوں کے کہ ان میں سے جس کو چاہا بتا دیا، پہلے معنی یقیناً باطل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم رب الارباب کی ذات اور اس کی جملہ صفات کو ایسے کامل احاطہ کے ساتھ محیط ہو جس کے آگے اصلاً پردہ نہ رہے، نیز حضور کا علم جملہ سلاسل متناہیہ کو محیط ہو جو غیر متناہی در غیر غیر متناہی بار ہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے کہ یہ سب کے سب ان پانچ سے الگ ہیں اور اس کے تو ہم اہلسنت قائل نہیں کہ وہابیہ جنہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانے ہی پر کمر باندھی ہے، اور دوسرے معنی بھی کھلے باطل ہیں کہ ان پانچ میں سے بعض کا علم اس کے لئے جسے اللہ نے دینا چاہا ضرور ثابت ہے۔

خطیب اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ مجھ سے ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان فرمائی کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہو کر گزری حضور نے فرمایا: تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں لڑکا ہے، جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے حضور لانا، ام الفضل نے عرض کی: یا رسول اللہ میرے حمل کہاں

سے آیا حالانکہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ عورتوں کے پاس نہ جائیں، ارشاد ہوا: بات وہی ہے جو ہم نے تم سے ارشاد فرمائی۔ ام الفضل فرماتی ہیں: جب لڑکا پیدا ہوا، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی اور اپنا لعاب دہن اقدس اس کے منہ میں ڈالا اور اس کا عبد اللہ نام رکھا، اور فرمایا: لیجاء خلفا کے باپ کو، میں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کا ارشاد بیان کیا وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ام الفضل نے ایسا کہا، فرمایا: بات وہی ہے جو ہم نے ان سے کہی، یہ خلیفوں کا باپ ہے یہاں تک کہ ان میں سے سفاح ہوگا، یہاں تک کہ ان میں سے مہدی ہوگا۔

اقول: تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ جان لیا جو پیٹ میں تھا اور وہ جانا جو اس سے بہت زیادہ ہے، وہ جان لیا جو پیٹ کے بچے کی پیٹھ میں ہے اور وہ جان لیا جو پیٹ کے بچے کی پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے، اور وہ جان لیا جو کئی پشت نیچے تک پیٹ کے بچے کی پیٹھ والے کے پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ خلیفوں کے باپ کو لے جا اور فرمایا: انہیں میں سے سفاح ہے، انہیں میں سے مہدی ہے، اور مدینہ کے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا مال جو غابہ میں تھا اس میں سے بیس وسق چھوہارے ام المؤمنین کو ہبہ فرمائے تھے کہ درختوں پر سے اتر والیں، جب صدیق اکبر کے وصال کا وقت آیا ام المؤمنین سے فرمایا: اے پیاری بیٹی، خدا کی قسم کسی شخص کی تو نگری مجھے تم سے محبوب نہیں اور اپنے بعد کسی کی محتاجی تمہارے برابر مجھ پر دشوار نہیں، اور میں نے تم کو بیس وسق چھوہارے ہبہ کئے تھے کہ درختوں پر سے اتر والو تو اگر تم نے وہ کٹوا کر قبضے میں کر لئے ہو تے تو وہ تمہارے ہوتے اور آج تو وارث کا مال ہے اور وارث تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں ہیں تو اسے حسب فرائض اللہ تقسیم کر لینا۔ ام المؤمنین نے عرض کی: اے میرے باپ! خدا کی قسم اگر اتنا اور اتنا مال ہوتا میں جب بھی چھوڑ دیتی، میری بہن تو ایک اسما ہے دوسری کون ہے؟ فرمایا: وہ جو بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے، میرے علم میں وہ لڑکی ہے۔

اور ابن سعد نے طبقات میں یوں روایت کی کہ صدیق نے فرمایا کہ وہ بنت خارجہ کے

پیٹ میں ہے میرے دل میں الہام کیا گیا کہ وہ لڑکی ہے، تو اس کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، اس پر ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

اور بیشک بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ بچہ دان پر ایک فرشتہ مقرر ہے کہ وہ بچہ کی صورت بناتا ہے نر اور مادہ، اور خوبصورت اور بدصورت، اور اس کی عمر اور اس کا رزق لکھتا ہے، اور یہ کہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت، تو وہ جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس پر کیا گزرے گا۔

اور صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خیبر کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ کل ضروریہ نشان اس مرد کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح کرے، وہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔ دوسرے دن وہ نشان حضور نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات قسم کی روش پر لام تاکید اور نون تاکید سے موکد کر کے بیان فرمائی تو حضور کو یقیناً معلوم تھا کہ میں کل کیا کروں گا،

اور بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضور کا وصال اقدس مدینہ طیبہ میں ہوگا، تو انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: ہماری زندگی وہاں ہے جہاں تمہاری زندگی اور ہمارا انتقال بھی وہاں ہے جہاں تمہاری موت، یہ حدیث مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے ارشاد فرمایا: اے معاذ قریب ہے کہ تو مجھ سے اس سال کے بعد (دنیا میں) نہ ملے گا اور امید ہے کہ تو میری اس مسجد اور میرے مزار پاک پر گزرے۔ یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی۔

اور صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اعلان دیا تو وہ چلے یہاں تک کہ بدر میں اترے، وہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین پر جگہ جگہ دست اقدس سے بتایا کہ یہ فلاں کافر کے کچھڑنے کی جگہ ہے، اور یہ فلاں کی، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں

ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا وہیں اس کی لاش گری، اس سے اصلاً تجاوز نہ کی۔

اور انہیں کی حدیث میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا جو حدیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے مقرر فرمادی تھیں کسی نے اس حد سے خطا نہ کی، یہ بھی مسلم کی روایت ہے۔

اور یہ ہیں ہمارے سردار علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جب وہ رات آئی جس کی صبح انہوں نے شہادت پائی، رات میں بار بار مکان سے باہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے، اور فرماتے خدا کی قسم نہ میں غلط کہتا ہوں نہ مجھ سے غلط کہا گیا، یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا، اور بطلیں حضور کی طرف حضور کے مواجہہ میں چلاتی ہوئی آئیں لوگوں نے ان کو ہانکا فرما یا رہے دو کہ یہ نوحہ کر رہی ہیں۔

اور رسول اللہ کے صحابہ میں سے ایک صحابی اقرع بن شفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً جانتے تھے کہ کس زمین میں ان کا انتقال ہوگا۔

اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس بارے میں کلام اصحاب کرام و اولیائے عظام (اللہ ہمارے لئے انہیں دونوں جہان میں نفع بخش فرمائے) ایک سمندر ہے جس کی تھاہ نہیں ملتی اور اسکے پانی کا سارا انبوہ کھینچے نہیں کھینچتا لیکن میں ایک حدیث جو قائم مقام بہت سی حدیثوں کے ہے ذکر کرتا ہوں جس سے منکر کا سینہ پھٹ جائے اور خبیث دل جل جائے۔

امام اجل عارف افضل ولی اکمل، شیخ القراء عمدة العلماء زبدة العرفاء، سیدنا امام ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر نخعی شطونی مصری وہ ہیں جن کی شاگردی کا شرف امام اجل ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد جزری صاحب حصن حصین نے اختیار کیا، اور انکی مجلس میں امام فن رجال شمس ذہبی صاحب میزان الاعتدال نے حاضری دی، اور طبقات قراء میں ان کو ذکر کیا اور انہیں سراہا، اور امام اجل عارف باللہ عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرآة الجنان میں انہیں امام کہا، اور بڑے بڑے جلالت و عظمت والے القاب سے ادا کیا، اور امام جلیل القدر جلال سیوطی نے حسن المحاضرہ میں امام یکتا فرمایا، وہ اپنی کتاب مستطاب چمکانے والی انوار کی، اسرار کی جامع جو اس کے لائق کہ سینوں پر خجروں سے تحریر کی جائے، یعنی بختہ الاسرار و معدن الانوار وہ کہ جس کے متعلق شیخ عمر عبد الوہاب فرضی حلبی نے فرمایا کہ درحقیقت میں نے اس میں

تلاش کیا تو میں نے کوئی نقل ایسی نہ پائی جس کی متابعت کرنے والے نہ ہوں اور اکثر نقول اس میں وہ ہیں جنہیں امام یافعی نے اسنی المفخر اور نشر المحاسن اور روض الریاحین اور شمس الدین ترکی حلبی نے بھی کتاب الاشراف میں نقل کیا، یوں ہی نقل کیا کشف الظنون میں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس کو کوتاہ میں کی اعانت ہی کے لئے ذکر کیا ورنہ آفتاب محتاج تو صیف نہیں۔

سیدی عارف باللہ جلیل القدر مکارم النہر خالصی قدس سرہ جو کہ اجل خلفائے سیدی علی بن ہتی سے ہیں (اللہ ان کی برکتوں سے ہمیں نفع دے) اور یقیناً دیدار فرحت آثار ولی اولیاء و شگیر دو عالم غوث الاعظم والمعظم سے مشرف ہوئے، اور کہتے ہیں کہ میری آنکھ نے محی الدین عبدالقادر جیسا پیر نہ دیکھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین۔ جس کی عبارت یہ ہے:

ہمیں خبر دی شیخ ابوالفتح داؤد بن ابی المعالی نصر بن شیخ ابی الحسن علی بن شیخ ابی المجد مبارک ابن احمد بغدادی حریری حنبلی نے انہوں نے کہا، ہمیں خبر دی میرے والد نے کہا: میں نے اپنے دادا ابوالمجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا فرماتے تھے کہ میں ایک دن شیخ مکارم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے گھر نہر خالص پر تھا تو میرے دل میں خطرہ گزرا کہ کاش میں حضور کی کچھ کرامت دیکھتا تو حضور نے مسکراتے ہوئے میری طرف التفات فرمایا: عنقریب پانچ شخص ہمارے پاس آئیں گے ان میں سے ایک عجیبی ہے گورا سرخ رنگ والا اس کے سیدھے رخسار پر تل ہے اسکی عمر کے نو مہینے باقی ہیں، پھر اسے بطائح میں شیر پھاڑ ڈالے گا پھر اسے اللہ تعالیٰ اٹھائے گا اور دوسرا عراقی سرخ سفید کانالنگڑا ہمارے پاس ایک مہینہ مرلیض رہے گا پھر مر جائے گا، اور ایک مصری گندم گوں اس کے بانیں ہاتھ میں چھ انگلیاں ہوں گی، بانیں ران میں نیزے کا کوئچہ ہوگا جو اسے تیس برس سے پہنچا ہوگا۔ ہندوستان میں بحالت تجارت بعد تیس برس کے مرے گا، اور ایک شامی گندمی رنگ انگلیوں پر گٹا پڑا ہوا وہ زمین حریم میں تیرے گھر کے دروازہ پر مرے گا بعد سات برس تین مہینے سات دن کے، اور ایک یمینی گورا وہ نصرانی ہے، اس کے لباس کے نیچے زنار (جنیو) ہے، اپنے ملک سے تین برس ہوئے نکلا اور اس نے کسی کو نہ بتایا تا کہ مسلمانوں کی جانچ کرے کہ کون اس کا اظہار حال کرتا ہے اور یقیناً عجیبی نے بھونا ہوا گوشت چاہا، اور عراقی نے بٹ چاول کے ساتھ، اور مصری نے شہد کے ساتھ گھی، اور شامی نے شامی سیب، اور یمینی نے انڈا نیم برشت چاہا، اور کسی نے اپنی خواہش دوسرے کو نہ بتائی اور عنقریب

ہمارے پاس ان کے کھانے اور ان کی خواہشات پہ کثرت ہر جگہ سے ہمارے پاس آئیں گی ولہ الحمد ابوالمجد نے فرمایا کہ خدا کی قسم ذرا دیر نہ ہوئی تھی کہ پانچوں آگے جیسا کہ شیخ نے بیان کیا تھا اور ان کے حلیوں میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی۔ میں نے مصری سے اس کی ران کے زخم کا حال دریافت کیا تو اسے میرے پوچھنے سے اچنبھا ہوا اور کہا کہ یہ زخم مجھے تیس برس ہوئے جب پہنچا تھا۔ پھر ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ ان کی تمام خواہشوں کی تمام اقسام تھیں وہ حضرت شیخ کے سامنے رکھ دیں تو شیخ نے اسے حکم دیا اس نے ہر ایک کے سامنے اس کی خواہش کی چیز رکھ دی اور اس سے کہا کہ جو تم چاہتے ہو وہ کھاؤ تو انہیں غشی طاری ہو گئی جب افاقہ ہوا تو یمنی نے شیخ سے عرض کیا کہ اے سردار کیا تعریف ہے اس شخص کی جو مخلوق کے بھیدوں پر آگاہ ہے، فرمایا بے شک وہ جانتا ہے کہ تو نصرانی ہے اور تیرے کپڑوں کے نیچے زنا رہے، تو وہ شخص چیخ پڑا اور شیخ کی طرف کھڑا ہوا اور اسلام لایا تو شیخ نے فرمایا کہ اے میرے لڑکے ہر وہ شخص جس نے مشائخ سے تجھے دیکھا تو یقیناً تیرا حال جان لیا لیکن وہ جانتے تھے کہ تیرا اسلام میرے ہاتھ پر ہے وہ تیری بات سے رکے فرمایا بلاشبہ انکی وفات ویسی ہی ہوئی جیسے شیخ نے خبر دی تھی اسی وقت مذکور پر اور بعینہ اسی جگہ بلا تقدیم و تاخیر کے اور عراقی مراشیخ کے پاس اسی زاویہ میں بعد اس کے کہ مہینہ بھر مریض رہا اور میں اس کے جنازہ کے نمازیوں میں تھا اور شامی مرا ہمارے پاس حریم میں میرے گھر کے دروازہ پر پڑا تھا، اور آواز دی گئی تو میں باہر آیا تو ناگاہ وہ ہمارا رفیق شامی تھا اس کی موت میں اور اس کے وقت میں کہ میں اس کے ساتھ شیخ سے ملا تھا سات برس تین مہینے سات دن تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ تو دیکھو یہ خادم خادمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انہوں نے ایک جان کے متعلق بہتر (۷۲) غیوں کی خبر دی جن میں رازدرون سینہ، مرنے کی جگہ اور موت کے اوقات اور موت کے اسباب اور وہ کل کیا کرے گا اور اس کے ماسوا اور اگر تجھے شک ہو جو میں نے تعداد ذکر کی تو پھر گن۔ اطلاع اوپر خطرہ ابوالمجد کے خبر دینا کہ عنقریب ہمارے پاس آئیں گے پانچ آدمی، ایک ان میں کا عجیبی ہے، دوسرا عراقی، تیسرا مصری، اور چوتھا شامی، اور پانچواں یمنی، یہ آٹھ غیب ہوئے۔ پھر عجیبی کے متعلق گیارہ غیب کہ وہ گورا ہوگا، اس کی سپیدی میں سرخی ملی ہوگی، اور اس کے تل ہوگا، اور وہ اس کے رخسار پر اور یہ رخسار سیدھا ہوگا، اور گوشت کی خواہش کرے گا، اور اسکی خواہش بھنے ہوئے گوشت کی ہوگی نہ پکے ہوئے یا سو

کھے کی، اور وہ نو مہینے بعد مرے گا، اور اس کی موت شیر کے پھاڑنے سے ہوگی، اور یہ بطائح میں ہوگی، اور وہیں دفن کیا جائے گا۔ اور وہاں سے منتقل نہ ہوگا اور یہیں سے اس کا حشر ہوگا۔ یونہی متعلق بعراقی گیارہ غیب ہیں۔ وہ گورا ہے، اور اس میں سرخی جھلکتی ہے، اور آنکھ میں پھلی ہے، اور اسکے پاؤں میں لنگ ہے، اور بٹ چاہے گا، اور یہ کہ اسے چاولوں کے ساتھ کھائے گا، اور یہ شخص بیمار ہوگا، اور ایک مہینہ تک مرض میں ممتد رہے گا، اور اسی سے مر جائیگا، اور یہاں مرے گا، اور ایک مہینہ بعد مرے گا۔ اور مصری کے متعلق پندرہ غیب ہیں، یہ کہ وہ گندم گون چھنگا اور چھٹی انگلی اٹھائے ہاتھ میں ہوگی، اور اس کے نیزے کا کوئی نچہ ہوگا اور اس کی ران میں ہوگا وہ الٹی ران ہوگی، اور یہ زخم اسے اس کا پورا نہ ہوگا، اور تیس برس کا ہوگا، اور یہ شہد کی خواہش کریگا، بلکہ خالص شہد نہیں گئی سے ملا ہوا۔ اس کا کسب تجارت ہوگی، اور تجارت گاہ اس کی ہندوستان میں ہوگی، اور اپنی آخر عمر تک تجارت ہی کرتا رہے گا، اور وہ ہندوستان میں مرے گا، اور اسکی موت بیس برس کے بعد ہوگی۔ اور شامی کے متعلق نو غیب، گندمی رنگ کا ہوگا جس میں سپیدی غالب ہوگی، موٹے موٹے گٹے پڑی ہوئی انگلیوں والا ہوگا، اور سیب کی خواہش کرے گا، اور شامی سیب چاہے گا، زمین حریم میں مرے گا، اور اسکی موت ابوالجحد کے گھر کے دروازہ پر ہوگی، اور اسکی عمر سے سات برس اور مہینوں میں تین اور ایام میں سے سات باقی ہیں۔ اور یمینی کے متعلق آٹھ، یہ کہ وہ گورا ہوگا اور یمینی گندم گون ہوتے ہیں، وہ نصرانی ہے، اس کے کپڑوں کے نیچے زنا رہے (جنیو) اور اپنے ملک سے مسلمانوں کے امتحان کے لئے نکلا، اور اسے نکلے ہوئے تیس برس ہوئے، اور اس نے اپنی نیت کی کسی کو خبر نہ کی، نہ گھر والوں کو نہ اہل شہر کو، اور اسکی خواہش انڈا ہے اور یہ کہ انڈا نیم برشت تو یہ باسٹھ (۶۲) غیب ہوئے۔ اور پانچ یہ کہ ان سے کوئی دوسرے کی خواہش پر مطلع نہ ہوا۔ اور پانچ یہ کہ ہر ایک کی خواہش کی چیز ہمیں غیب سے ملے گی، تو یہ بہتر (۷۲) غیب پورے ہوئے۔ تو پاکی اس کے لئے جس نے عطا کیا جو چاہا جسے اپنے بندوں میں سے اور اسی کے لئے حمد ہے۔

(الدولۃ المکیۃ ۳۰۵ تا ۳۷۵)

سورة السجدة

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۱) اقل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم ثم الى ربكم

ترجمون۔ ☆

تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن جریر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی فرماتے ہیں۔ ”وكل ملك الموت بقبض ارواح المومنين والملئكة“۔ یعنی ملک الموت مسلمانوں اور فرشتوں کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں۔

الامن والعلی (۱۵)

سورة الاحزاب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴) ماجعل الله لرجل من قلوبين في جوفه ۚ وماجعل ازواجكم
التي تظهرون منهن امهتكم ۚ وماجعل ادعياءكم ابناءكم ۚ ذلكم قولكم
بافواهكم ۚ والله يقول الحق وهو يهدي السبيل۔ ☆

اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے۔ اور تمہاری ان عورتوں کو جنہیں تم ماں کے
برابر کہہ دو تمہاری ماں نہ بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا
ہے۔ اور اللہ حق فرماتا ہے۔ اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قلب وہ عضو ہے کہ سلطان اقلیم بدن محل عقل وفہم و منشائے قصد و اختیار و رضا
و انکار ہے، ایک شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے، دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجد۔ آئیہ کریمہ میں رجل نکرہ
ہے اور تحت نفی داخل ہے تو مفید عموم و استغراق ہے، یعنی اللہ عز و جل نے کسی کے دو دل نہ بنائے
نہ کہ فقط اس شخص خاص کی نسبت انکار فرمایا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”الا ان فی الجسد مضغة اذا
صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهی القلب“ سنتے ہو
بدن میں ایک پارہ گوشت ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو سارا
بدن بگڑ جاتا ہے سنتے ہو وہ دل ہے۔

تو اگر کسی کے دو دل ہوں ان میں ایک ٹھیک رہے ایک بگڑ جائے تو چاہئے معا ایک آن
میں سارا بدن بگڑا اور سنبھلا دونوں ہوا اور یہ محال ہے۔ جو دو دل ہوں۔ ایک نے ارادہ کیا یہ کام
کیجئے، دوسرے نے ارادہ کیا نہ کیجئے، تو اب بدن ایک کی اطاعت کرے گا، یا دونوں کی، یا کسی کی
نہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی اطاعت محال ہے اور کسی کی نہ ہو تو ان میں کوئی قلب نہیں کہ قلب تو

وہی ہے کہ بدن اسی کے ارادے سے حرکت و سکون ارادی کرتا ہے، اور اگر ایک کی اطاعت کریگا دوسرے کی نہیں تو وہ جس کی اطاعت کریگا وہی قلب ہے، اور دوسرا ایک بد گوشت ہے کہ بدن میں صورت قلب پر پیدا ہو گیا۔ جیسے کسی نے کے پنچے میں چھ انگلیاں ہیں۔ اور بعض کے ایک ہاتھ میں دو ہاتھ لگے ہوتے ہیں، ان میں جو کام دیتا ہے اور ٹھیک موقع پر ہے وہی ہاتھ ہے دوسرا بد گوشت ہے۔ ڈاکٹروں کا بیان اگر سچا ہو تو اس کی یہی صورت ہوگی کہ بدن میں ایک بد گوشت بصورت دل زیادہ پیدا ہو گیا ہوگا۔ ہاتھ میں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی اور زائد دونوں ہاتھ کام دیں۔ مگر قلب میں یہ ناممکن ہے۔ آدمی روح انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے، اور روح انسانی متجزی نہیں کہ آدمی ایک دل میں رہے آدمی دوسرے میں۔ تو جس سے وہ اصالتہً متعلق ہوگی وہی قلب ہے دوسرا سلب ہے۔ اور آئیہ کریمہ میں ”یصور کم فی الارحام کیف یشاء“ فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویر بناتا ہے جیسے وہ چاہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ”کیف تشاؤن و بنحیالا تکم تخترعون“ جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گڑھو ویسی ہی تصویر بنادے۔ یہ محض باطل ہے اور اس نے اپنی مشیت بتادی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۱۹۳ تا ۱۹۵)

(۶) النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہتہم واولو الارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتب اللہ من المؤمنین والمہاجرین الا ان تفعلوا الیٰ اولیٰکم معروفاً کان ذلک فی الکتب مسطوراً۔ ☆

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے۔

(۳) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق: زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تمام مسلمین کے ولی الحق و اقدم خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

النبی اولى بالمرء منین من انفسهم“ نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولى بالمرء منین من انفسهم“۔ رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ“ میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

تو جو نماز جنازہ قبل اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نماز اول غیر ولی احق نے پڑھی، ولی احق اختیار اعادہ رکھتا ہے، اسے ان مجتہد صاحب کی صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوگا خصوصاً جب کہ پہلے سے ارشاد فرمایا ہو کہ فلاں مریض جب انتقال کرے، ہمیں خبر دینا کہ آخر یہ ارشاد اسی لئے تھا کہ خود نماز پڑھنے کا قصد تھا تو اگر اوروں کا پڑھنا ثابت ہو تو صرف بے اذن ولی نہیں بلکہ خلاف اذن ولی ہوگا اگرچہ ان کا اطلاع نہ دینا بمقتضائے ادب و محبت ہو جیسا کہ سیکینہ سوداء خادمہ مسجد امحجّن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملہ میں ہے، جب اس کا انتقال ہو مجھے خبر دینا (ان کا جنازہ شب کو تیار ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جگانا خلاف ادب جانا (ابن ابی شیبہ کی روایت موصولہ میں حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے) یہ بھی خوف ہوا کہ رات اندھیری ہے زمین میں ہر طرح کے کیڑے ہوتے ہیں اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا مناسب نہیں، ”قال فدفعنا“ یہ خیال کر کے دفن کر دیا) صبح حضور کو خبر ہوئی، فرمایا: الم امرکم ان تؤذنونی بہا“ کیا میں نے تم کو حکم نہ دیا تھا کہ مجھے اس کی خبر دینا۔ عرض کی: ”یا رسول اللہ کرہنا ان نخرجک لیلا او نو قظک“ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمارے دلوں کو گوارا نہ ہوا کہ رات میں حضور کو باہر آنے کی تکلیف دیں، یا حضور کو خواب راحت سے جگائیں (کہ حضور کا خواب بھی تو وحی ہے کیا معلوم کہ اس وقت حضور خواب میں کیا دیکھتے سنتے ہوں)

صحیح بخاری شریف میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: ”فحقروا شانہا“ صحیح مسلم میں انہی سے ہے: ”وکانہم صغروا امرہا“ یعنی یہ خیال کیا کہ وہ اس قابل نہ تھی کہ اس کے جنازہ کے لئے حضور کو جگا کر اندھیری رات میں باہر لے جائیں۔

مسند امام احمد میں حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لا تفعلوا ادعونی لحنائزکم“ ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلایا کرو۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے حضور نے فرمایا: ”فلا تفعلوا، ما مات منکم میت ما کنت بین اظہرکم الا اذنتمو نی بہ فان صلاتی لہ رحمۃ۔“

ایسا کبھی نہ کرنا جب تک میں تم میں تشریف رکھوں جو شخص مرے مجھے خبر ضرور دینا کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اقول وبالله التوفیق: ابن حبان اپنی صحیح اور حاکم مستدرک میں حضرت یزید بن ثابت انصاری برادر اکبر زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں:

قال خرجنا مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلما وردنا البقيع اذا هو بقبر فسأل عنه فقالوا فلا نة فعرفها فقال الا اذنتموني بها قالوا كنت قائلا صائما قال فلا تفعلوا الا عرفن ما مات منكم ميت ما كنت بين اظہرکم الا اذنتموني بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ۔

یعنی ہم ہمراہ رقاب اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر چلے جب بقیع پر پہنچے ایک قبر نظر آئی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، لوگوں نے عرض کی: فلاں عورت ہے۔ حضور نے انہیں پہچانا، فرمایا: مجھے کیوں نہ خبر کی؟ عرض کی: حضور دو پہر کو آرام فرماتے تھے اور حضور کا روزہ تھا۔ فرمایا: ایسا نہ کرو جب تم میں کوئی مسلمان مرے مجھے خبر کر دیا کرو کہ میرا اس پر نماز پڑھنا رحمت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غیر ہے، وہاں یہ تھا کہ اندھیری رات تھی ہمیں گوارا نہ ہوا کہ حضور کو جگائیں، یہاں یہ ہے کہ دو پہر کا وقت تھا حضور آرام فرماتے

تھے، حضور کو روزہ تھا، اور دونوں حدیثوں میں وہی ارشاد اقدس ہے کہ ایسا نہ کرو ہمیں اطلاع دیا کرو۔ اب خواہ یوں کہ ایک واقعہ کے حضار اور تھے اور دوسرے واقعہ کے لوگوں کو اس حکم کی خبر نہ تھی، خواہ یوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس امر کو ارشادی محض بہ نظر رحمت تامہ حضور روف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم خیال کیا، نہ ایجابی۔ لہذا جہاں تکلیف کا خیال ہوا ادب و آرام کو مقدم رکھا، بہر حال ایسے وقائع ان سب وجوہ مذکور کے مورد ہیں۔ ایک بار کے فرمان سے، کہ خبر دے دیا کرو، باقی بار کا بعد اطلاع اقدس ہونا ثابت نہیں ہو سکتا، کما لا یخفی،

لا جرم طبرانی نے حصین بن وحوج انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

ان طلحة بن البراء مرض فاتاه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعودہ فقال انی لأری طلحة الا قد حدث فیہ الموت فاذنونی بہ وعجلوا فلم یبلغ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی سالم بن عوف حتی توفی، وکان قال لاهله لما دخل اللیل اذا مت فادفنونی ولا تدعوا رسول اللہ فانی اخاف علیہ الیہود ان یصاب بسببی فاخبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین اصبح ملخصا الحدیث

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور یہ فرما گئے کہ اب ان کا وقت آیا معلوم ہوتا ہے، مجھے خبر کر دینا اور تجھیز میں جلدی کرنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محلہ بنی سالم تک نہ پہنچے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے رات آنے پر اپنے گھر والوں کو وصیت کر دی تھی کہ جب میں مروں تو مجھے دفن کر دینا اور حضور اقدس کو نہ بلانا، رات کا وقت ہے مجھے یہود سے اندیشہ ہے مبادا حضور کو میرے سبب سے کوئی تکلیف پہنچے۔ ان کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا، صبح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ وباللہ التوفیق۔

ثم اقول وباللہ استعین: حقیقت ولایت سے قطع نظر کر کے یہاں ایک لطیف تر تقریر ہے کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائز ہوئی، نماز جنازہ شفاعت ہے ”کما صرحت بہ الا حدیث“ جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

احمد و مسلم و ابودود و ابن ماجہ کی حدیث میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس مسلمان کے جنازہ پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائے۔

احمد و مسلم و نسائی نے ام المومنین و انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ترمذی نے صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ما من میت تصلى عليه امة من المسلمين يبلغون مائة كلهم يشفعون له الا شفعوا فيه “ جس میت پر سو مسلمان نماز جنازہ میں شفیع ہوں ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہو۔

اور مالک شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور جو کوئی شفاعت کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”اعطيت الشفاعة: رواه البخاری و مسلم و النسائی عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہما فی حدیث اعطيت خمسا لم يعطهن احد من الانبياء قبلی“ شفاعت مجھے عطا فرمادی گئی ہے۔ اسے بخاری و مسلم اور نسائی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اس حدیث میں کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کو نہ ملیں۔

حضور شافع شفیع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا كان يوم القيمة كنت امام النبیین و خطیبهم و صاحب شفاعتهم غیر فخر: رواه احمد و الترمذی و ابن ماجه و الحاكم با سانيد صحيحة عن ابی بن كعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ “روز قیامت تمام انبیاء کا امام اور ان کا خطیب اور انکی شفاعت کا مالک میں ہوں اور یہ بات کچھ براہ فخر نہیں فرماتا۔ اسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سندوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

تو جو شفاعت بے اذن والا کوئی کرے وہ فضولی کا تصرف ہے کہ اذن مالک پر موقوف رہے گا۔ مالک اگر جائز کر دے جائز ہو جائے گا اور اگر آپ ابتدائے تصرف کرے تو باطل۔

”فان البات اذ طرء علی موقوف ابطله کما نص علیہ الفقهاء فی غیر ما مسئله“ اس لئے کہ قطیعت والا جب کسی موقوف پر طاری ہو تو اسے باطل کر دیتا ہے جیسا کہ فقہاء نے متعدد مسائل میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

مثلاً عمرو ملک زید بے اذن زید بیچ کر دے، زید خبر پا کر روار کھے روا ہے، اور اگر خود از سر نو عقد بیچ کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقد فضولی پر قناعت نہ کی، اب عقد یہی عقد مالک ہوگا نہ عقد فضولی۔ تو صورت مذکورہ میں جس میت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود نماز پڑھیں یہ اعادہ نماز نہ ہوگا، بلکہ نماز اول یہی قرار پانی چاہئے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہی معنی ہیں ہمارے بعض ائمہ کے فرمانے کے کہ نماز جنازہ کا فرض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بے حضور کے پڑھے ساقط نہ ہوتا تھا یعنی حضور خود پڑھیں یا دوسروں کو اذن دیں۔

”کَمَا فَعَلَ فِي الْغَالِ وَ كَانَ يَفْعَلُهُ اُولَا فِیْ مَنْ مَاتَ مَدِيُونًا وَلَمْ يَتْرَكَ وَفَاءً“
 ”جیسا کہ مال غنیمت کے اندر خیانت کرنے والے کے ساتھ کیا، پہلے اس مدیون کے ساتھ ایسا کرتے تھے جو ادائے دین کے لئے کچھ چھوڑ نہ جائے۔“

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲۹۱/۹ تا ۲۹۶)

(۱۳) وَاِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا اِهْلَ يَثْرِبَ لَا مَقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَ
 يَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِنْهُمْ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنْ بَیْوتُنَا عَوْرَةٌ ۭ وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۭ جَ اِنْ
 یَرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَازًا۔ ☆

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے مدینہ والو یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں تم گھروں کو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اذن مانگتا تھا یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے۔ وہ تو نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قول کفار کی حکایت فرماتے ہوئے ارشاد باری ہے۔ اے اہل یثرب! تمہارے لئے مقام نہیں یعنی جائے قرار نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲۳۴/۹)

یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے، وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کر کے یثرب کہتے۔ اللہ عز و جل نے ان پر رد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا۔

عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم : مَنْ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ يَثْرَبَ فَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ، هِيَ طَابَةٌ ، هِيَ طَابَةٌ ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مدینے کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے مدینہ طابہ ہے، مدینہ طابہ ہے۔

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : یَقُولُونَ یَثْرَبُ وَهِيَ الْمَدِیْنَةُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔

عن جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى سَمَّى الْمَدِیْنَةَ طَابَةً ۔

حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عز و جل نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔

(فتاویٰ رضویہ ۶۱/۱۰)

(۲۱) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ

وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ ☆

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ میں مولیٰ جل و علا اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے طریق و روش پر چلنے کی ہدایت فرماتا اور مسلمانوں کو یوں جوش دلاتا ہے کہ دیکھو ہماری یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں ہمارا خوف، ہماری یاد، ہم سے امید، قیامت سے دہشت ہوگی اور موافق مخالف حتیٰ کہ نصاریٰ و یہود و مجوس و ہنود و تمام جہان جانتا ہے کہ اس سرور جہان و جہانیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت دائمہ مستمرہ داڑھی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی، محافظت فرمائی، توکید فرمائی، ہدایت فرمائی، معاذ اللہ کبھی تجویز کے خلاف گنجائش نہ پائی۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲۳/۹)

ہم یہاں بعض احادیث حلیہ کریم یاد کریں کہ ذکر حبیب نور عین و سرور جاں و شادابی
دل و سیرابی ایمان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم -

حدیث: (۱) جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثير شعر اللحية " رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بال کثیر و انبوہ تھے۔ رواہ مسلم و عنہ عند ابن
عساكر كثير شعر الراس واللحية۔

حدیث: (۲) ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فخماً مخفماً يتلأ لؤ وجهه
تلا لؤ القمر ليلة البدر و ازهر اللون و اسع الجبين كثر اللحية " حبیب صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم عظمت والے نگاہوں میں عظیم دلوں میں معظم تھے چہرہ مبارک ماہ دو ہفتہ کی طرح چمکتا
جگمگاتی رنگت کشادہ پیشانی گھنی داڑھی " رواہ الترمذی فی الشماثل والطبرانی فی الکبیر
والبیہقی فی الشعب و رواہ ایضاً فی الدلائل و ابن عساكر فی التاریخ " و

حدیث: (۳) امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

بابی و امی كان ربعة ابيض مشربا بحمرة كثر اللحية " میرے ماں باپ
ان پر قربان میا نہ قد تھے گوار رنگ جس میں سرخی جھلکتی گھنی داڑھی " رواہ ابن عساكر عن ابی
هريرة رضی اللہ عنہ ۔

حدیث: (۴) وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ "كان رسول الله صلى الله

تعالى عليه وسلم ضخماً الهامة عظيم اللحية " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سرمبا
رک بزرگ اور ریش مطہر بڑی تھی۔ رواہ البیہقی

حدیث: (۵) امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بيض اللون مشربا بحمرة
او حج العينين كثر اللحية " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ گوار سرخی آمیز آنکھیں
بڑی خوب سیاہ داڑھی گھنی۔

حدیث: (۶) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم احسن الناس قواماً واحسن الناس وجهاً واطيب الناس ريحاً والين الناس كفاً وكانت له جمعة الى شحمة اذنيه وكانت لحيته قد ملأت من ههنا الى ههنا امر يديه على رضيه۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کی بناوٹ تمام جہاں سے بہتر، چہرہ تمام عالم سے خوبتر، مہک سارے زمانہ سے خوشبو تر، ہتھیلیاں سب لوگوں سے نرم تر، بال کانوں کی لوتک (پھر اپنے رخساروں کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ) ریش مبارک یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی تھی۔

حدیث: (۷) وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ابيض الوجه كثر اللحية احمر الماء في اهداب الاشفار رسول الله تعالى عليه وسلم كامنهم گورا، واڑھی گھنی، آنکھوں کے کودوں میں سرخی، پلکیں دراز ”رواہ جمیعاً ابن عساکر الكل مختصراً۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

”كث اللحية تملؤ صدره“ ریش مطہر گھنی سینہ منور کو بھرے ہوئے۔

یہاں سینے سے مراد اس کا بالائی کنارہ ہے کہ گلے کی انتہا ہے ”صرح به الشرح وهو الواضح الصراح“ اور عادت کریمہ تھی کہ کوئی امر کیسا ہی مرغوب و پسندیدہ ہو جب شرعاً لازم ضروری نہ ہوتا تو بیان جواز کیلئے گاہے ترک بھی فرما دیتے، یا قولاً خواہ تقریراً جواز ترک بتا دیتے، اس لئے علمائے کرام نے سنت کی تعریف میں مع ترک احیاناً اضافہ کیا، یعنی جسے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکثر کیا اور کبھی کبھی ترک بھی فرما دیا ہو، ولہذا محققین فرماتے ہیں: کہ ایسی مواظبت دائمہ ہمیشہ دلیل وجوب ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدر باب الاذان میں فرماتے ہیں: ”عدم الترك مرة دليل الوجوب“ نیز باب الاعتكاف میں فرمایا: هذه المواظبة المقرونة بعدم الترك مرة لما اقترنت بعدم الانكار على من لم يفعله من الصحابة رضى الله تعالى عنهم كانت دليل السنة والا كانت دليل الوجوب“۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲۳/۹)

(۳۳) وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن الجاہلیۃ الاولیٰ واقمن

الصلوة والتین الزکوة واطعن الله ورسوله ۛ انما يريد الله ليزهد عنكم
الرجس اهل البيت ويطهرکم تطهیرًا۔ ☆

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور
نماز قائم رکھو اور زکوة دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر
والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو
صدیق و فاروق و عثمان و جعفر و عباس و انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح عظیم کا کیا کہنا جن
کی اولاد میں شیخ صدیقی فاروقی عثمانی علوی جعفری عباسی انصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسب
کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے، پھر اللہ اکبر حضرات علیہ سادات کرام، اولاد امجا
و حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پر نور سید الصالحین سید العالمین سید المرسلین صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلیٰ و بلند و بالا ہے۔ (کہ ان کے حق میں یہ
آیت نازل ہوئی۔ (اراءة الادب ۳۷)

﴿۳۶﴾ وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان
یکون لهم الخیرة من امرهم ۛ ومن یعص الله ورسوله فقد ضلّ ضللاً
مبیناً۔ ☆

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں
تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح
گمراہی بہکا۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں: کہ احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کر دیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں۔

آیت کریمہ۔ قاتلوا الذین لا یؤمنون بالله ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون
ما حرم الله ورسوله۔

لڑوان سے جو ایمان نہیں لائے اللہ اور نہ پچھلے دن پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔

آیت کریمہ۔ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مَوْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا۔
 نہیں پہونچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کر دیں اللہ و رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار ہے اپنے معاملہ کا، اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہی میں بھٹکا۔

یہاں سے ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبل طلوع آفتاب اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مول لے کر آزاد کر دیا تھا اور متبنی بنا دیا تھا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی امیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کا پیام دیا، اول تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے طلب ہے ان کا رکیا اور عرض کر بھیجا کہ یا رسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں، ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی، ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی بنا پر ان کا رکیا، اس پر یہ آیت کریمہ اتری، اسے سنکر دونوں بھائی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عز و جل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہو جائے، خصوصاً جبکہ وہ اس کا کفو نہ ہو، خصوصاً جبکہ عورت کی شرافت خاندانی کو اکب ثریا سے بھی بلند و بالا ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزت جل جلالہ نے بعینہ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الہ کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا۔ یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے فرض قطعی ہو گئی۔ مسلمانوں کو نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا، جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہو جائیگا۔

دیکھو! رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا،

ایک مباح اور جائز امر تھا، ولہذا ائمہ دین خدا و رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اس فرض سے اقویٰ ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں۔

امام عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ باب الوضو میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اکابر ائمہ میں ہیں جن کا ادب اللہ عز و جل کے ساتھ بہ نسبت اور ائمہ کے زائد ہے، اسی واسطے انہوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کہا اور وتر کا نام واجب رکھا، یہ دونوں سنت سے ثابت ہیں نہ قرآن عظیم سے، تو امام اعظم نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا کہ اللہ کے فرض اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرض میں فرق و تمیز کر دیں، اس لئے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مؤکد ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرض کر دیا، جبکہ اللہ عز و جل نے حضور کو اختیار دیدیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کر دیں جسے نہ چاہیں نہ کریں،

اسی میں ہے:-

حضرت عزت جل جلالہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ منصب دیا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے، فرمایا: اچھا نکال دی، اسکا کاٹنا جائز کر دیا۔ اگر اللہ سبحانہ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت میں چاہیں مقرر فرمائیں۔ تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے، کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنیٰ فرمادیں۔

الامن والعلیٰ ۱۷۲

(۳۷) واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک

زوجک واتق اللہ وتغفی فی نفسک ما للہ مبدیہ وتخشى الناس ج

والله احق ان تخشہ ط فلما قضی زید منها وطرا زوجنکھا لکی لایکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطرا ط وکان امر اللہ مفعولاً ☆

اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈرا اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی۔ تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دیدی۔ کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بی بیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہنا۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ، سے مراد حضرت زید بن حارثہ ہیں عن اسامة بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : کنت جالسا اذ جاء علی والعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یستاذنان ، فقلا ، یا اسامة ! استاذن لنا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، فقلت : یا رسول اللہ ! علی والعباس یستاذنان ، قال : اتدری ماجاء بهما ؟ قلت : لا ، فقال لکنی ادری ، ائذن لهما ، فدخلنا ، فقلا : یا رسول اللہ ! جئناک نسألك ای اهلك احب الیک؟ قال : فاطمة بنت محمد ، رضی اللہ تعالیٰ عنہا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، قالا : ما جئناک نسألك عن اهلك ، قال : احب اهلئ الی من قد انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ اسامة بن زید ، قالا : ثم من ؟ قال : ثم علی بن ابی طالب فقال العباس : یا رسول اللہ ! جعلت عمک آخرهم ، قال : ان علیا سبقک بالهجرة ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولت خانہ کے قریب بیٹھا تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لئے تشریف لائے ، دونوں حضرات نے فرمایا : اے اسامہ ! ہمارے لئے حضور سے باریابی کی اجازت لے لو، میں نے

عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت علی و حضرت عباس آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت کے طالب ہیں، فرمایا: جانتے ہو یہ دونوں کس لئے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں، آنے دو، دونوں حضرات نے حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم یہ پوچھنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عرض کیا: ہم آپ کے خاص گھر کی بات نہیں کر رہے، فرمایا: مجھے اپنے اقربا میں وہ زیادہ محبوب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور میں نے انعام کیا، یعنی اسامہ بن زید، پھر عرض کیا: ان کے بعد کون؟ فرمایا: علی بن ابی طالب، یہ سکر حضرت عباس بول اٹھے، یا رسول اللہ! کیا آپ کے چچا کا مقام بعد میں ہے؟ فرمایا: ہاں حضرت علی تم پر ہجرت میں سبقت حاصل کر چکے ہیں۔ ۱۲

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات میں فرماتے ہیں:-

لم یکن احد من الصحابة الا وقد انعم الله تعالى عليه و انعم عليه رسوله

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الا ان المراد المنصوص علیہ فی الكتاب، الخ،

یعنی سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے ہی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے نعمت بخشی اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت بخشی، مگر یہاں مراد وہ ہے جسکی تصریح قرآن کریم میں ارشاد ہوئی کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی، اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی، اور وہ زید بن حارثہ ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اس میں نہ کسی کا خلاف اور نہ اصلا شک، آیت اگرچہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا مصداق اسامہ بن زید کو ٹھہرایا کہ پسر تابع پدر ہے، افادہ فی المرقات۔

اقول: نہ صرف صحابہ کرام بلکہ تمام اہل اسلام اولین و آخرین سب ایسے ہی ہیں

جنہیں اللہ عزوجل نے نعمت دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی، پاک کر دینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیت کریمہ میں بارہا سنا ہوگا کہ 'یزکیہم' یہ نبی انہیں پاک اور ستھرا کر دیتا ہے۔ بلکہ لا واللہ، تمام جہان میں کوئی شئی ایسی نہیں جس پر اللہ کا

احسان نہ ہو، اور اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو، فرماتا ہے:

وما ارسلنک الا رحمة للعالمین۔

ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے،

جب وہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اہل کفر و اہل کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان۔

راست خواہی ہزار چشم چناں ☆ کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

الامن والعلی ص ۱۳۶

(۴۰) ما کان محمد اباً احداً من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم

النبیین ط و کان اللہ بکل شیء علیماً۔ ☆

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور پر نور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہ کو بھی راہ دے گا فر مرتد ملعون ہے، آیہ کریمہ ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) سے تمام امت مرحومہ نے سلفاً و خلفاً یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی ہوئے، حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔

فتاویٰ یتیمۃ الدہر والاشباہ والنظائر و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

”اذا لم يعرف الرجل ان محمد اصلي الله تعالى عليه وسلم اخر الانبياء فليس بمسلم لانہ من الضروریات“ جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین سے ہے۔

شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے:

كذلك (يكفر) من ادعى نبوة احد مع نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم او بعده (الى قوله) فهو لا ءكلهم كفار مكذبون للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم لانه صلى الله تعالى عليه وسلم اخبرانه خاتم النبيين ولا نبى بعده واخبر عن الله تعالى انه خاتم النبيين وانه ارسل كافة للناس واجمعت الامة على حمل ان هذا الكلام على ظاهره وان مفهوما المراد به دون تاويل ولا تخصيص فلا شك في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعاً اجماعاً وسمعاً “ یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا و رسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کے خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت و بحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

امام حجتہ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

” ان الامة فهمت من هذا اللفظ انه فهم عدم نبى بعده ابد او عدم رسول بعده ابد او انه ليس فيه تاويل ولا تخصيص ومن اوله بتخصيص فكلما من انواع الهذيان لا يمنع الحكم بتكفيره لانه مكذب لهذا النص الذى اجمعت الامة على انه غير مؤول ولا مخصوص “

یعنی تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں۔ تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں ”النبیین“ کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے، اسے کافر کہنے سے کچھ

ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں:

تجويز نبی مع نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او بعده یستلزم تکذیب القرآن اذ قد نص علی انه خاتم النبیین و اخر المرسلین وفي السنة انا العاقب لا نبی بعدی واجمعت الامة علی بقاء هذا الکلام علی ظاہرہ و هذه احادی المسائل المشہورة التي کفرنا بها الفلاسفة لعنہم اللہ تعالیٰ " ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیب قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن کریم تصریح فرما چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین و اخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں فرمایا: میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے یعنی عموم واستغراق بلا تاویل و تخصیص، اور یہ ان مشہور مسکوں سے ہے جن کے سبب ہم اہل اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی کتاب المعتمد فی المعتقد میں فرماتے ہیں:

بحمد اللہ تعالیٰ ایں مسئلہ درمیان اسلامیان روشن تراز اں ست کہ بکشف و بیان آں حاجت افتد، خدائے تعالیٰ خبر داد کہ بعد از وئے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی دیگر نباشد و منکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلاً در نبوت او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر بر رسالت او معترف بودے وے رادر ہر چہ از اں خبر داد صادق دانستے و بہماں چہ تھا کہ از طریق تو اتر رسالت او پیش مادرست شدہ ایں نیز درست شد کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باز پسین پیغمبران ست در زمانہ او و تا قیامت بعد از وے ہیج نبی نباشد و ہر کہ دریں بہ شک ست در اں نیز بہ شک ست و نہ آں کس کہ گوید بعد وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود و آں کس نیز کہ گوید امکان وارد کہ باشد کافر ست، اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ اہل اسلام کے ہاں اتنا واضح اور آشکار ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے خود اطلاع فرمادی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی

نبی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کا منکر ہے تو وہ اصلاً آپ کی نبوت کا معتقد نہیں کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو تسلیم کرتا تو جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس کو حق جانتا جس طرح آپ کی رسالت و نبوت تو اتر سے ثابت ہے، اسی طرح یہ بھی تو اتر سے ثابت ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا، صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ آپ کے بعد نبی تھا یا ہے یا ہوگا بلکہ وہ بھی کافر ہے جو آپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے، خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی شرط ہی یہ ہے

بالجملہ آیہ کریمہ ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ مثل حدیث متواتر لا نبی بعدی “ قطعاً عام اور اس میں مراد استغراق تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نہ ہونے پر اجماع امت خیر الانام علیہم الصلوٰۃ والسلام، یہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قیل وقال اصلاً مسموع نہیں، جیسے آجکل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اور حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج و تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں، اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے، یا ایک اور دجال نے کہا تھا کہ تقدم و تاخر زمانہ میں کچھ فضیلت نہیں، خاتم بمعنی آخر لینا خیال جہال ہے، بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبی بالذات ہے“ اور اسی مضمون ملعون کو دجال اول نے یوں ادا کیا کہ خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے، ایک اور مرتد نے لکھا ”خاتم النبیین ہونا حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل عوالم کے، پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں نبی ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین کے نہیں، جموع محلے باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں“ چند اور خبیثوں نے لکھا الف لام خاتم النبیین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو، اور بر تقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عرفی کے لئے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو، اور یہ بھی کہ عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے کہ اکثر علماء ظنی ہونے کے قائل ہیں اور قائل ختم نبوت تشریحی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے“ الی غیر ذلك من الکفریات الملعونۃ والارتدادات المشحونۃ بنجاسات ابلیس وقاذورات التدلیس لعن اللہ قائلیہا وقاتل اللہ قایلہا “ دیگر کفریات ملعونہ اور ارتدادات جو

ابلیس کی نجاستوں اور جھوٹ کے پلیدوں کو متضمن ہے اللہ تعالیٰ کی اس کے قاتل پر لعنت ہو اور اسے قبول کرنے والے کو اللہ تعالیٰ برباد فرمائے۔

یہ سب تاویل رکیک ہیں یا عموم واستغراق ”النبین“ میں تشویش و تشکیک، سب کفر صریح و ارتداد قبیح، اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی، شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی، اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اب تک تمام امت موحومہ نے اسی معنی ظاہر و متبادر و عموم واستغراق حقیقی تام پر اجماع کیا اور اسی بنا پر سلفاً و خلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتب احادیث و تفسیر و عقائد و فقہ ان کے بیانون سے گونج رہی ہیں۔
(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۲/۳۳۳ تا ۳۳۷)

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : انما مثلی ومثل الانبیاء کرجل بنی داراً فاکملہا واحسنہا الا موضع لبنة ، فجعل الناس یدخلونہا یتعجبون منها ویقولون : لولا موضع اللبنة فانما موضع اللبنة فحتم بی الانبیاء ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، تو جو اس گھر میں جا کر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ وہ خالی ہے۔ تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا، مجھ سے انبیاء ختم کر دیئے گئے۔
المبین ۱۲۳

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : مثلی ومثل النبیین کمثل رجل بنی داراً فاتمہا الالبنة واحدة ، فجئت انا واتممت تلك البنة ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور انبیاء کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس نے پورا مکان بنایا سوا ایک اینٹ کے، تو میں تشریف فرما ہوا اور وہ اینٹ میں نے پوری کی۔

عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : مثلی فی النبیین کمثل رجل بنی داراً فاحسنها واکملها واجملها وترك فیها موضع لبنۃ ولم یضعها ، فجعل الناس یطوفون فی البنیان وتعجبون منه ویقولون : لو تم موضع اللبنۃ ، فانا فی النبیین موضع تلك اللبنۃ ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پیغمبروں میں میری مثال ایسی ہے کہ کسی نے ایک مکان خوبصورت و کامل و خوش نما بنایا اور ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی وہ نہ رکھی، لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی و خوشنمائی سے تعجب کرتے اور تمنا کرتے کہ کسی طرح اس اینٹ کی جگہ پوری ہو جاتی، تو انبیاء میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بنیانا فاحسنہ واجملہ الاموضع لبنۃ من زاویۃ زواياہ ، فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون : ہلا وضعت هذه اللبنۃ ؟ قال : فانا اللبنۃ وانا خاتم النبین ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور مجھ سے قبل آنے والے انبیائے کرام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک خوبصورت خوشنما مکان بنایا مگر اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی و خوشنمائی سے تعجب کرتے اور کہتے: اس اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو میں اس اینٹ کی جگہ ہوا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

فتاویٰ رضویہ ۶/۶۵

(۴۱) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا** ☆

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو۔

(۱۰) **امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں**

عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم: اکثرُوا ذکرَ اللہ حتی یقولوا محنون۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر اس درجہ بکثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اذکرو اللہ ذکرًا یقول المنافقون: انکم تراؤن۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو یہاں تک کہ منافق کہنے لگیں یہ لوگ ریاکار ہیں۔ ۱۲م

عن أبی الحوزاء اوس بن عبد اللہ بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلًا قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اکثرُوا ذکرَ اللہ حتی یقول المنافقون: انکم مراؤن۔

حضرت ابوالحوزاء اوس بن عبد اللہ ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ منافق لوگ کہنے لگیں کہ یہ ریاکار ہیں۔ ۱۲م

عن عبد اللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یزال لسانک رطبًا من ذکر اللہ۔

حضرت عبد اللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ ذکر الہی میں تر زبان رہے۔

عن ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالت: قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اکثری من ذکر اللہ، فانک لا تاتین بشیء احب الیہ من کثرة ذکرہ۔

حضرت ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر بکثرت کرو کہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو۔

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من لم یکثر ذکر اللہ فقد بریٰ من الایمان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہو گیا۔

فتاویٰ رضویہ ۳/۷۸۷

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لم یفرض اللہ علی عبادہ فریضۃ الا جعل لہا حدا معلوما ثم عذر اہلہا فی حال العذر غیر الذکر فانہ لم یجعل لہ حدا انتہی الیہ ولم یعذر احد ا فی ترکہ الا مغلوبا علی عقلہ وامرہم بہ فی الاحوال کلہا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا مگر یہ کہ اس کے لئے ایک حد معین کر دی پھر عذر کی حالت میں لوگوں کو اس سے معذور رکھا سو اذکر کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی حد نہ رکھی جس پر انتہا ہو اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور رکھا مگر وہ جس کی عقل سلا مت نہ رہے اور بندوں کو تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا۔

ان کے شاگرد امام مجاہد فرماتے ہیں:

الذکر الکثیر ان لا یتناہی ابدًا“ ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی ختم نہ ہو۔ ذکر ہما فی المعالم وغیرہا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۶۶۹-۶۷۰)

علامتہ الوجود مفتی ابوالسعود ارشاد فرماتے ہیں: یعم الاوقات والاحوال“ یہ آیت تمام اوقات اور احوال کو عام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۸/۵۳۷)

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد ہے اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ یہ اللہ کے ولی ہیں معہذا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد مجالس و محافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے انہیں یہ مراتب بخشے یہ کمال عطا فرمائے، اب چاہے اسے نعت سمجھ لو یعنی ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہیں جنہیں حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایسے درجے دیئے، اس وقت یہ کلام کریمہ ”ورفعنا بعضہم درجات“ کی قبیل سے ہوگا، چاہے حمد سمجھ لو یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس

نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے، اس وقت یہ کلام کریمہ ”سبحان الذی اسرئ بعبدہ الایۃ۔ وکریمہ“ ”هو الذی ارسل رسولہ بالہدی“ کے طور پر ہو جائے گا، حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے: ”ورفعنا لک ذکرک“ اور بلند کیا ہے ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں۔ ”جعلتک ذکر امن ذکر فمّن ذکر ذکرنی“ یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا، بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد بعینہ خدا کی یاد ہے پس بحکم اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی حسن و محمود ہی رہے گی، اور مجلس میلاد و صلوٰۃ بعد اذان وغیرہا کسی خاص طریقے کے لئے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی۔ ہاں جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۷۶-۷۷)

(۵۶) ان اللہ وملتکۃ یصلون علی النبی ط یا ایہا الذین امنوا

صلوا علیہ وسلموا تسلیماً ☆

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے

ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

درود شریف فردا مستحب اور اصلا فرد فرض ہے۔ رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء نہیں فرمایا۔ لہذا جب پڑھا جائے گا اسی حکم الہی کا امتثال ہوگا، قلہذا ہر بار درود شریف پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے، تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا۔ نظیر اس کی تلاوت کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآن عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہو گا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب ”فاقرؤا ما تیسر من القرآن“ پڑھو قرآن سے جو تمہیں

آسان ہے۔ کے اطلاق میں ہے۔ آجکل ایسا انکار کرنے والے کوئی نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۲۲۲)

(۵۷) ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ

واعد لہم عذابا مہینا۔ ☆

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۱۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ظاہر ہے کہ مسلمان اگرچہ معذب ہو آخرت میں اپنے رب کا ملعون نہیں ورنہ بالآخر رحمت و نعمت و جنت ابدی نہ پاتا، اس کی نارنار تطہیر ہے، نہ نار لعنت و ابعاد و تذلیل و تحقیر، تو جسے اللہ عز و جل دنیا و آخرت میں ملعون کرے وہ نہ ہوگا مگر کافر۔ اور یہ وہاں ہے کہ بعد وضوح حق برا ہونا ہو، جس طرح اب وہابیہ مار دین اعدائے دین کا حال ہے ”قاتلہم اللہ انی یؤفکون“ اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے کہ دارقطنی و ابو حاتم خزاعی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”اہل البدع کلاب اہل النار“ گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ کتا اور وہ بھی بدترین خلایق دوزخیوں کا جن کے متعلق فرمایا، ”اولئک ہم شر البریۃ“ وہ تمام مخلوق الہی سے بدتر ہیں، کتے سے بدتر، سور سے بدتر، سور کے لئے اگر کوئی کتا فرض کیا جائے تو ایسے لوگ سور سے بدتروں کے کتے ہیں، الا لعنة اللہ علی الظالمین۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۶۸۷-۲۸۸)

(۵۸) والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغير ما اکتسبوا فقد

احتملوا بہتاناً واثماً مبیناً۔ ☆

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا

گناہ اپنے سر لیا۔

(۱۳) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَانِ وَلَا اللَّعَانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيّ۔
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان نہیں ہوتا طعن کرنے والا۔ بہت لعنت کرنے والا۔ بے حیا۔ فحش گو۔

عن أنس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ آذَى مُسْلِمًا فَقَدْ آذَى وَمَنْ آذَى فَقَدْ آذَى اللَّهَ۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عز و جل کو ایذا دی۔ فتاویٰ رضویہ ۸۹۲/۵

عن أبي هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ وَعِرْضُهُ وَدَمُهُ، حَسْبُ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُحَقِّرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا مال، اس کی آبرو، اس کا خون۔ آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔
فتاویٰ رضویہ ۸۱۲/۳

عن عبد الله بن عمرو و رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: سَبَابُ الْمُسْلِمِ كَأَمْشَرِيفٍ عَلَى الْهَلَكَةِ۔
حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینے والا اسکے مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے۔
فتاویٰ رضویہ ۱۳۰/۹

سورة سبا

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۳) یعملون له ما يشاء من محاريب و تماثيل و جفان كالجواب

و قدور رُسیت ۛ اعملوا ال داؤد شکرا ۛ وقلیل من عبادی الشکور۔ ☆

اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں اے داؤد والو شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(تصاویر کا بنانا پہلی امتوں میں جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں حرام ہے اور) حرمت تصاویر متواتر ہے، مگر وہ احادیث جن سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب فرداً فرداً آحاد ہیں مگر مجموعہ سے حرمت متواتر ہو جاتی ہے، تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ حرمت تصاویر کی حدیث متواتر المعنی ہے، اور حدیث متواتر المعنی قرآن عظیم کو منسوخ کر سکتی ہے، جیسے اس آیت کو منسوخ کیا۔

(المفوط ۶۹/۴)

(۱۹) فقالوا ربنا بعد بين اسفارنا وظلموا انفسهم فجعلناهم

احادیث و مزقناهم کل ممزق ۛ ان فی ذلک لآیت لكل صبار شکور۔ ☆

تو بولے اے ہمارے رب ہمارے سفر میں دوری ڈال اور انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں کہانیاں کر دیا اور انہیں پوری پریشانی سے پراگندہ کر دیا بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے ہر بڑے شکر والے کے لئے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

”و مزقنا ہم کل ممزق“ اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کر دیا ہے پارہ پارہ کرنا۔

میں نے جزء لامتجزی کا قرآن عظیم کی اس آیت سے اثبات کیا۔ ممزق، بمعنی اسم

مفعول نہیں کہ اس صورت میں تحصیل حاصل ہوگی بلکہ بمعنی مصدر ہے۔

(المفوط ۴/صفحہ ۱۰)

(۲۸) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلٰكِنۡ أَكْثَرُ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ ☆

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آپ کی رسالت تمام جن و انس بلکہ تمام مخلوقات کے لئے ہے، آیت نے اسی طرف اشارہ

فرمایا اور ان احادیث میں اس کی خوب وضاحت ہے)

عن جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ ، وبعثت الی الناس عامۃ ، وفی رواۃ کافۃ ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلے نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور مجھے تمام لوگوں کا نبی بنا کر مبعوث کیا گیا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ارسلت الی الخلق کافۃ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمام مخلوق الہی کی طرف بھیجا گیا۔

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : ان اللہ تعالیٰ فضل محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الانبیاء وعلی اہل السماء ، قالوا : کیف ؟ قال : ان

اللہ تعالیٰ قال : وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ، وقال لمحمد صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم : وما ارسلناک الا کافۃ للناس ، فارسلہ الی الانس والجن ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام اور ملائکہ عظام سے افضل کیا، حاضرین نے انبیا پر وجہ تفصیل پوچھی، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لئے فرمایا: ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس قوم کے۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لئے، تو حضور کو تمام جن وانس کا رسول بنایا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء فرماتے ہیں: رسالت والا کا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماعی ہے اور محققین کے نزدیک ملائکہ کو بھی شامل۔ کما حققناه بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالۃ اجلال جبرئیل۔
بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر، ارض و سماء، جبال و بحار تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ و دائرہ تامہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم میں لفظ عالمین اور روایت صحیح مسلم میں لفظ خلق وہ بھی موکد بکلمہ کافیہ اس مطلب پر احسن الدلائل۔
تجلی الیقین ۲۶

عن یعلیٰ بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ما من شیء الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرة الجن والانس۔
حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول نہ جانتی ہو مگر بے ایمان جن و آدمی۔

السوء والعقاب ۳۳

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اب نظر کیجئے! یہ آیت (جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں مذکور ہوئی) کتنی وجہ سے فضیلت مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حجت ہے
اولاً۔ اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ایک شہر کے ناظم تھے، اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلطان مہفت کشور، بلکہ بادشاہ زمین و آسمان۔

ثانیاً۔ اعبائے رسالت سخت گرانبار ہیں اور ان کا تحمل بغایت دشوار۔ انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔ اسی لئے موسیٰ و ہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی، لاتنیا فی ذکرى۔

دیکھو میرے ذکر میں سست نہ ہو جانا۔

پھر جسکی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر، جسکی رسالت نے انس و جن، اور شرق و غرب کو گھیر لیا اس کی مونت کس قدر، پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر، اور جتنی خدمت اتنی ہی قدر، افضل العبادات احمدزا۔

ثالثاً۔ جیسا جلیل کام ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسران ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء و سردار اعظم کو، لاجرم رسالت خاصہ و بعثت عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرق مراتب ان خاص رسولوں اور اس رسول الکل میں ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

رابعاً۔ یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوشان کا آدمی ہو اسے ویسے ہی عالی شان کام پر مقرر کریں۔ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اس کے سرانجام نہ ہونیکا موجب، یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر نگاہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامساً۔ جتنا کام زیادہ اتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ، نواب کو انتظام ریاست میں فوج و خزانہ اسی کے لائق درکار۔ اور بادشاہ عظیم خصوصاً سلطان ہفت اقلیم کو اس کے رتق و فتق اور نظم و نسق میں اسی کے موافق۔ اور یہاں سامان وہ تائید الہی و تربیت ربانی ہے جو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر مبذول ہوئی ہے، تو ضرور ہے کہ جو علوم و معارف قلب اقدس پر القا ہوئے معارف و علوم جمیع انبیاء سے اکثر و اولیٰ ہوں۔ افادہ الامام الحکیم الترمذی و نقلہ عنہ فی الکبیر الرازی۔

اقول: پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت و ابلاغ رسالت میں کن باتوں کی

حاجت ہوتی ہے۔

حلم، کہ گستاخی کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔

دع اذہم و توکل علی اللہ۔

صبر، کہ ان کی اذیتوں سے گھبرانہ جائیں۔

فا صبر کما صبر اولو العزم من الرسل۔

تواضع، کہ ان کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين -
رفق ولینت، کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

فبما رحمة من الله لنت لهم الآیه
رحمت، کہ واسطۂ افاضۂ خیرات ہوں۔

رحمة للذين آمنوا منكم
شجاعت، کہ کثرت اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

انى لا يخاف لدى المرسلون -
جو دوسخاوت، کہ باعث تالیف قلوب ہوں۔

فان الانسان عبيد الاحسان، وجبلت القلوب على حب من احسن اليها -
ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك -
عفو و مغفرت، کہ نادان جاہل فیض پا سکیں۔

فاعف عنهم واصفح، ان الله يحب المحسنين
استغناء و قناعت، کہ جہال اس دعویٰ عظمیٰ کو طلب دنیا پر محمول نہ کریں۔

لا تمدن عينيك الى ما متعنا به ازواجنا منهم -
جمال عدل، کہ تنقیف و تاویب و تربیت امت میں جس کی رعایت کریں۔
وان حکمت فاحکم بینہم بالقسط -

کمال عقل، کہ اصل فضائل و منج فواضل ہے۔ لہذا عورت کبھی نبی نہ ہوئی۔
وما ارسلنا من قبلك الا رجالا -

نہ کبھی اہل بادیہ و سرکان وہ کونبوت ملی کہ جفا و غلظت ان کی طینت ہوتی ہے۔
الا رجالا نوحى اليهم من اهل القرى، ای اہل الامصار۔

حدیث میں ہے۔

عن البراء بن عازب رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم : من بدا جفا -

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدوی کی جبلت میں شدت و غلظت ہوتی ہے۔

اسی طرح نظافت نسب و حسن سیرت و صورت بھی صفات جمیلہ کی حاجت ہے کہ ان کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انہیں خزان سے ہیں جو ان سلاطین حقیقت کو عطا ہوئے ہیں، پھر جسکی سلطنت عظیم اس کے خزان عظیم۔
حدیث میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ان اللہ تعالیٰ ينزل المعونة علی قدر المؤنة ، وينزل الصبر علی قدر البلاء ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مدد بندوں پر ان کی دشواریوں کے مطابق اتارتا ہے، اور صبر آزمائشوں کے مطابق عنایت فرماتا ہے۔ ۱۲م
تو ضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاق فاضلہ و اوصاف کاملہ میں تمام انبیاء سے اتم و اکمل و اعلیٰ و اجل ہوں اسی لئے خود ارشاد فرماتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا۔

وہب بن مہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اکہتر کتب آسمانی میں لکھا دیکھا کہ روز آفرینش دنیا سے قیام قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب ملکر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے تمام ریگستان دنیا کے سامنے ریت کا ایک دانہ۔

ساو ساء۔ حضور کی رسالت زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں۔ حدیث میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قيل لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : متى وجبت لك النبوة ؟ قال : وآدم بين الروح والجسد ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وسلم سے عرض کی گئی: حضور کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی، فرمایا: جبکہ آدم درمیان روح وجسد کے تھے۔

جبل الحفاظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں حدیث میسرہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں کی نسبت فرمایا: مسندہ قوی۔

آدم سروتن بآب وگل داشت
کو حکم بملک جان و دل داشت
اسی لئے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں۔ جسکا خدا خالق ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں۔

چوں بود خلق آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم الاخلاق بعثت کرد خدائے تعالیٰ اور اسوئے کافہ ناس، و مقصود نہ گردانید رسالت اور ابرئاس بلکہ عام گردانید جن وانس را، بلکہ بر جن وانس نیز مقصود نہ گردانید تا آنکہ عام شد تمامہ عالمین را، بس ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگار اوست محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اوست۔

چونکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے نوازا تھا لہذا تمام انسانوں کے لئے آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا، اور حضور کی نبوت انسانوں ہی میں منحصر نہ رہی بلکہ جن وانس کے لئے عام ہو گئی، بلکہ جن وانس میں بھی محصور نہ رکھ کر تمام عالموں کے لئے اس کو عام کر دیا گیا، لہذا اللہ تعالیٰ جن کا پالنے والا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم و جلیل ہو گئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خاص ایک بستی کے لوگوں کو ہوتی وہ نسبت اس سرکار عرش وقار سے ہر ذرہ مخلوق و ہر فرد ماسوی اللہ یہاں تک کہ خود انبیاء و مرسلین کو ہے۔ اور رسول کا اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی۔ والحمد لله رب العالمین

تجلی الیقین ۳۲

سورة فاطر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۰) من كان يريد العزة فلله العزة جميعا ط اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه ط والذين يمكرون السيئات لهم عذاب شديد ط ومكر أولئك هو يبور۔☆

جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت تو سب اللہ کے ہاتھ ہے اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے اور وہ جو برے داؤں کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور انہیں کا مکر برباد ہوگا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
(آیت میں کلم طیب فرمایا اور حدیث میں دو کلموں کو بالخصوص کلم طیب فرمایا)

بخاری شریف کی آخری حدیث 'کلمتان حبیبان الی الرحمن خفیفتان علی

اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم"

(۱۶) ان یشا یدھبکم ویات بخلق جدید۔☆

وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔

(۱۷) وما ذلک علی الله بعزیز۔☆

اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ان دونوں آیتوں کی کثرت دسوسہ کو جڑ سے قطع کر دیتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱/۷۷۰)

(۱۸) ولا تزر وازرة وزر اخری ط وان تدع مثقلة الی حملها لا یحمل

منہ شیء ولو كان ذا قریٰ ط انما تنذر الذین یخشون ربہم بالغیب
واقاموا الصلوٰۃ ط ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ ط والی اللہ المصیر۔ ☆
اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی اپنا
بوجھ ہٹانے کو کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قریب رشتہ دار
ہو اے محبوب تمہارا ڈر سنانا انہیں کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز
قائم رکھتے ہیں اور جو ستر اٹھاتا ہے ہی بھلے کو ستر اٹھاتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
زنا کا عذاب صرف زانی اور زانیہ پر ہے، اولاد زنا پر اس کا وبال نہیں۔

﴿۲۲﴾ اور ثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا ج فمنہم ظالم
لنفسہ ج ومنہم مقتصد ج ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ ط ذلک ہو
الفضل الکبیر۔ ☆

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم
کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں
میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں رب عزوجل نے تمام علمائے شریعت کو وارث فرمایا ہے یہاں تک کہ
ان کے بے عمل کو بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

جو اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں انہیں بھی کتاب کا وارث بتایا، نرا وارث ہی نہیں بلکہ
اپنے چنے ہوئے بندوں میں گنا۔

عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : سبقنا سابقاً ومقتصد ناج وظالمنا
مغفور۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت ہی لے گیا۔ اور جو متوسط حال کا ہو وہ بھی نجات والا ہے، اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے۔

عالم شریعت اگر اپنے علم پر عامل بھی ہو چاند ہے کہ آپ ٹھنڈا اور تمہیں روشنی دے، ورنہ شمع ہے خود جلے مگر تمہیں نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : مثل الذی یعلم الناس الخیر وینسی نفسه مثل الفتیلة تضیی الناس وتحرق نفسه“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس عالم شریعت کی مثال جو لوگوں کو اچھی باتیں سکھائے اور خود عمل نہ کرے ایسی ہے جیسے چراغ کہ خود جلتا اور لوگوں کو روشنی دیتا ہے۔

عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اذا قرء الرجل القرآن واحتشی من احادیث رسول اللہ وکانت هناك عزیزۃ کان خلیفۃ من خلفاء الانبیاء“

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی قرآن مجید پڑھ لے اور رسول اللہ کی حدیثیں جی بھر کر حاصل کرے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبوں سے ایک ہے۔

دیکھو حدیث نے وارث تو وارث خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں، قرآن و حدیث جانے اور اس کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ و وارث میں فرق ظاہر ہے، آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔ جب قرآن مجید نے سب وارثان کتاب کو اپنے چنے ہوئے بندے فرمایا تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے: ”ولکن کونوا ربانین بما کنتم تعلمون الكتاب وبما کنتم تدرسون“ ربانی ہو جاؤ اس سبب کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور فرماتا ہے: ”انا انزلنا التورۃ فیہا ہدی ونور یحکم بها

النبیون الذین اسلموا للذین ہا دوا والربا نیون والاحبار بما استحفظوا من کتب اللہ وکانوا علیہ شہداء“

پیشک ہم نے اتاری تورات اس میں ہدایت و نور ہے، اس سے ہمارے فرمان بردار نبی اور ربانی اور دانشمند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور اس کے خبردار تھے۔

ان آیات میں اللہ رب عزوجل نے ربانی ہونیک کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اسی قدر بیان فرمائیں، کتاب پڑھنا پڑھانا، اس کے احکام سے باخبر ہونا، اس کی نگہداشت رکھنا، اس کے ساتھ حکم کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربانی ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”ربا نیین فقہاء معلمین“ ربانی سے مراد فقیہ مدرس ہیں۔ رواہ ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر۔

نیز وہ اور ان کے تلامذہ امام مجاہد و امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں ”ربا نیین علماء فقہاء“ ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں ”رواہ ابن عباس عن ابن جریر و ابن ابی حاتم و عن مجاہد ابن جریر و عن سعید ابن جبیر الدارمی فی سننہ“ جبکہ اللہ عزوجل علماء شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ کہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَحْفُ بِحَقِّهِمْ إِلَّا مَنَافِقُ بَيْنَ النِّفَاقِ ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَ ذُو الْعِلْمِ وَ إِمَامٌ مَقْسُطٌ“

تین شخصوں کے حق کو ہلکانہ جانے گا مگر منافق۔ منافق بھی کونسا کھلا منافق، ایک بوڑھا مسلمان جسے اسلام ہی میں بڑھاپا آیا۔ دوسرا عالم دین تیسرا بادشاہ مسلمان عادل ”رواہ ابو الشیخ فی التو بیخ عن جابر و الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند حسنہ الترمذی فی غیر هذا الحدیث“

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا يَغْنَى عَلَى النَّاسِ إِلَّا وَلَدٌ بَغِيٌّ وَمَنْ فِيهِ عَرَقٌ“ لوگوں پر زیادتی نہ کرے گا مگر ولد الزنا یا وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو۔ ”رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسیٰ الا شعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ“

جب عام لوگوں پر زیادتی کے بارے میں یہ حکم ہے پھر علماء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔ بلکہ حدیث میں لفظ ناس فرمایا اور اس کے سچے مصداق علماء ہی ہیں۔ امام حجتہ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احياء العلوم میں فرماتے ہیں: ”سئل ابن المبارک من الناس فقال العلماء“ یعنی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ رشید عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حدیث وفقہ و معرفت و ولایت سب میں امام اجل ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ ناس یعنی آدمی کون ہیں؟ فرمایا: علماء۔

امام غزالی فرماتے ہیں: جو عالم نہ ہو امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا، اس لئے کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے، انسان اس سبب سے انسان ہے جس کے باعث اس کا شرف ہے، اور اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے، نہ بڑے جشہ کے سبب کہ ہاتھی کا جشہ اس سے بڑا ہے، نہ بہادری کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے، نہ جماع کی غرض سے کہ چڑوٹا جو سب میں ذلیل چڑیا ہے وہ جفتی کی قوت رکھتا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا اور اسی سے اس کا شرف ہے انتہی۔ (شریعت و طریقت۔ ص/۱۲ تا ۱۴)

(۴۱) ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ج ولئن زالتا ان

امسكهما من احد من بعده ط انه كان حليماً غفوراً۔ ☆

بیشک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

(۴) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔

سعید بن منصور اپنی سنن اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور منذر اپنی تفاسیر میں شفیق سے راوی:

وی:

”قال قيل لا بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کعباً یقول: ان السماء

تدور فی قطبہ مثل قطب الرحا فی عمود علی منکب ملک قال: کذب کعب، ان

الله یمسک السموات والارض ان تزولا۔ و کفی بها زوالا ان تدور“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت کعب کا کہنا ہے کہ آسمان چکی کے پاٹ کی طرح ایک کیل میں جو ایک فرشتہ کے کندھے پر ہے گھوم رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: کعب غلط کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ اس نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔ اور حرکت کے لئے ٹلنا ضروری ہے۔

عبد بن حمید قتادہ سے راوی:

ان کعبا کان یقول: ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کذب کعب: ان اللہ یمسک السموات والا رض ان تزولا“

حضرت کعب احبار فرماتے تھے کہ آسمان چکی کی طرح کیل پر گھوم رہا۔ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ائمہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود و حضرت صاحب سر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی، کعب کہتے ہیں: آسمان گھومتا ہے۔ دونوں صاحبوں نے کہا کعب غلط کہتے ہیں۔ اور یہی آیت اس کے رد میں تلاوت فرمائی۔

اقول: وان کان الزاعم یزعم ان الزوال بمعنی الحركة الاینیة ولكن کبراء الصحابة رضی اللہ عنہم اعرف منا بتفسیر القرآن فلا یجوز الا استدراک علیہم عند من نور اللہ بصیرتہ جعلنا اللہ منهم بحرمتهم عنده امین“

میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ زوال تو حرکت اینیہ کو کہتے ہیں، لیکن بزرگ ترین صحابہ ہم سے زیادہ قرآن کی تفسیر کے جاننے والے تھے، تو انکے کہے ہوئے کو وہ شخص رد نہیں کرے گا جسے خدا نے نور بصیرت دیا، اللہ ان کے صدقہ میں ہمیں بھی انہیں کے ساتھ کرے۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۶۹/۱۲-۱۷۰)

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں، کوکب چل رہے ہیں ”کل فی فلک یسجون“ ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عز و جل کا ارشاد

آپ کے پیش نظر ہے ”ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسكها من احد من بعده انه كان حليما غفورا“ بیشک اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انھیں کون روکے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

میں یہاں اولاً اجمالاً چند حرف گزارش کر دوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں پھر قدرے تفصیل۔

اجمال: یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا۔ حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔

ان حضرات نے زائد عربی زبان و معانی قرآن سمجھنے والا کون۔ علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی:

(ان تزولا) کراہۃ زوالہما عن مقرہما و مرکزہما ”یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقر و مرکز سے ہٹ نہ جائیں۔

مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار و آرام ہے، کہ قرار سکون ہے منافی حرکت۔ قاموس سے آتا ہے ”قرسکن“ مگر انہوں نے اس پر اکتفا نہ کی بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکز ہما زائد کیا، مرکز جائے رکز۔ رکز، گاڑنا، جمانا یعنی آسمان و زمین جہاں جمے ہوئے، گڑے ہوئے ہیں، وہاں سے نہ سرکیں۔

نیز غرائب القرآن میں زیر قولہ تعالیٰ ”الذی جعل لکم الارض فراشا“ فرمایا:

لا یتیم الافتراش علیہا ما لکم تکن ساکنۃ و یکفی فی ذلک ما اعطاها خالقہا و رکز فیہا من المیل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدرتہ و اختیارہ ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا“

اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے:

اعلم ان كون الارض فراشا مشروطا بكونها ساكنة فالارض غير متحركة لا بالا ستدارة ولا بالا استقامة وسكون الارض ليس الا من الله تعالى بقدرته واختياره ولهذا اقال تعالى: ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا اه ملتقطا“

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے، ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتہ نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہو سکتا ہے، قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ جس پر حکم ہے ”فلیتبتوا مقعده من النار“ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ یہ تو اس سے بھی بڑھکر ہوگا کہ قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اسرار سکھائے، ان کا لقب صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے اسرار حضور کی باتیں پوچھتے۔ اور عبد اللہ تو عبد اللہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: جو یہ فرمائیں او سے مضبوط تھا ”تمسکوا بعہد ابن مسعود“ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے: ”رضیت لا

متی ما رضی لہا ابن ام عبد و کرہت لا متی ما کرہ لہا ابن ام عبد“ میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبد اللہ بن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔ اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا: ”استقرؤ القرآن من اربعة من عبد الله ابن مسعود الحدیث“ قرآن چار شخصوں سے پڑھو، ان میں پہلے عبد اللہ بن مسعود کا نام لیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بردایت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔

اور عجائب نعمائے الہیہ سے یہ کہ آیہ کریمہ ”ان تزولا“ کی تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے چہ جائے حرکت المدار۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے

بیان کریں اسکی تصدیق کرو، دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں۔

اول: ما حد ثکم ابن مسعود فصد قوه۔

دوم: ما حد ثکم حذیفہ فصد قوه۔

اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو، اس کی تصدیق کرو والحمد لله رب العالمین۔

ہمارے معنی کی تو یہ عظمت و شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے اس کی تصدیق کا حکم، اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالیٰ اور بہت آیات اور صدہا احادیث اور اجماع امت اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کریں گے وباللہ التوفیق۔

آپ نے جو معنی لئے، کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام کسی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گرد آفتاب دو رہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے جس پر اسے حرکت کرنے کا حکم فرمایا، حاش للہ! کسی اسلامی رسالے، پرچے، رقعے سے اس کا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصاریٰ کے۔ آگے آپ انصاف کر لیں گے کہ معنی قرآن وہ لئے جائیں یا یہ۔

مجاہد مخلصا وہ کوئی نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گڑھ سکتے، یہاں تک کہ قادیانی کافر نے ”وخاتم النبیین“ میں تاویل گڑھ دی کہ رسالت کی افضلیت ان پر ختم ہوگئی، ان جیسا کوئی رسول نہیں، نا تو تو ہی نے گڑھ دی کہ وہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض، اور بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے، ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں حتیٰ کہ یو ہیں کوئی مشرک ”لا الہ الا اللہ“ میں تاویل کر سکتا ہے، الا میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں، اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث میں ہے ”لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار“

دوسری حدیث میں: ”لا وجع الا وجع العین ولا ہم الا ہم الدین“ درو نہیں مگر آنکھ کا درد، اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی۔ ایسی تاویلوں پر خوش ہونا نہ چاہئے بلکہ جو

تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔

مجی مخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سنی کیا ہے، آپ جانتے ہیں کہ اب سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کا ہے سے رافضی ہوئے۔ کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہ ضروریات دین سے کسی کے منکر تھے، ہرگز نہیں، انہیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت نہ کی۔ مجاہد! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کر لینا فرض ہے، انہوں نے قرآن کریم صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھا، حضور سے اس کے معانی سیکھے، انکے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور ایک جاہل گنوار بے تمیز کو۔ مجاہد! صحابہ اور خصوصاً حدیفہ و عبد اللہ ابن مسعود جیسے صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی، اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم سے انہوں نے سمجھے غلط ہیں، جو ہم سمجھے وہ صحیح ہیں، میں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے۔ ”فاللہ خیر حافظا و هو ارحم الراحمین“ میں امید واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمال جمیل آپ کے انصاف جزیل کو بس ہو۔

اب قدرے تفصیل بھی عرض کروں:

(۱) زوال کے اصل معنی سرکنا۔ ہٹنا۔ جانا۔ حرکت کرنا۔ بدلنا ہیں۔

قاموس المحیط میں ہے: ”الزوال الذہاب والاستحالة“ اسی میں ہے: ”کل ما

تحول (او تغیر من الاستواء الی اعوج) فقد حال واستحال“

زوال یعنی جانا اور حالت بدلنا، جو چیز بدل جائے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے: قد حال واستحال،

ایک نسخہ میں ہے: ”کل ما تحرك او تغیر“ یوہیں عباب میں ہے: ”تحول او تحرك“ تاج العروس میں ہے: ”زال اللہ تعالیٰ زوالہ، اس کا معنی ہے۔ اذہب اللہ حرکتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی حرکت ختم کر دی۔ و زال زوالہ، کا معنی ہے، ذہبت حرکتہ۔ یعنی اس کی حرکت ختم ہو گئی۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے: ”فی حدیث جندب الجہنی واللہ لقد خالطہ سہمی

ولو كان زائلاً لتحرك الزائلة كل شيء من الحيوان يزول عن مكانه ولا يستقر قد كان هذا المرمى قد سكن نفسه لا يتحرك لئلا يحس به فيجهز عليه“ جناب جہنی کی حدیث میں ہے۔ بخدا! سہمی نے اسے ملا دیا، اگر وہ جنبش کرنے والی ہوتی تو ضرور جنبش کرتی، اس لئے کہ ہر حیوان اپنی جگہ سے جنبش یعنی حرکت کرتا ہے، قرار نہیں پکڑتا۔ اور یہ مرکز از خود پرسکون ہو گیا تھا حرکت نہیں کرتا تا کہ اس کا احساس نہ کرے۔

(الف) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے، اور قرآن عظیم نے آسمان وزمین سے اس کی نفی فرمائی، تو حرکت زمین اور حرکت آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) زوال جانا اور بدلنا ہے، حرکت محوری میں بدلنا، اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز نہایہ و درمنثور امام جلال الدین سیوطی میں ہے: ”الزوال الانزعاج بحيث لا يستقر على المكان وهو الزوال بمعنى واحد“ قاموس میں ہے: ”زعجه واقطعه وقلعه من مكانه كزعجه فانزعج“ لسان میں ہے: ”الازعاج نقيض القرار“

تاج میں ہے: ”قلق الشيء قلقاً هو ان لا يستقر في مكان واحد“ مفردات امام راغب میں ہے: ”قرفى مكانه ثبت ثبوتاً جامداً او اصله من القرو هو البرد وهو يقتضى السكون والحريقتضى الحركة“ قاموس میں ہے: ”قرباً لمكان ثبت وسكن كاستقر“ دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق، اور قلق مقابل قرار، اور قرار سکون۔ تو زوال مقابل سکون ہے۔ اور مقابل سکون میں نہیں مگر حرکت تو ہر حرکت زوال ہے۔ قرآن عظیم آسمان وزمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے لاجرم ان کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے

(د) صراح میں ہے زائلاً جنبیدہ وروندہ وآنندہ۔ زمین اگر محور پر حرکت کرتی جبندہ ہوتی اور مدار پر تو آنندہ وروندہ بھی۔ بہر حال زائل ہوتی اور قرآن عظیم اس کے زوال کو باطل فرماتا ہے، لاجرم ضرور اس سے ہر نوع حرکت زائل۔

(۲) کریمہ وان كان مكرهم لتزول منه الجبال ان كالمكراتنا نہیں جس سے

پہاڑ جگہ سے نکل جائیں۔ یا اگر چہ ان کا مکرا یا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ہل جائیں۔
یہ قطعاً ہماری ہی مؤید اور ہر گونہ حرکت جبال کی نفی ہے۔

(الف) ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں، تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے: ”ثبوت الجبل يعرفه الغبی والذکی“ قرآن عظیم نے ان کو رو اسی فرمایا۔ راسی ایک جگہ جما ہوا، پہاڑ اگر ایک انگل بھی سرک جائے گا قطعاً ”زال الجبل“ صادق آئے گا، نہ یہ کہ تمام دنیا میں لڑھکتا پھرے اور ”زال الجبل“ نہ کہا جائے، ثبات و قرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہو گیا۔ اپنی منقولہ عبارت جلالین دیکھئے، پہاڑ کے اسی ثبات و استقرار پر شرائع اسلام کو اس سے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب) اسی عبارت جلالین کا آخر دیکھئے کہ تفسیر دوم پر یہ آیت ”وتخر الجبال هدا“ کے مناسب ہے یعنی ان کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھ کر گر پڑتے۔ یوں ہی معالم التنزیل میں ہے: ”وهو معنی قوله تعالى: وتخر الجبال هدا“ یہ مضمون ابو عبیدہ ابن جریروا بن المنذر روا بن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ نیز ابن جریر ضحاک سے راوی ہوئے ”قوله تعالى: وتخر الجبال هدا“ اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، ظاہر ہے کہ ڈھ کر گرنا اس جنگل سے بھی اسے نہ نکال دے گا جس میں تھا، نہ کہ دنیا سے۔ ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا۔ تو اسی کو زوال سے تعبیر فرمایا۔ اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جچی ہوئی ساکن مستقر ہے۔

(ج) رب عز وجل نے سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا الکریم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا: ”لن ترانی ولكن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی“ تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے۔

پھر فرمایا: ”فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا“ جب انکے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام غش کھا کر گرے۔ کیا ٹکڑے ہو کر دنیا سے نکل گیا؟، یا ایشیا، یا اس ملک سے۔ اس معنی پر تو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا۔ ہاں وہ

خاص محل جس میں جما ہوا تھا وہاں جما نہ رہا، تو معلوم ہوا اسی قدر عدم استقرار کو کافی ہے، اور اوپر گزرا کہ عدم استقرار عین زوال ہے، زمین بھی جہاں جچی ہوئی ہے وہاں سے سر کے تو بیشک زائل ہوگی اگرچہ دنیا و مدار سے باہر نہ جائے

(د) اس آئیہ کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقول السلیم میں ہے: ”وان كان مكرهم في غاية المتانة والشدة معدالا زالة الجبال عن مقارها“ نیشاپوری میں ہے: ”ازالة الجبال عن اماكنها“ خازن میں ہے: ”زال عن اماكنها“ کشاف میں ہے: ”تنقلع عن اماكنها“ مدارک میں ہے: ”تنقطع عن اماكنها“ اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا۔ یہاں بھی مکان و مقر سے قطعاً وہی قرار ہے جو کریمہ ”فان استقرار مكانه“ میں تھا، ارشاد کا ارشاد مقار رہا جاہائے قرار، اور کشاف کا لفظ تنقلع خاص قابل لحاظ ہے، کہ اکھڑ جانے ہی کو زوال بتایا۔

(ه) سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزوہ غفاری کو فی استاذ امام سید کبیر و تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: ”وان كان مكرهم نزول منه الجبال قال تحركت“ انہوں نے صاف تصریح کر دی کہ زوال جبال ان کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے۔ اسی کی زمین سے نفی ہے واللہ الحمد

(۳) اوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار و ثبات ہے، اور قرار و ثبات حقیقی سکون مطلق ہے، و بارہ تکرار عبارت امام راغب گزری۔ اور قاموس میں ہے ”المثبت كمكرم من لا حركة به من المرض وبكسر الباء الذي ثقل فلم يبرح الفراش و داء ثبات بالضم معجز عن الحركة“ مگر تو سعا قرار و ثبات ایک حالت پر بقا کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ ہو، تو اس کا مقابل زوال اسی حالت سے انفصال ہوگا، یونہی مقر و مستقر و مکان ہر جسم کے لئے حقیقہ وہ سطح یا بعد مجرد یا موہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو حادی اور اس سے ملاصق ہے، یعنی علماء اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہلنے سرکنے سے بدل گئی، لہذا اس حرکت کو حرکت ابدیہ کہتے ہیں، یعنی جس سے دمبدم ”ایسن“ کہ مکا ن و جا کا نام ہے بدلتا ہے، یہی جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں قرار و ثبات حقیقی ہے، اس کے لئے یہ بھی ضروری کہ وضع بھی نہ بدلے، کہہ اپنی جگہ قائم رہ کر اپنے محور پر گھومے، مکان نہیں بدلتا

مگر اسے قار و ثابت ساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل و حائل و متحرک۔ پھر اسے توسع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلے بلکہ شہر بلکہ ملک بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصہ زمین مثل ایشیا بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقر و مستقر و مکان کہتے ہیں

”قال تعالیٰ: ولکم فیہا مستقر و متاع الی حین“ اور اس سے جب تک جدائی نہ ہو اسے قرار و قیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں، اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو، لہذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے، وہ ان میں سکونت رکھتے ہیں، وہ انکے ساکن ہیں۔ حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون و حرکت متبائن مگر یہ معنی مجازی ہیں، لہذا جائے اعتراض نہیں، لاجرم محل نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انہیں کی طرح مجازی و توسع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک ان سے انتقال نہ ہو۔ کفار کی وہ قسم کہ ”مالنا من زوال“ اسی معنی پر تھی، یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں، چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں، اس سے منتقل نہیں ہو سکتے، بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت میں جانا نہیں۔

ان ہی الا حیاتنا الدنیا ونحی ونموت وما نحن بمبعوثین“
یہی تو ہماری زندگی ہے کہ ہم جیتے ہیں اور مرتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔
مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:

واقسمو اباللہ جہد ایما نہم لا یبعث اللہ من یموت۔
اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حق میں حد کی کوشش سے کہ اللہ مردے نہ اٹھائے

گا۔

لا جرم تیسری آیہ کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہوا، نہ یہ کہ دنیا میں ان کا چلنا پھرنا زوال نہیں، قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اوپر سن چکے، اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے مگر یہاں اس کا ذکر ہے جس کی قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال، معنی مجازی کے لئے قرینہ درکار ہوتا ہے، یہاں قرینہ ان کے یہی اقوال بعینہ ہیں، بلکہ خود اسی آیت کے صدر میں قرینہ صریح مقالہ موجود کہ روز قیامت ہی کے سوال و جواب کا ذکر فرماتا ہے:

وانذر الناس يوم يأتيهم العذاب فيقول الذين ظلموا ربنا اخرنا الى اجل قريب نجب دعوتك ونتبع الرسل اولم تكونوا اقسستم من قبل ما لكم من زوال “ اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا، تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب! تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں، تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں۔

لیکن کریمہ ”ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا“ میں کوئی قرینہ نہیں، تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا، بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار و ثبات و سکون حقیقی کا چھوڑنا، اس کی نفی ہے تو ضرور سکون کا اثبات ہے۔ ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلا قرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں۔

(۴) نہیں نہیں بلا قرینہ نہیں بلکہ خلاف قرینہ۔ یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریف معنوی کا پہلو دیگا۔ رب عز وجل نے ”يمسك“ فرمایا ہے: ”امساك“ روکنا تھا ماننا بند کرنا ہے، ولھذا جوز میں کہ پانی کو بہنے نہ دے روکے رکھے اسے ”مسك“ اور ”امساك“ کہتے ہیں، انہار و ابھار کو نہیں کہتے ہیں حالانکہ ان میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہو گی جہاں تک احسن الخالقین جل وعلا نے اس کا امکان دیا ہے۔ قاموس میں ہے: ”امسكه حبسه الممسك محرکة الموضع بيمسك الاناء كالامساك كسحاب“ یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے امکان دیا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی

(۵) اگر ان معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے، مکان و مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اور اعم از عم سے جدا ہونا، سب اس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے، جیسے زید و بکر و عمر وغیرہم کسی فرد کو انسان کہنا، تو اب بھی قرآن کریم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہو گا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا ”تزولا“ فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ چیز نفی میں عام ہوتا ہے، تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان وزمین کو کسی قسم کا زوال نہیں، نہ موقع عام سے، نہ مستقر حقیقی خاص سے اور یہی سکون حقیقی ہے وللہ الحمد۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی، زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہوگا، زائل ہو جانا قطعاً مطلقاً زوال ہے، زائل ہو جانا زوال کا ترجمہ ہی تو ہے، مکان خاص سے ہو خواہ اماکن سے مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوئی۔

یونہی فرمایا: زمین کا زوال اس کے اماکن سے، پھر فرمایا: جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو امساک کیا ہے اس سے باہر سرک نہیں سکتی، پھر فرمایا: اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے، اس سے زائل نہیں ہو سکتی، اور نفی کی جگہ فرمایا: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا، مگر رب عزوجل نے تو ان میں سے کوئی قید نہ لگائی۔ مطلق ”یمسک“ فرمایا ہے اور مطلق ”ان تزولا“ اللہ آسمان وزمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں، یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں روکے ہوئے ہے، یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے اماکن عدیدہ ہیں، ان اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اس کا بڑھانا کلام الہی میں اپنی طرف سے بیوند لگانا ہوگا، از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید، عام کو مخصوص بنانا ہوگا، اور یہ ہرگز روا نہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے جو ان کی کتب عقائد میں مصرح ہے کہ ”النصوص تحمل علی ظواہرہا“ بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھانک یہی ہے کہ بطور خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں، مطلق کو مقید، عام کو مخصوص کریں۔ ”مالکم من زوال“ کی تخصیص واضح سے ”ان تزولا“ کو بھی مخصوص کر لینا اس کی نظیر یہی ہے کہ ”ان اللہ علی کل شیء قدیر“ کی تخصیص دیکھ کر ”ان اللہ بکل شیء علیم“ کو بھی تخصیص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات و صفات و محالات زیر قدرت نہیں یونہی معاملہ صاف ہو گیا کہ ذات و صفات و محالات کا معاذ اللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی بحمدہ تعالیٰ نمبر (۸) میں آتی ہے جس سے واضح ہو جائیگا کہ اللہ و رسول و صحابہ و مسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محل نزاع میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے باہر نہ جائے، یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا؟ فانتظر

(۶) لاجرم وہ جنہوں نے خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن کریم

پڑھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے معافی سیکھے انہوں نے آیہ کریمہ کو ہرگز نہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانہ رسالت پائے ہوئے تھے روایت کی، اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری و مسلم ہے:

حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفین عن الاعمش عن ابی وائل قال: جاء رجل الى عبد الله رضى الله تعالى عنه فقال: من اين جئت؟ قال: من الشام فقال: من لقيت؟ قال: لقيت كعب فقال: ما حدثك كعب؟ قال حدثني ان السموات تدور على منكب ملك، فقال: صدقته او كذبت؟ قال: ما صدقته ولا كذبت، قال: لو ددت انك افتديت من رحلتك اليه براحتك ارحلها، كذب كعب، ان الله يقول: ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا، ولئن زالا لانا امسكها من احد من بعده، زاد غير ابن جرير وكفى بها زوالاً ان تدورا“

ایک صاحب حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں حاضر ہوئے فرمایا: کہاں سے آئے، عرض کی: شام سے؛ فرمایا: وہاں کس سے ملے، عرض کی: کعب سے، فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی کہ کہا آسمان ایک فرشتہ کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی کچھ نہیں (یعنی جس طرح حکم ہے کہ اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو تو اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ مانو نہ جھوٹ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کاش تم اپنا اونٹ اور اسکا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دیدیتے، کعب نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک اللہ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انہیں کون تھا مے۔ گھومنا ان کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسند صحیح بر اصول حنفیہ برجال بخاری و مسلم حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کے استاذ الامام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی:

حدثنا جریر عن مغيرة عن ابراهيم قال: ذهب جندب البجلي الى كعب الاحبار ثم رجع فقال له عبد الله حدثنا ما حدثك فقال: حدثني ان السماء في

قطب كقطب الرجا، قال عبد الله: لو دوت انك افتديت رحلتك بمثل راحلتك ثم قال ماتنكب اليهودية في قلب عبد فكادت ان تفارق، ثم قال: ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا“ وكفى بها زوالا ان تدورا۔

جندب بجلی کعب احبار کے پاس جا کر واپس آئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی یہ کہا کہ آسمان چکی کی طرح ایک کیلی میں ہے، حضرت عبداللہ نے فرمایا: مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دیکر اس سفر سے چھٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھوٹی ہے، اللہ تو فرما رہا ہے: بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

ان كعباً كان يقول: ان السماء تدور على نصب مثل نصب الرجا، فقال حذيفة بن اليمان رضى الله تعالى عنه كذب كعب، ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا۔

کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی، اس پر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا، بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایا کے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں، آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور ان کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے، جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے ان کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوگا، مگر ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا، نہ جاسکتا تھا، بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی، تو انہوں نے روانہ رکھا کہ کلام الہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگالیں۔ لا جرم اس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا ولله الحمد۔

تنبیہ: کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں، خلافت فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے، کتب سابقہ کے عالم تھے، اہل کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے، انہیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغیط ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی، تو ”کذب کعب“ کے یہ معنی ہیں کہ کعب نے غلط کہا، نہ یہ کہ معاذ اللہ قصداً جھوٹ کہا، کذب بمعنی اخطاً محاورہ حجاز ہے، اور خراش یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ انکے دل میں جو علم یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے، باطل صریح، حق صحیح، اور مشکوک، کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ ان کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو۔ اسلام لا کر قسم اول کا حرف حرف قطعاً انکے دل سے نکل گیا۔ قسم دوم کا علم اور مسجل ہو گیا۔ یہ مسئلہ قسم سوم بقایا ہے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہو کر انہوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا بطلان ظاہر فرمادیا، یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے، بلکہ ان خبیثوں کی خرافات سے، تابعین صحابہ کرام کے تابع و خادم ہیں، مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں، اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا واللہ الحمد۔

(۷) اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا۔ کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے، زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے، بلکہ ۱۵۳۰ء سے پہلے (جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مردہ پڑی تھی جلایا) نصاریٰ بھی سکون ارض ہی کے قائل تھے۔ اسی قدر یعنی صرف دورہ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا، اس کی تکذیب فرمادی، دورہ زمین کہا کس نے تھا کہ اس کا رد فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دورہ کہتا صحابہ اسی آئیہ کریمہ سے اس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا، یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے، یا صرف آسمان کا، یہ آیت پڑھئے صراحۃً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں، دونوں پر ایک ہی حکم ہے، جب حسب ارشاد صحابہ آئیہ کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتی ہے اور وہ

انکار آسمان وزمین دونوں کے لئے ایک نسق ایک لفظ ”ان تزولا“ میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہر گونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔

ایک شخص کہے: حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لئے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا، اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے، آیہ کریمہ میں ہے ”انسی رایت احد عشر کواکبا والشمس والقمر رأیتهم لی ساجدین“ کہ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا، اس کے بعد ایک دوسرا اٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہوا اور کہے قربان جائیے عالم نے تو سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، خاموشی فرمائی، اسے کیا کہا جائے گا؟

اب تو آپ نے خیال فرمالیا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلہ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نص قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں اور یہ معاذ اللہ خسران مبین ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ اور سب اہل سنت کو بچائے آمین۔

(۸) عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سنا، اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہہ کہ دیا

تھا۔

(الف) حدیثوں میں کتنی جگہ ”زالت الشمس“ ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے: ”اقم الصلوٰۃ لدلوك الشمس“ تفسیر ابن مردویہ میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ”لدلوك الشمس“ کی تفسیر میں فرمایا: ”لزوال الشمس“ ابن جریر میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اتانی جبرئیل لدلوك الشمس حین زات فصلی بی الظهر“ نیز ابو ہریرہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ”کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الظهر اذا زالت الشمس ثم تلا اقم الصلوٰۃ لدلوك الشمس“ نیز مثل سعید ابن منصور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے: ”دلوكھا زوالھا“ بزار و ابوالشیخ و ابن مردویہ نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ”دلوك الشمس زوالھا“ عبد الرزاق نے مصنف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے: ”دلوك الشمس اذا زالت عن بطن السماء“ مجمع بحار الانوار میں ہے: ”زاغت الشمس مالت وزالت عن اعلی درجات ارتفاعھا“

فقہ میں وقت زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔ کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلا نے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے، حاشا مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہو گیا، یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو زوال کیوں نہیں کہتے، تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔

کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا، جر جیر یعنی چپنے کو کہ ایک قسم کا ناج ہے جر جیر کیوں کہتے ہیں؟ کہا ”لانہ يتجر جر علی الارض“ اس لئے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے، کہا: تمہاری داڑھی کو جر جیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں؟ کہا: ”لان السماء یقر فیہا“ اس لئے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا تمہارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔

یہاں تین ہی موضع ممتاز تھے، افق شرقی و غربی و دائرة نصف النهار، ان سے سرکنے کا نام طلوع و غروب رکھا کہ یہی النسب و وجہ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا اگرچہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہ ہر وقت ہے، کریمہ ”والمشمس تجری لمستقر لہا“ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے ”لامستقر لہا“ یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اسے قرار نہیں۔ اوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے، اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام زوال رکھا۔

غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آثار صحابہ کرام و اجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہ کر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا، اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگرچہ مدار سے باہر نہ جاتی، لیکن قرآن عظیم صاف ارشاد میں اس کے زوال کا انکار فرما رہا ہے، تو قطعاً واجب کہ زمین اصلاً متحرک نہ ہو

(ب) بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن و حدیث و فقہ و زبان جملہ مسلمین سب میں مذکور، قائلان دورہ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکت یومیہ اسی کی جانب منسوب کرتے

ہیں، یعنی آفتاب کی یہ حرکت نہیں بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے، جب وہ حصہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہو گیا رات ہوئی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا تو کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا حالانکہ زمین یعنی اس حصہ ارض نے جانب شمس رخ کیا، جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کی محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرہ نصف النہار مرکز شمس کے مقابل آیا دو پہر ہو گیا، جب زمین یہاں سے آگے بڑھی تو دو پہر ڈھل گیا، کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا، یہ ان کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذب و مکتذب ہے۔ مسلمین تو مسلمین، بیروت وغیرہ کے سفہائے قائلان حرکت ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقت زوال اور دھوپ گھڑی کو مزولہ کہتے ہیں، یعنی زوال پہچاننے کا آلہ۔ اور اگر ان سے کہئے کیا شمس زوال کرتا ہے کہیں گے نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی تو آپ کی تاویل موافقین و مخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج) اوروں سے کیا کام آپ تو بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہیں، ابتدائے وقت ظہر زوال سے جانتے ہیں کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہو گیا۔ کا ہے سے زوال ہوا دائرہ نصف النہار سے، کس کا زوال ہوا آپ کے نزدیک زمین کا کہ اسی کی حرکت محوری سے ہوا، حالانکہ اللہ عز وجل فرماتا ہے: کہ زمین کو زوال نہیں، اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رکھرا سے زوال ہوتا ہے۔ دنیا سے زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا؟ انصاف شرط ہے اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم وباللہ التوفیق

(د) یہاں سے بحمدہ تعالیٰ حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی خوب توضیح ہو گئی کہ صرف حرکت محوری زوال کو بس ہے

(۹) بحمدہ تعالیٰ تین آیتیں یہ گزریں۔

آیت (۱) ”ان اللہ یمسک“

آیت (۲) ”ولئن زالتا“

آیت (۳) ”لداولک الشمس“

(نمبر ایک سے تین تک کا ترجمہ گزر چکا)

آیت (۴) ”فلما افلت“ جب وہ ڈوب گیا۔

آیت (۵) ”وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب“

اور اپنے رب کی پاکی حمد کے ساتھ بیان کیجئے سورج طلوع ہونے سے پہلے اور

سورج غروب ہونے سے پہلے۔

آیت (۶) ”حتى اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع على قوم لم نجعل

لهم من دونها سترًا“

یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہونچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لئے ہم

نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔

اور ان سب سے زائد

آیت (۷) ”وترى الشمس اذا طلعت تزاور عن كهفهم ذات اليمين واذا

غربت تقرضهم ذات الشمال وهم في فجوة منه ذلك من آيات الله“

تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور

جب ڈوبتا ہے ان سے بائیں طرف کتراجاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ

قدرت الہی کی نشانیوں سے ہیں۔

یو ہیں صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصاً حدیث صحیح بخاری ابو

ذرر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا بی ذر حین غربت

الشمس اتدری این تذهب؟ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال: فانها تذهب حتی تسجد

تحت العرش فتستأذن فیؤذن بها ویوشک ان تسجد فلا یقبل منها وتستأذن فلا

یؤذن لها یقال لها: ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربها فذلك قوله تعالی:

والشمس تجری لمستقر لها ذلك تقدير العزيز العليم“

غروب شمس کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

فرمایا: کہ کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر نے عرض کیا: کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ

جانتے ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا: کہ جاتا ہے یہاں تک کہ زیر عرش سجدہ کرتا ہے اور اجازت مانگتا ہے تو

طلوع کی اجازت دے دی جاتی ہے، اور عنقریب وہ ایسا سجدہ کرے گا کہ جو نہ قبول کیا جائے گا اور طلوع کی

اجازت چاہے گا تو اس کو اجازت نہیں ملے گی، سورج سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا وہاں چلا جا، تو مغرب سے طلوع ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھراؤ کے لئے، یہ حکم ہے زبر دست حکم والے کا۔

یوہیں ہزار ہا آثار صحابہ عظام و تابعین کرام و اجماع امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے، آفتاب کو وسط سما سے زوال ہوتا ہے، آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے، بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع و غروب زوال نہیں مگر حرکت یومیہ سے، تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے، تو قرآن عظیم و احادیث متواترہ و اجماع امت سے ثابت کہ حرکت یومیہ حرکت شمس ہے، نہ کہ حرکت زمین، لیکن اگر زمین حرکت محوری کرتی تو یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے۔ تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل و مردود ہے، پھر شمس کی حرکت یومیہ جس سے طلوع و غروب و زوال ہے نہ ہوگی مگر یوں کہ وہ گرد زمین دورہ کرتا ہے۔ تو قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہوا کہ آفتاب حول ارض دائرہ ہے۔ لاجرم زمین مدار شمس کے جوف میں ہو، تو بحمدہ تعالیٰ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ و اجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری و مداری دونوں باطل ہیں واللہ الحمد۔

زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ غروب تو حقیقۃً شمس کے لئے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکت زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لئے ہے کہ یہ ٹہتی ہے نہ کہ آفتاب، اور طلوع حقیقۃً کسی کے لئے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے۔

حدیث میں ہے: ”لکل حد مطلع“ نہایہ و درنثر و مجمع البحار و قاموس میں ہے: ”ای مصعد یصعد الیہ من معرفۃ علمہ“ نیز ثلاثہ اصول و تاج العروس میں ہے: ”مطلع الجبل مصعدہ“ حدیث میں ہے: ”طلع المنیر“ مجمع البحار میں ہے: ”ای علاہ“

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں، لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے، مگر مکان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی، انہیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا چڑھتا ڈھلتا ہے، لہذا طلوع و زوال شمس کہتے ہیں۔ یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکر روارکھ سکے کہ جاہلانہ

وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآن عظیم بھی معاذ اللہ اسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع و زوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرما دیا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس و سکون زمین پر ایمان لائے واللہ البہادی۔

(۱۰) سورۃ طہ و سورۃ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا ہے: ”الذی جعل لکم الارض مہد“ دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قرأت ہند میں رائج ہے: ”مہدا“ پڑھا، باقی تمام ائمہ قرأت نے ”مہادا“ بزیادت الف۔ دونوں کے معنی ہیں بچھونا، جیسے فرش و فراش، یونہی مہد اور مہاد۔

(الف) پس قرأت عام ائمہ نے قرأت کوفی کی تفسیر فرمادی کہ مہد سے مراد فرش ہے۔ مدارک شریف سورۃ طہ میں ہے: (مہدا) کوفی و غیرہم مہادا و ہمالغتانا لما یسط ای الفرش“ اسی کی طرح سورۃ زخرف میں ہے: (مہدا) کوفی و غیرہم مہادا ای موضع قرار“ معالم شریف میں ہے: ”قرأ اهل الكوفة مہدا ہنا فی الزخرف فیکون مصدر ای فرشاً وقرأ الآخرون مہادا ای فراشا و هو اسم لما یفرش کا لبساط“ تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے (مہدا) فراشا، نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا ہے: ”الم نجعل الارض مہادا“ فرماتا ہے: ”والارض فرشناھا فنعم الماہدون“ فرماتا ہے: ”والله جعل لکم الارض بساطا“ فرماتا ہے: ”الذی جعل لکم الارض فراشا“ اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے۔

(ب) بچے ہی کا مہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے، جلالین سورۃ زخرف میں ہے: (مہادا) ”فراشا کا لمہد للصبی لاجرم حضرت شیخ سعدی و شاہ ولی اللہ نے ”مہدا“ کا ترجمہ طہ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا، اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے دونوں جگہ بچھونا۔

(ج) گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر بفرض باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ سکنوں کو نیند آتی نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی، تو گہوارہ سے اسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں ہے تو بحیثیت آرام و راحت ہے، خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے نہ کہ ہلانا، تو وجہ شبہ وہی ہے نہ یہ۔ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د) لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا، بالکل نقیض

اس کا جو آپ چاہتے ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے: ”کون الارض مہادا انما حصل لاجل کونہا واقفة ساکنۃ ولما کان المہد موضع الراحة للصبی جعل الارض مہادا لکثرة ما فیہا من الراحة۔ خازن میں ہے ”(جعل لکم الارض مہدا) معناه واقفة ساکنۃ ممکن الانتفاع بہا ولما کان المہد موضع راحة الصبی فلذلك سمی الارض مہادا لکثرة ما فیہا من الراحة للخلق“ خطیب شربنی پھر فتوحات الہیہ میں زیر کریمہ زخرف ہے: ”ای لو شاء جعلہا متحرکۃ فلا یمکن الانتفاع بہا فالانتفاع بہا ان یمحصل لکونہا مسطحة قارة ساکنۃ“

اس ارشاد علماء پر کہ زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا، کا سہ لیسان فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شبہ لگے کہ ”اس کی حرکت محسوس نہیں“ تو ان سے کہئے یہ تمہاری ہوس خام ہے۔ فوزمبین دیکھئے ہم نے خود فلسفہ جدیدہ کے مسلمات عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اس کی حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی، انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا، زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قاہر رد ہوں ان کا اٹھانا ہزار ہا بانس پیراتا ہے۔

دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمد للہ ان میں کوئی نام کو تام نہیں، سب پادر ہوا ہیں، زندگی بالخیر ہے تو آپ انشاء اللہ ان سب کا رد بلیغ فقیر کی کتاب ”فوزمبین“ کی فصل چہارم میں دیکھیں گے، بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طریقہ استدلال اصلاً نہیں آتا، انہیں اثبات دعویٰ کی تمیز نہیں، ان کے اوہام جن کو بنام دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں رکھتے ہیں، منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی ان کے رد میں بس ہیں کہ یہ دلائل بھی انہیں علتوں کے پابند ہوس ہیں اور بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دیندار و سنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث

واجماع سچے۔ یہ ہے بحمد اللہ شان اسلام۔ محبت فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات و دراز کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائل سائنس کو مردود و پامال کیا جائے، جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکا ت ہو۔ یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے پچشم پسند دیکھتے ہیں۔

(ع) ”وعین الرضاء عن کل عیب کلیلة“ اس کے معائب مخفی رہتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل کی عنایت اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کر کے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ اسلام کو بنظر تحقیر و مخالفت دیکھئے، اس وقت انشاء اللہ العزیز القدر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یو ہیں سائنس کے مقابل آپ نصرت اسلام کے لئے تیار ہو جائیں گے کہ ع ”ولکن عین السخط تبدی المساویا“

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں:

دشمن راہ خدا را خواردار دزد را منبر منہ برداردار

رب کریم بجاہ نبی رؤف و رحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہل سنت خادمان ملت کو نصرت دین حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے ”امین الہ الحق امین واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولا نانا نصرنا علی القوم الکفرین“ والحمد لله رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا و مولا نا محمد والہ وصحبہ وابنہ و حزبہ اجمعین آمین۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۲۷۵-۲۸۹)

سورۃ یس

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۲) انا نحن نحي الموتى ونكتب ما قدموا واثارهم ط وکل شیء

احصینہ فی امام مبین۔ ☆

بیشک ہم مردوں کو جلائیں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانیوالی کتاب میں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ونكتب ما قدموا واثارهم ط سے وہ قدم بھی مراد لئے جاسکتے ہیں جو کسی اچھے کا جو جوتے

ہوئے پڑیں، لہذا)

ہدایت کو جانے کے لئے آتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں۔ اور جو بغیر سواری نہ جاسکتا ہو اس کو سواری مانگتا کچھ حرج نہیں۔ یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۵/۱۷)

// تراویح و تحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ، مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”علیکم بالصلوة فی بیوتکم فان خیر صلوة المرء فی بیتہ الا المكتوبة رواہ البخاری ومسلم“ تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کے لئے اس کے گھر میں ہے سوا فرض کے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔ اور فرماتے ہیں:

صلوة المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجد فی هذا الا المكتوبة رواہ ابو داؤد “نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرائض۔

اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور خود عادت کریمہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسی طرح تھی، احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شانہ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت نماز ظہر سے پہلے پڑھتے، پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے، پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے۔ اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے، اور عشاء کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم في صحيحه وابو داؤد في السنن واللفظ لمسلم عن عبد الله بن شقيق قال سألت عائشة رضي الله تعالى عنها عن صلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن تطوعه فقالت: كان يصلي في بيتي قبل الظهر اربعا، ثم يخرج فيصلي بالناس ثم يدخل فيصلي ركعتين وكان يصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلي ركعتين ويصلي بالناس العشاء ويدخل بيتي فيصلي ركعتين، ثم ذكرت صلوة الليل والوتر الى ان قالت وكان اذا طلع الفجر صلى ركعتين زاد ابوداؤد ثم يخرج فيصلي بالناس صلوة الفجر“

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے۔ مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میرے حجرے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو جماعت کرواتے، پھر حجرے میں جلوہ افروز ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی جماعت کرواتے پھر حجرے میں تشریف لا کر دو رکعات پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے ہاں تشریف لاتے تو دو رکعات ادا کرتے۔ پھر انہوں نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا، جب طلوع فجر ہو جاتی تو آپ دو رکعات ادا کرتے۔ ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرے سے نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے

اسی طرح سنن جمعہ کا مکان جنت نشان میں پڑھنا صحیحین میں مروی، زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے نہیں،

”فی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جميعا حتی لا یصلون بعد المغرب حتی یصیرون الی اہلیہم“

فتح میں سائب بن یزید سے ہے کہ میں نے دور فاروقی میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے لوٹتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، گویا وہ مغرب کے بعد کوئی نماز ادا نہ کرتے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جاتے۔

سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔

اخرج ابو داؤد والترمذی والنسائی عن کعب بن عجرة وابن ماجه عن حدیث رافع بن خدیج والسیاق لا بی داؤد قال: ان البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبدالاشہل فصلی فیہ المغرب فلما قضوا صلواتہم راہم یسبحون بعدھا فقال: ہذہ صلوۃ البیوت ولفظ الترمذی والنسائی علیکم بہذہ الصلوۃ فی البیوت، وابن ماجه ارکعوا ہاتین الرکعتین فی بیوتکم ابو داؤد،

ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب بن عجرہ سے، اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا، ابو داؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ جب انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی تو ان کو اس کے بعد نفل پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ تو گھر کی نماز ہے۔ تر

مذی اور نسائی کے الفاظ ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: یہ دو رکعات تم اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ہر گاہ تمام کردند مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایساں را کہ نفل

نماز می گزارند کہ مراد بوعے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایں یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارد نہ در مسجد، بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ بگزارند بچنین بود عمل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر بسبب یا عذرے خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد نگزارد و بعضے از علما گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نمی شود و بعض گفتہ اند کہ عاصی می گردد از جہت مخالفت امر کہ ظاہر ش در وجوب است و جمہور بر آنند کہ امر برائے استحباب است۔

جب لوگوں نے فرض نماز ادا کر لی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرائض کے بعد نوافل یعنی سنن مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ سنن مغرب یا مطلق نماز نفل گھروں کی نماز ہے، انہیں گھروں میں ادا کرنا چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا، البتہ کسی سبب یا عذر کی صورت مستثنیٰ ہے خصوصاً نماز مغرب کی سنن مسجد

میں ادا نہ کی جائیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے سنن مغرب مسجد میں ادا کیں تو سنت واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی گنہگار بھی ہوگا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے) کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لئے ہے الخ۔

گا ہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہو تو علماء فرماتے ہیں: وہ کسی عذر کے سبب سے تھا ”کما مر عن الشيخ وبعثله قال العلامة ابن امير الحاج في شرح المنية، مع هذا ترك احيانا

منافى سنيت واستجاب نہیں بلکہ اس کا مقرر و مؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت وجوب ہے ”کما فی البحر وغیرہ“

علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دائماً سب سنن مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں، تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے ”فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنی چاہئیں“ اور فرمایا ”ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے“ بلکہ انہیں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ ”نماز گھروں میں

پڑھا کرو“ ”کما مر کل ذلك“ تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں ہے کہ قول فعل پر مرنج ہے، اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل، اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا ”کما سبق“ اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے، ہدایہ میں ہے:

”والافضل فی عامة السنن والنوافل المنزل وهو المروى عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ تمام سنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہی بات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔
فتح القدیر میں ہے:

عامتهم علی اطلاق الجواب کعبارة الكتاب وبه افتی الفقیہ ابو جعفر الا ان یحشی ان یشغل عنها اذا رجع فان لم یخف فافضل البیت “عام فقہاء جواب کو مطلق قرار دیتے ہیں جیسا کہ عبارت کتاب سے ظاہر ہے، اور فقیہ ابو جعفر نے یہ کہتے ہوئے فتویٰ دیا ہے: مگر اس صورت میں جب کسی مشغولیت کی بناء پر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو (تو مسجد ہی میں پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔
شرح صغیر میں ہے:

السنة فی سنة الفجر وكذا فی سائر السنن ان یأتی بها فی بیتہ وهو الافضل او عند باب المسجد واما السنن التی بعد الفریضة فانه ان تطوع بها فی المسجد فحسن وتطوعه بها فی البیت افضل، وهذا غیر مختص بما بعد الفریضة بل جمیع لنوافل ما عدا التراویح وتحیة المسجد الافضل فیها المنزل لما روى عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه كان یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت اه ملخصا۔

پھر سنت، سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہی افضل ہے یا دروازہ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ سنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے، اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح وتحیة المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے

کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنن و وتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے۔

اور جب ثابت ہو چکا کہ سنن و نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے یونہی ہمیں حکم فرمایا تو بخیاں مشابہت روافض اسے ترک کرنا کچھ وجہ نہیں رکھتا۔ اہل بدعت کا خلاف ان کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امور خیر سے جو بات وہ اختیار کریں ہم اسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں۔ بالجملہ اصل حکم استحبابی یہی ہے کہ سنن قبلہ مثل رکعتین فجر و رباعی ظہر و عصر و عشاء مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں، اور سنن بعدیہ مثل رکعتین ظہر و مغرب و عشاء میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہو گا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر، اور اس سے ایک زیادت ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادۃ ادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے۔

”قال تبارک وتعالیٰ ونکتب ما قدموا اثارہم و کل شیء احصینہ فی امام

مبین“ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شی کو ہم نے کتاب مبین میں شمار کر رکھا ہے۔

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلوٰۃ فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جانے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے ”کما فی

کتب الفقہ“ مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نمائی و انتشار ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمہ دین فرماتے ہیں:

”الخروج عن العادة شهرة ومکروه“ معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے

۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جدیدہ/ ۳۱۱ تا ۳۱۶)

(۱۲) وکل شیء احصینہ فی امام مبین۔

بیضاوی نے کہا: یعنی لوح محفوظ، اور رب عز وجل نے فرمایا: آسمان وزمین کا کوئی غیب ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ اور امام بغوی نے معالم التنزیل میں فرمایا: یعنی لوح محفوظ میں۔ اور امام نسفی نے مدارک التنزیل میں فرمایا: لوح مبین ہے یعنی جو ملائکہ اسے دیکھتے ہیں ان کے لئے ظاہر اور روشن ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اور یقیناً معلوم ہے کہ لوح متنازل نہیں ہر آنے والے کو ابد تک، کیونکہ متناہی کا احاطہ غیر متناہی کو صحیح نہیں اور لوح میں وہی مثبت ہے جو پہلے دن سے تھا اور قیام قیامت تک ہوگا۔ اور میرے نزدیک کوئی دلیل قاطع اب تک اس پر قائم نہ ہوئی کہ یہ غایت مغیا میں داخل ہے یا خارج۔ رج تو اگر واقعی یہ ہو کہ تعین وقت ساعت لوح میں مثبت ہے تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جان لیا، کہ اب آیات اسے متنازل ہیں،

امام جلال الدین سیوطی نے اس کے لئے ایک فصل خصائص کبریٰ میں باندھی اور فرمایا کہ یہ فصل ہے اس بیان میں کہ بعض علمائے کرام ادھر گئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم خمس بھی دیا گیا، اور علم وقت ساعت اور علم روح بھی دیا گیا، اور حضور کو اس کے چھپانے کا حکم فرمایا۔ (الدولۃ المکیۃ - ۴۱۷)

(۶۹) وما علمناہ الشعر وما ينبغي له ان هو الا ذکر وقرآن

مبین۔ ☆

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

خطبہ جمعہ میں محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ و اساءت و خلاف سنت و موجب ترک تلاوت۔ اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کر کے لائیں تو اول تو غالباً یہ بلا تغیر نظم قرآن نامتیسر، اور بعد تغیر نظم تلاوت نہ رہے گی اگر چہ اقتباس ہو، اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنت تلاوت کے لئے قرآن مجید کو منظوم کر کے پڑھنا ترک قرأت سے اشد و اشنع ہے، قرآن عظیم شعر سے پاک و منزہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی و ارفع ہے

”وما علمناہ الشعر وما ينبغي له“ اور ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم ہی نہ دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ تو اس طور پر قصد تلاوت صریح اسات ادب ہے،

”وبہ فارق الاقتباس الذی لا یراد فیہ تلاوة القرآن فانہ شائع ذائع علی الاصح“ اس سے وہ اقتباس الگ ہو گیا جس سے مقصد تلاوت قرآن نہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق یہ مشہور اور مروج ہے۔

اور یوں بھی نظم پر اقتصار میں بلا وجہ کلمات ماثورہ وطریقہ متوارثہ سے اعراض ہے، تو اس سے اعراض ہی چاہیے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۸/۳۲۵)

(۷۱) اولم یروا انا خلقنا لہم مما عملت ایدینا انعاما فہم لہا

مالکون۔☆

اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لئے پیدا کئے تو یہ ان کے مالک ہیں۔

(۷۲) وذللنا لہم فمناہم رکوہم ومنہا یا کلون۔☆

اور انہیں ان کے لئے نرم کر دیا تو کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔

(۷۳) ولہم فیہا منافع ومشارب ۛ افلا یشکرون۔☆

اور ان کے لئے ان میں کئی طرح کے نفع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا شکر نہ کریں گے۔

(۷۴) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہاں جانوروں سے نفع حاصل کرنے کے سلسلہ میں فرمایا اس میں ان کا گوشت کھانا بھی شامل

لہذا اس کی تفصیل ملاحظہ کریں)

پہلے دوا مرذہن نشین کرنا لازم۔

اول یہ کہ ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجہ حکمت و متانت و مراعات دقایق مصلحت میں

ہے، اور جو حکم عرف و مصالح پر مبنی ہوتا ہے انہیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے، اور اعصار

و امصار میں ان کے تبدل سے متبدل ہو جاتا ہے، اور وہ سب احکام احکام شرع ہی قرار پاتے

ہیں، مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر و نایابی فتنہ و شدت تقویٰ و قوت خوف خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب، اور زنان مسلمین برائے نماز مہجگانہ مساجد میں جماعتوں کے لئے حاضر ہوتیں، بعد حضور کے جب زمانے کا رنگ قدرے متغیر ہوا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

”لو ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رأى من النساء ما رأينا لمنعهن من المسجد كما منعت بنو اسرائيل نساءها رواه احمد و البخاري و مسلم“

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے زمانہ کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے تو انہیں مساجد جانے سے ممانعت کرتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا، اسے امام احمد و بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

جب زمانہ رسالت سے اور بعد ہوا ائمہ دین نے جو ان عورتوں کو ممانعت فرمادی، جب اور فساد پھیلا علماء نے جو ان و غیر جو ان کسی کے لئے اجازت نہ رکھی، درمختار میں ہے:

بكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد و وعظ مطلقا ولو عجو زاليا على المذهب المفتى به لفساد الزمان “ رات کو عورتوں کا خواہ بوڑھی ہوں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور اگر جمعہ اور وعظ کی مجلس ہو تو مفتی بہ مذہب میں مطلقاً مکروہ ہے زمانہ کے فساد کی وجہ سے۔

فتح القدیر میں ہے:

عمم المتأخرون المنع للعجائز والشواب في الصلوات كلها لغلبة الفساد في سائر الاوقات “ غلبہ فساد کی وجہ سے تمام اوقات کی نمازوں میں عموماً بوڑھی اور جو ان عورتوں کا نکلنا متأخرین علماء نے منع فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اذا استأذنت احدكم امرأته الى المسجد فلا يمنعها - رواه احمد

والشيخان والنسائي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما“

جب تم میں کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے (اسے احمد

، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔
دوسری حدیث میں فرمایا:

لا تمنعوا اماء الله مساجد الله - رواه احمد و مسلم عن ابن عمر
واحمد و ابو داود عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم "اللہ کی کنیروں کو اللہ کی
مسجدوں سے نہ روکو۔ اسے امام احمد اور مسلم نے حضرت ابن عمر اور احمد و ابو داؤد نے حضرت ابو
ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

پھر ان ائمہ و علماء کے یہ احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے، بلکہ عین مطابق
مقصود شرع قرار پائے، اسی طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت و حکمائے امت نے حکم حجاب دیا، اور
چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کر دیا،
نہایہ میں ہے:

سدل الشئ علی وجهها واجب علیہا "چہرہ پر پردہ لٹکانا عورت کو واجب ہے
شرح لباب میں ہے:

دلت المسئلة علی ان المرأة منہیۃ عن اظہار وجهها للاجانب بلا
ضرورة "یہ مسئلہ اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبی لوگوں پر اپنا چہرہ کھولنا
منع ہے۔
تنویر میں ہے:

تمنع من كشف الوجه بين الرجال لخوف الفتنة "فتنہ کے خوف سے مردوں
میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکا جائے۔
اسی قسم کے صدہا احکام ہماری شریعت میں ہیں: "ومن القواعد المقررة فی
شریعتنا المطہرۃ ان الحکم یدور مع علتہ"
ہماری شریعت مطہرہ کے مسلمہ قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ حکم اپنی علت کے ساتھ دائر
ہوتا ہے۔

دوم واجبات و محرمات ہماری شریعت میں دو قسم ہیں:
ایک لعینہ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب و تحریم موجود ہو، جیسے عبادت خدا کی

فرضیت اور بت پرستی کی حرمت۔ دوسرے لغیرہ یعنی وہ کہ امور خارجہ کا لحاظ ان کی ایجاب و تحریم کا اقتضا کرتا ہے اگرچہ نفس ذات میں کوئی معنی اس کو مقتضی نہیں، جیسے تعلم صرف ونحو کا وجوب کہ ہمارے رب تعالیٰ کی کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے، اور اس کا فہم بے اس علم کے مستعذر، لہذا واجب کیا گیا، اور افیون اور بھنگ وغیرہ ماسکرات کی حرمت کہ ان کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کر دیتا ہے جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ و شر سے بچانے والی ہے، اسی قبیل سے ہے شعار کہ مثلاً انگرکھے کا سیدھا پردہ ہماری اصل شریعت میں واجب نہیں، بلکہ ہمارے شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی انگرکھا نہ پہنا، نہ حضور کے ملک میں اس کا رواج تھا، مگر اب کہ ملک ہندوستان میں شعار مسلمین قرار پایا اور الٹا پردہ کفار کا شعار ہوا، تو اب سیدھا پردہ چھوڑ کر الٹا اختیار کرنا بلاشبہ حرام، اسی طرح بوجہ عرف و قرار داد امصار و بلا وجہ مباح کا فعل عزت و شوکت اسلام پر دلالت کرے اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے، تو قواعد شرعیہ بالیقین اس سے بارہنے کی تحریم کرتے ہیں، اور مبنی اس کا وہی نظر مصالح و اعتبار عرف و مراعات اقتضائے امور خارجہ ہے، جسے ہم دونوں مقدمہ سابقہ میں بیان کر آئے، جب یہ امور منقطع ہو لئے تو اب اصل مسئلہ کا جواب لیجئے:

گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد باحت بنظر نفس ذات فعل گنہ گار، نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شئی کا کھانا بالتعمین فرض، مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب لعینہ، اور اس کا ترک لعینہ حرام نہیں، یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امران کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں، بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری و حتمی ہے، یوں ہی واجبات و محرمات لغیرہا میں بھی امتثال و اجتناب اشد ضروری ہے، جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں، اور ان سے بالجبر باز رکھنے میں بیشک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔

ہم ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں گاؤ کشی بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے، تو کیا اس میں ذلت اسلام متصور نہ ہوگی، کیا اس میں خواری

و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گے، کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شامت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا، کیا بلا وجہ وجہ اپنے لئے ایسی دناست و ذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع جائز فرماتی ہے؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں، ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں، اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روار کھیں۔

سائل لفظ ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے، اس نے ”ترک“ اور ”کف“ میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات، ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صد ہا منافع ہیں، یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا، اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا، اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی و تنگی کر دینا، ہم اہل اسلام کی ابتداء عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے لئے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق تبارک و تعالیٰ نے قرآن عزیز میں جا بجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۵۵۰ تا ۵۵۳)

اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں گوشت کو دنیا و آخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل و بہتر فرمایا۔

”والحدیث مخرج بطریق عديدة من عدة من الصحابة الكرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین“ یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعدد طرق سے تخریج شدہ ہے۔

اور بیشک بکری کا گوشت دواماً ہمارے ہر امیر و فقیر کو دستیاب نہیں ہو سکتا خصوصاً مسلمانان ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم اور افلاس غالب ہے، غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤں کے نہیں، اور کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قویٰ کی افزائشیں ہیں اس کے غیر سے حاصل

نہیں، اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو، چند دن روز متواتر کھانے سے طبیعت اس سے سیر ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۵۵۴ تا ۵۵۵)

سورة الصافات

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۹۶) واللہ خلقکم وما تعملون ☆

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اسکے تمام اعمال واقوال واوصاف واحوال سب

جناب عزوجل کے مخلوق ہیں۔ انسان کو فقط کسب میں ایک گونہ اختیار ہے۔

(۱۲۳) وان الیاس لمن المرسلین ☆

اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سیدنا الیاس علیہ السلام نبی مرسل ہیں۔

(براءت علی از بشرک جاہلی۔ ۳۱/۱۵)

سورہ ص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۴) قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسْؤَالِ نَعِجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنْ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۖ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّهٗ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۖ

داؤد نے فرمایا بیشک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دینی اپنی دنیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بیشک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور وہ بہت تھوڑے ہیں اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعض علماء فرماتے ہیں: معراج سے پہلے رکوع اصلاً نہ تھا، نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں، رکوع ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی امت مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسراء عطا ہوا، بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اس تک رکوع نہ تھا، اس کے بعد عصر میں اس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید، امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:

باب اختصاصه صلى الله تعالى عليه وسلم بالركوع في الصلاة
ذكر جماعة من المفسرين في قوله تعالى واركعوا مع الراكعين، ان مشروعية
الركوع في الصلاة خاص بهذه الملة وانه لا ركوع في صلاة بنى اسرائيل -

ولذا امرهم بالركوع مع امة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم قلت : وقد يستدل له بما اخرجہ البزارو الطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اول صلاة ركعنا فيها العصر فقلنا: يا رسول الله! ما هذا؟ قال: بهذا امرت۔ ووجه الاستدلال انه صلى قبل ذلك صلاة الظهر وصلى قبل فرض الصلوات الخمس قيام الليل وغير ذلك۔ فكون الصلاة السابقة خاليا بالركوع قرينة بخلو صلاة الامم السابقة منه اه۔

باب اس بیان میں کہ رسول اللہ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فرمان اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس امت کے ساتھ خاص ہے اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔ اسی لئے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کریں، اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی، تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے۔ کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے۔ تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا اھ۔

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے:

الركوع من خصائص الامة وما صلاه المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم قبل الاسراء لا ركوع فيه۔ وكذا ظهر عقب الاسرار اول صلاة بر كوع العصر بعدها۔

رکوع اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی اس میں بھی رکوع نہ تھا، اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔

اقول: یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے، کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے، دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رو بہ کعبہ کھڑے ہو گئے، ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے، تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں، پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے، پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا، جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے، انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حال پوچھا کہا: یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجہ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی وہ مسلمان ہوئے ہیں۔

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عفیف الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جئت فی الجاہلیۃ الی مکة وانا ارید ان اتباع لاہلی من ثیابہا وعطرہا فاتیت العباس وکان رجلاً تاجراً۔ فانی عنده جالس انظر الی الکعبۃ وقد کلفت الشمس وارتفعت فی السماء اذا قبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبل الکعبۃ فلم البث الا یسیر حتی جاء غلام فقام عن یمینہ، ثم لم یلبث الا یسیرا حتی جاءت امرأۃ فقامت خلفہما فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأۃ۔ فقلت یا عباس امرأۃ عظیم، فقال: امر عظیم، تدری من هذا الشاب؟ هذا محمد بن عبد اللہ ابن اخی، تدری من هذا الغلام؟ هذا علی بن اخی، تدری من هذا المرأۃ؟ هذه خدیجۃ بنت خویلد زوجتہ۔ ان ابن اخی هذا حدثنی ان ربہ رب السموات والارض امرہ بهذا لدین ولم یسلم معہ غیر ہولاء الثلثۃ۔ فیہ سعید بن خثیم الہلالی قال الازدی منکر الحدیث عن اسد بن عبد اللہ العسری۔ قال البخاری لا یتابع علی حدیثہ۔

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عفیف کندی رضی اللہ عنہ سے

تخریج کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا، میں مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا، اس لئے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے، ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن تھا اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کو دیکھا، پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا اور جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی، پھر جوان نے سجدہ کیا تو یہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔ میں نے کہا: اے عباس یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے، عباس نے کہا: ہاں بڑا معاملہ ہے، جانتے ہو یہ جوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے۔ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔ جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے جوان کی بیوی ہے، میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ اس میں ابن غنیم ہلا لی ہے۔ ازدی نے کہا ہے کہ سعید، اسد ابن عبد اللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ بخاری نے کہا: اس کی حدیث پر اعتما نہیں کیا جاسکتا۔

اور دعویٰ اختصاص امت پر آیہ کریمہ ”و ظن داود انما فتنہ فاستغفر ربہ و خراکعا و اناب۔“ اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انا بت اختیار کی۔ کے ورود میں اگر تامل بھی ہو۔ ”فان کثیرا منهم فسروا ههنا الركوع بالسجود وان قال الحسين بن الفضل ان معناه خربعد ما كان راكعا ای سجد۔ کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے۔ اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ ”گر گیا۔“ کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں چلا گیا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۹۱/۵۔ تا۔ ۹۴)

☆ (۳۰) ووهبنا لداؤد سليمان ط نعم العبد ط انه اواب. ☆

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا۔

☆ (۳۱) اذ عرض عليه بالعشي الصفت الجياد. ☆

جب کہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو کہ روکے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے اور چلائیں تو ہوا ہو جائیں۔

(۳۲) فقال انی احببت حب الخیر ان ذکر ربی ۛ حتی

توارت بالحجاب۔ ☆

تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لئے۔ پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے چھپ گئے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔

علماء فرماتے ہیں:

یہ نماز نماز عصر تھی۔ جلالین میں ہے:

عن ذکر ربی ای صلاة العصر "اپنے رب کی یاد سے مراد نماز عصر ہے۔

مدارک میں ہے:

غفل عن العصر و كانت فرضا فاغتم۔ "عصر سے غافل ہو گئے تھے اور وہ ان پر

فرض تھی اس لئے غمزہ ہو گئے۔

اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یونس وعزیر علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مقدم ہے، تو

اولیت صلاۃ عصر ان دونوں صاحبوں کے لئے کیونکر ہو سکتی ہے۔ نسیم الریاض میں زیر حدیث

"ما ینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی" کسی کے لئے یہ کہنا روا نہیں ہے

کہ میں یونس ابن متی سے افضل ہوں ہے۔

هو من ولد بنیامین بن یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام و کان بعد سلیمان

علیہ الصلوٰۃ والسلام وفیہ فی فصل حکم عقد قلب البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم یونس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما فی مراۃ الزمان کان بعد سلیمان

نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

یونس بنیامین ابن یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے

بعد تھے اھ۔ نسیم الریاض ہی کی اس فصل میں جس کا عنوان ہے "حکم عقد قلب البنی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، 'مراۃ الزمان کے حوالے سے مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے نبی سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔

یہ تو یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت تصریح تھی۔ اور حضرت عزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر کہ ان کا واقعہ موت و حیات کہ قرآن عظیم میں مذکور بعد اس کے ہوا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کر گیا تھا، اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بنا داود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع کی اور سلیمان علیہ السلام نے ختم فرمائی، تو سلیمان و عزیر علیہم الصلوٰۃ والسلام میں صد ہا سال کا فاصلہ تھا۔

معالم التنزیل میں ہے:

قال الذی قال: ان المار کان عزیرا ان بخت نصر لما حرب بیت المقدس و اقدم سبی بنی اسرائیل ببابل کان فیہم عزیر و دانیال و سبعة الاف من اهل بیت داود علیہم الصلوٰۃ والسلام فلما نجا عزیر من بابل ار تحل علی حمار له الخ۔
جس نے کہا ہے کہ گزرنے والے عزیر تھے، اس نے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس کو برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے آیا تو ان میں عزیر اور دانیال کے علاوہ داؤد علیہم السلام کے خاندان سے تعلق رکھنے والے سات ہزار افراد بھی تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے عزیر کو نجات دی اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سفر کے لئے نکلے الخ۔

اسی میں ہے:

یعملون له ما یشاء من محارب کان مما عملوا له بیت المقدس ابتداء داود علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما توفاه اللہ تعالیٰ استخلف سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام فبنی المسجد بالرخام والجواهر واللآلی والیواقیت۔ فلم یزل بیت المقدس علی ما بناہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام حتی غزاه بخت نصر، فحرب المدينة ونقض المسجد اه ملتقطا۔

(بناتے تھے اس کے لئے جو وہ چاہتا تھا یعنی محراب وغیرہ) جنوں نے جو کچھ ان کے لئے بنایا ان میں ایک بیت المقدس بھی تھی جس کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی تھی، ان کی وفات کے بعد سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام، ہیروں

، موتیوں اور یا قوتوں سے بنوایا۔ یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا، اس نے شہر برباد کر دیا اور مسجد گرا دی۔ اھ ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم۔

(جدید۔ ۷۱/۵۔ تا۔ ۷۳)

(۴۴) وخذ بیدک ضغثاً فاضرب به ولا تحنث ط انا وجدنہ

صابراً ط نعم العبد ط انه اواب ☆

اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بیشک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کمزور شخص پر حد لگانے میں اسی حیلہ جمیلہ

پر عمل فرمایا۔

عن أبی امامۃ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه أخبرہ بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الأنصار انه اشتكى رجل منهم حتى أضنى قعاد جلدة على عظم فدخلت عليه جارية لبعضهم، فہش لها فوقع عليها، فلما دخل عليه رجال قومه يعودونه أخبرهم بذلك فقال: استفتوا الى رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانی قد وقعت على جارية دخلت علی، فذكروا ذلك لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقالوا: ما رأينا با حد من الناس من الضر مثل الذي هو به لو حملنا اليك لتسفخت عظامه، ما هو الا جلد على عظم فامر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أن ياخذوا له مائة شمراخ فيضربوه بها ضربة واحدة۔

ایک انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ ایک انصاری ایسے

سخت بیمار ہوئے کہ انکا چمڑا ہڈیوں سے چپک گیا۔ اسی درمیان ایک انصاری صحابی کی باندی کا گزر انکے پاس سے ہوا تو یہ اس سے زنا کر بیٹھے، جب کچھ لوگ انکے خاندانی انکی عیادت کے لئے آئے تو انہوں نے خود یہ واقعہ بتایا اور کہا: میرے لئے سرکار سے یہ مسئلہ معلوم کرو۔ لہذا

سرکار سے تذکرہ کیا گیا اور یہ بھی کہا: اس جیسا کمزور شخص ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ کی خدمت میں انکولایا جائے تو انکی ہڈیاں ٹوٹ جائیں، وہ تو ایک ہڈی کا ڈھانچہ ہیں۔ یہ سرکار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سوشاخوں والی ایک ٹہنی لیکر ایک بار مارو۔

فتاویٰ رضویہ ۴۴۶/۴

عن سعید بن سعد بن عبادة رضى الله تعالى عنهم قال : كان بين ايها تنا رجل مخدج ضعيف ، فلم يرع الا وهو على امة من آماء الدار يخبت بها ، فرفع شأنه سعد بن عبادة الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال : اجْلِدُوهُ ضَرْبَ مِائَةِ سَوْطٍ ! قالوا : يا نبى الله ! هوا ضعف من ذلك ، لو ضربناه مائة سوط مات ، قال : فَخُذُوا لَهُ عِشْكَالًا فِيهِ مِائَةُ شَمْرَاحٍ فَاضْرِبُوا ضَرْبَةً وَاحِدَةً۔

حضرت سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ ہماری بستی میں نہایت کمزور شخص رہتے تھے۔ وہ اپنے خاندان کے کسی شخص کی باندی سے زنا کر بیٹھے۔ حضرت سعد نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ سرکار نے فرمایا: سو کوڑے لگاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ! وہ نہایت کمزور ہیں۔ اگر سو کوڑے مارے گئے تو مرجائیں گے۔ فرمایا: اچھا سوشاخوں والی ایک کھجور کی ٹہنی لو اور ایک مرتبہ مارو۔

عن سهل بن سعد رضى الله تعالى عنه قال : ان وليدة فى عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حملت من الزنا فسئلت من احبلك فقالت : احبلى المقعد ، فسئل فاعترف ، فقال النبى صلى الله تعالى عليه وسلم : إِنَّهُ لَضَعِيفٌ عَنِ الْجِلْدِ ، فَأَمْرٌ بِمِائَةِ عَشْكَوْلٍ وَضَرْبِهِ بِهَا ضَرْبَةً وَاحِدَةً۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک باندی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زنا سے حاملہ ہو گئی۔ اس سے جب پوچھا گیا تو اس نے مقعد نامی ایک شخص کے بارے میں بتایا۔ اس شخص نے اس فعل کا اعتراف کر لیا۔ تو سرکار نے اسکی کمزور حالت دیکھ کر فرمایا: سوشاخوں والا ایک گچھا لیکر ایک مرتبہ مارو۔

فتاویٰ رضویہ ۴۴۶/۴

سورة الزمر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴۲) اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا ۚ فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ۖ ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون۔ ☆

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آدمیوں، جانوروں اور ہر ذی روح کی جان اللہ ہی قبض فرماتا ہے۔ مہربان الامر میں یہ کام ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سپرد ہے، اور اس میں تخصیص جن وانس و وحش و طیر نہیں، سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کیا مچھر کی روح بھی ملک الموت قبض کرتے ہیں؟ فرمایا: مچھر نفس رکھتا ہے؟ کہا: ہاں، فرمایا: تو اس کی روح بھی وہی قبض فرماتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم۔ ۲۱/۱۱)

سورة غافر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) حم۔

(۲) تنزيل الكتب من الله العزيز العليم۔ ☆

یہ کتاب اتارنا ہے اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا۔

(۳) غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب لا ذي الطول ط

لا اله الا هو ط اليه المصير۔ ☆

گناہ بخشے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا اسکے سوا

کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

صبح و شام کی دعاؤں میں آیت الکرسی کے ساتھ ان تینوں آیتوں تک پڑھنے کو حدیث

میں ارشاد ہوا کہ جو صبح پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے، اور شام پڑھے تو صبح تک رواہ

الترمذی والبزارو ابنا نصر و مردويه والبيهقي في شعب الايمان عن ابی هريرة

رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "بحال جنابت اسے نہیں

پڑھ سکتا ہے کہ حروف مقطعات کے معنی اللہ و رسول ہی جانتے ہیں جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم۔ (فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۸۲۰/۱)

لیکن بحالت جنابت و حیض انہیں بطور عمل بھی نہیں پڑھ سکتا، مثلاً تفریق اعدا کے لئے

سورہ تبت نہ کہ سورہ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے، عمل میں تین

نیتیں ہوتی ہیں، یا تو دعا جیسے حزب البحر، حزب الیمانی، یا اللہ عز و جل کے نام و کلام سے کسی مطلب

خاص میں استعانت، جیسے عمل سورہ یس و سورہ مزمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یا اعداد معینہ خواہ

ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہو جائے، اس کے موکلات تابع ہو جائیں، اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنی بیوضو پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے، اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت وسورت بھی جائز نہیں ہو سکتی جس میں صرف معنی دعا و ثنا ہی ہے کہ اولاً یہ نیت نیت دعا و ثنا نہیں، ثانیاً اس میں خود آیت وسورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اس کے خدام مطیع ہوں تو نیت قرآن نیت اس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیت اولی ناممکن، اور نیت ثانیہ عین نیت قرآن ہے اور بقصد قرآن اسے ایک حرف بھی روا نہیں۔

تنبیہ ۶: یہی حکم دم کرنے کے لئے پڑھنے کا ہے کہ طلب شفا کی نیت تغیر قرآن نہیں کر سکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے، کون کہے گا کہ ”افحسبتم انما خلقنکم عبثاً“ تا آخر سورت مصروع و مجنون کے کان میں جب پڑھ سکتا ہے، ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنی دعا و ثنا بصیغہ غیبت و خطاب ہوں اور اس کے اول میں قل بھی نہ ہو نہ اس میں حروف مقطعات ہوں اور اس سے قرآن عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دعا و ثنا کی برکت سے طلب شفا کرنے کے لئے اس پر دم کرے تو روا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۸۲۰/۱۔ تا۔ ۸۲۱)

(۴۶) النار یعرضون علیہا غدواً وعشیاً ۚ ویوم تقوم

الساعة ۖ ادخلوا ال فرعون اشد العذاب۔ ☆

آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”ان ارواح ال فرعون فی

اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین تغدو وتروح الی النار فیقال یا ال فرعون و ہذہ ما واکم حتی تقوم الساعة۔

فرعونیوں کی روہیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ڈال کر انہیں روزانہ دوبار نار پر پیش کیا جاتا ہے۔ صبح کو اور شام کو نار کی طرف جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے اے فرعون والو یہ تمہارا ٹھکانا ہے

یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

فرعون اور فرعونوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے، ہر روز صبح و شام دو وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، جہنم جھنکا کر ان سے کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے۔ اور ایک انہیں پر کیا موقوف ہر مومن و کافر کو یونہی صبح و شام جنت و نار دکھاتے اور یہ کلام سناتے ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و موطائے امام مالک و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات احدکم عرض علیہ مقعده بالغداة والعشی ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمن اهل النار یقال له هذا مقعدک حتی یبعثک الله الی یوم القیامة۔

جب تم میں سے کوئی مرتا ہے اس پر اس کا ٹھکانا صبح و شام پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت سے تھا تو جنت کا مقام اور اہل نار سے تھا تو اہل نار کا مقام دکھایا جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تجھ کو روز قیامت اس کی طرف بھیجے۔

یونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا ان سے باتیں کرنا، ان کی حدنگاہ تک کشادہ ہونا، احیاء کے اعمال انہیں سنائے جانا، اپنے حسنات و سیئات اور گامدہی کا تما شادیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیرہ جن کی طرف صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا جن کے بیان میں دس بیس نہیں صد ہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں، جس طریقے سے وہ ان چیزوں اور آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے، خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے یونہی زائروں، قبروں کے سامنے گزرنے والوں اور ان کے کلام کو۔ طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب و سوال۔ ۱۹۔ میں تسلیم کیا، مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں۔ حضرت جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انہی سے کلام، یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا، اب جانب منکرین نظر کیجئے، ان کا انکار بھی قطعاً عام ہے۔ صرف آلات جسمانیہ سے خاص نہیں۔ کاش! وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراک تام کرتے ہیں مگر نہ گوش بدن سے، تو جھکڑا ہی کیا ہے۔ ابھی اتفاق ہو گیا، اہل سنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں، گوش و گوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں؟ مگر حاشا! وہ کب اس راہ آتے ہیں۔ انہیں تو اولیائے مدفونین کی ندا

حرام کرنی ہے، ان محبوبان خدا سے طلب دعا حرام کرنی ہے، وہ کس دل سے سننا مان لیں اگرچہ بے ذریعہ گوش، دیکھنا تسلیم کر لیں گے گو بے واسطہ چشم، انہیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ جب درمیان زائر و مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، یہ تحریر محل نزاع ہے جس کا سمجھ لینا منزل اشکال۔ الحمد للہ المہیمن المتعال و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ خیر صحب وال۔ تمام تعریف خدا نگہبان برتر کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر جو بہترین آل واصحاب ہیں درود نازل فرمائے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۸۷۳- تا ۸۷۵)

(۵۵) فاصبر ان وعد اللہ حق واستغفر لذنبک وسبح بحمد

ربک بالعشی والابکار۔ ☆

تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مواہب لدنیہ کی فصل اول میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے، فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں؟ تو کہا گیا ہے: کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وسیح بحمد ربک قبل طلاع الشمس و قبل غروبھا۔ اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے۔

اور نووی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ڈر سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورہ منزل کی ابتداء میں ذکر ہے۔ پھر اس کو منسوخ کر

دیا، اس حکم سے جو سورہ مزمل کے آخر میں ہے۔ پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔

اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے نویں مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔ اور حربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو، لیکن حربی کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا ہے اور مواہب و زرقانی کے پانچویں مقصد میں جو کہ معراج کے بیان میں ہے جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے، وہاں لکھا ہے۔ اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے؟۔ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر حمل کیا جاتا ہے، مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے۔ (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے: اس پر انس کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے۔ (یا نفل ہے) اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو) اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے کہا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی۔ اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاویٰ نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۷۶-تا-۷۸۔)

اما استدلال مقاتل بقوله تعالى و سبح بحمد ربك بالعشي والابكار۔

فاقول: اضعف، واضعف، بل ليس بشئ اصلا، فان الآية من سورة حم

المومن، وقد تاخر نزولها عن سورة بنى اسرائيل النازلة بخبر الاسراء، بزمان

طویل ، فقد روی ابن الضریس فی فضائل القرآن عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث ترتیب نزول السور، قال: کان اول ما نزل من القرآن اقربا باسم ربك ثم ن۔ فذكر الحديث الى ان قال ثم بنی اسرائیل ، ثم یونس ، ثم ہود ، ثم یوسف ثم الحجر ، ثم الانعام ثم الصفیة ثم لقمان ثم سبا ، ثم الزمر ، ثم حم المؤمن الحدیث فکیف یستدل بها علی ایجاب صلاة قبل الاسراء لاجرم ان فسر ہا ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالصلوات الخمس کما فی المعالم ۔ وقد یستدل بما روی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث الاسراء واتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس لم البث الایسیر احتی اجتماع ناس کثیر ، ثم اذن مؤذن واقیمت الصلاة قال فقمنا صفوفا ننتظر من یومنا فاخذ جبریل علیہ الصلاة والسلام بیدی فقد منی فصلیت بهم فلما انصرفت قال لی جبریل: اتدری من صلی خلقت ؟ قلت : لا ۔ قال صلی خلقت کل نبی بعثہ اللہ وهو الحدیث المشار الیہ فی کلام الزرقانی عن الامام النعمانی ۔

رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ۔ اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے ۔ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے ۔ بلکہ سرے سے بیکار ہے کیونکہ یہ آیت سورہ حم مؤمن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے جس میں معراج کا ذکر ہے طویل زمانے کے بعد ہوا ہے ۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقراء باسم ربک نازل ہوئی ، پھر ۔ حج ، ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے ۔ پھر بنی اسرائیل ، پھر یونس ، پھر ۔ ہود ، پھر یوسف ، پھر حجر ، پھر انعام ، پھر صافات ، پھر لقمان ، پھر سبا ، پھر زمر ، پھر حم مؤمن آخر تک تو پھر حم مؤمن کی آیت سے کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی جب کہ اس وقت تک وہ سورہ نازل ہی نہیں ہوئی تھی ۔ اس لئے ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے جیسا کہ معالم میں ہے ، اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج اور رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے۔ (اس میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان دی اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہوئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا، چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، جبریل نے کہا: کہ آپ کے پیچھے ہر اس بنی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے۔

اقول: ولعل مطمح نظر ظاہر۔

اما اولاً: فلان الاذان والاقامة المعروفین ما شرع الا بالمدينة، والاسراء قبل الهجرة ولذا قال الزرقانی فی تفسیر الحديث: اذن موذن ای اعلم لطلب الصلاة فاقامت الصلاة ای تهيؤ الهاو شرعوا فيها، فلا يردان الاذان والاقامة انما شرعا بالمدينة والاسراء كان بمكة اه۔

و اما ثانياً: فلان تخصيصهما بالفرائض انما عرف بعد ما شرعا للامة اما قبل ذلك فاي دليل عليه ؟

واما ثالثاً: وهو القاطع فلان الاسراء انما كان بالليل وقد علمنا ان صلاة الليل كانت فريضة قبل فرض الخمس فما يدريك لعلها هي، وبه يظهر الجواب عما عسى ان يتعلق به متعلق مما روى مسلم عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه في حديث الاسراء، وحانت الصلاة فاممتهم۔

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمح نظریہ ہو کہ اس نماز میں اذان و اقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے۔

اولاً: اس لئے کہ معروف اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھی جب کہ معراج ہجرت سے پہلے ہوئی تھی، اسی لئے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ”ایک موذن

نے اذان کہی“ کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لئے طلب کئے جانے سے ان کو آگاہ کیا۔ اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کے لئے تیار ہو گئے اور اس میں شروع ہو گئے، اس لئے یہ اعتراض نہیں پیدا ہوگا کہ اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہوئی تھی۔

ثانیاً: اس لئے کہ اذان و اقامت کا فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو اقامت کے لئے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص پر کون سی دلیل ہے؟

ثالثاً: اس لئے اور یہ اعتراض استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی، تو کیا پتا؟ ہو سکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو، اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی مستدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث معراج میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اور نماز کا وقت ہو گیا تو میں انہیں نماز پڑھائی۔

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازیں پڑھتے، نماز شب کی فرضیت تو خود سورۃ منزل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد، عام ازینکہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے۔

كان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس يصلون الضحى والعصر فكان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم واصحابه اذا صلوا آخر النهار تفرقوا في الشعاب فصلوها فرادی رواه ابن سعد وغيره عن عذرة بنت ابي تجرة رضي الله تعالى عنها ذكره في ترجمتها من الاصابة۔

فرضیت منجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے، اس کو ابن سعد و غیرہ نے عزیزہ بنت تجرة رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ یہ بات اصابعہ میں عزیزہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلفیق کی حاجت نہیں، بلکہ نماز شروع روز بعثت شریفہ سے مقرر و مشروع ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام تسلیم نماز پڑھی اور اسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ نازل بھی نہ ہوئی تھی، تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخرج احمد وابن ماجه والحارث في مسنده وغيرهم عن اسامة بن زيد عن ابيه رضي الله تعالى عنهما ان جبريل اتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في اول ما اوحى اليه فاراه الوضوء والصلاة فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفة من ماء فنضج بها فرجه وفي سيرة ابن اسحق وسيرة ابن هشام والمواهب اللدینه من المقصد الاول وكتاب الخميس وافضل القرى لقراء ام القرى للامام ابن حجر المكي ثم حاشية الكنز للعلامة السيد ابی السعود الازهری ثم حاشية الدر للعلامة السيد احمد الطحطاوی وهذا لفظ القسطلانی مزیداً من الزرقانی (قد روی) مرضه لان له طرقاً لا تخلو من مقال لكنها متعددة يحصل باجتماعها القوة ان جبریل بداله صلى الله تعالى عليه وسلم وهو باعلى مكة كما عند ابن اسحق ای بسجل الحراء كما في الخميس في احسن صورة واطيب رائحة فقال يا محمدا ان الله يقرئك السلام ويقول لك انت رسولى الى الجن والانس فادعهم الى قول لا اله الا الله، ثم ضرب برجله الارض فنبتت عين ماء فتوضا بها جبریل زادا ابن اسحق، ورسول الله ينظر اليه ليريه كيف الطهور للصلاة ثم امره ان يتوضاء وقام جبریل يصلى وامره ان يصلى معه، زاد في رواية ابی نعيم عن عائشة رضي الله تعالى عنها فصلی ركعتين نحو الكعبة فعلمه الوضوء والصلاة ثم عرج الى السماء، ورجع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يمر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وهو يقول: السلام عليك يا رسول الله! حتى اتى خديجة فاخبرها فغشى عليها من

الفرح ثم امرها فوضأت وصلى بها كما صلى به جبرئيل، زادني رواية وكانت اول من صلى - فكان ذلك اول فرضها اى تقديرها ركعتين اه وله تمام سيأتي واخرج الطبراني عن ابى رافع رضى الله تعالى عنه قال صلى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم اول يوم الاثنين وصلت خديجة - آخره وصلى على يوم الثلاثاء -

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے روای ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا، سیرت ابن اسحق، سیرت ابن ہشام، مواہب لدنیہ کے مقصد اول، کتاب الخمیس، ابن حجر مکی کی افضل القرى لقراء ام القرى، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحاوی کے حاشیہ درمختار میں مذکور ہے اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے۔ روایت کی گئی ہے۔ بصیغہ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لئے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آئے جب کہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے جیسا کہ سیرت ابن اسحق میں ہے، یعنی کوہ حرا پر تھے جیسا کہ خمیس میں ہے۔ اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا۔ ابن اسحق نے اضافہ کیا ہے کہ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تا کہ رسول اللہ کو نماز کے لئے طہارت کا طریقہ بتائیں۔ پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں، اور نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں۔ چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ! یہاں تک کہ آپ خدیجہ

کے پاس آئے ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آگئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں۔ تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی، یعنی اس کا اندازہ تھا۔ دو رکعتیں اھ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن۔ (فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۸۰/۵ تا ۸۵۔)

(۶۰) وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون

عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔ ☆

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھینچے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔

(۳) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(دعا کی مقبولیت میں مندرجہ ذیل احادیث اس آیت کی تفسیر ہیں)

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم ذکر یوم الجمعة فقال : فیہ ساعة لا یوفقہا عبد مسلم و هو یصلی

یسأل اللہ شیئاً الا اعطاه ایاہ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں کوئی بھی مسلمان بندہ بحالت

نماز دعا کرے تو اس کی مراد ضرور پوری ہوتی ہے۔ ۱۲م

عن أبی ہریرۃ بن أبی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال لی عبد

اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما : اسمعت اباک یحدث عن رسول اللہ فی

شان ساعة الجمعة ؟ قال : قلت : نعم سمعته یقول : سمعت رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم يقول : ہى ما بين ان يجلس الامام الى ان تقضى الصلوة ۔

حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کی حدیث جمعہ کے دن کی اس خاص ساعت کے بارے میں سنی جس میں دعا قبول ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ساعت امام کے خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز ادا ہونے تک ہے۔ ۱۲م

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التمسوا الساعة التي ترجی فی يوم الجمعة بعد العصر الى غیوبة الشمس ۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن جس ساعت میں قبولیت دعا کی غالب امید ہے اس کو تم عصر سے غروب آفتاب تک تلاش کرو۔ ۱۳م

عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ان فی الجمعة ساعة لا یسأل اللہ العبد فیها شیئا الا اتاه اللہ ایاہ ، قالوا: یا رسول اللہ ! ایه ساعة هی ، قال : حین تقام الصلوة الى انصراف عنہا ۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اس ساعت میں جو مانگتا ہے پاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! وہ کونسی ساعت ہے؟ فرمایا: جب نماز قائم ہو اس وقت سے فارغ ہونے تک۔ ۱۴م

۲۵۱۷۔ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : خرجت الى الطور فلقيت كعب الاحبار فجلست ، فحدثنی عن التورات و حدثته عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فكان فیما حدثته ان قلت : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اخیر يوم طلعت علیہ الشمس يوم الجمعة فیہ خلق آدم ، و فیہ اهبط ، و فیہ تیب علیہ ، و فیہ مات ، و فیہ تقوم الساعة ، و ما من دابة الا و هی مصبحة يوم الجمعة

من حين تصبح حتى تطلع الشمس شفقا من الساعة الا الجن و الانس ، و فيه ساعة لا يصاد فيها عبد مسلم و هو يصلى فيسأل الله شيئا الا اعطاه اياه، قال كعب: ذلك في كل سنة ، فقلت : بل في كل جمعة ، فقرا كعب التوراة فقال : صدق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں طور کی جانب سفر کر کے گیا تو وہاں حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں ان کی مجلس میں بیٹھا تو انہوں نے تورات سے کچھ سنایا اور میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام ایام میں بہتر و افضل یوم جمعہ ہے۔ کہ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی دن زمین پر اتارے گئے، اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اسی دن ان کا وصال ہوا، اسی دن قیامت قائم ہوگی زمین پر چلنے والا ہر جانور جمعہ کے دن صبح ہی سے قیامت آنے سے خوفزدہ رہتا ہے مگر جن وانس۔ اور اسی دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مسلمان بندہ بحالت نماز جب دعا کرتا ہے تو قبول ہوتی ہے۔ حضرت کعب نے فرمایا: یہ ہر سال میں فقط ایک دن ہے میں نے کہا: بلکہ ہر جمعہ میں ایک ساعت ہے۔ حضرت کعب نے جب دوبارہ تورات پڑھی تو بولے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ۱۲م

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : فی الجمعہ ساعة لا یوافقہا عبد یتستغفر اللہ الا غفر لہ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں کوئی بندہ استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ ۱۲م

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ قبولیت دعا کی ساعت روز جمعہ کی پچھلی ساعت ہے۔ ساعت جمعہ کے بارے میں اگرچہ اقوال علماء چالیس سے متجاوز ہوئے مگر قوی و راجح

ومختار اکابر محققین و جماعت کثیرہ ائمہ دین دو قول ہیں۔

ایک وہ جس کی طرف حضرت والد ماجد قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: یعنی ساعت اخیرہ روز جمعہ غروب آفتاب سے کچھ ہی پہلے ایک لطیف وقت۔ اشباہ میں فرمایا: ہمارا یہی مذہب ہے عامہ مشائخ حنفیہ اسی طرف گئے۔

یونہی تا تاریخانیہ میں اسے ہمارے مشائخ کرام کا مسلک ٹھہرایا۔ اور یہی مذہب ہے عالم الکتابین سیدنا حضرت عبداللہ بن سلام، سیدنا حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔ اور اسی طرف رجوع فرمایا سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ اور ایسا ہی منقول ہے حضرت بتسول زہراء صلوات اللہ وسلامہ علی آئینہا وعلیہا سے۔ اور یہی مذہب ہے امام شافعی و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔ اور امام اسحاق بن راہویہ وابن الزمکائی، اور ان کے تلمیذ علما کی وغیرہم علماء کا۔ امام ابو عمرو بن عبد البر نے فرمایا: اس باب میں اس سے ثابت ترک کوئی قول نہیں۔ فاضل علی قاری نے کہا: یہ تمام اقوال سے زیادہ لائق اعتبار ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: اکثر احادیث اسی پر ہیں۔ ولہذا حضرت والد ماجد قدس سرہ نے اسی کو اختیار فرمایا۔

دوسرا قول جب امام منبر پر بیٹھے۔ اس وقت سے فرض جمعہ کے سلام تک ساعت موعودہ ہے۔ یہ حدیث مرفوعہ ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں منصوص ہوا۔ امام مسلم نے فرمایا: یہ سب اقوال سے اصح اور احسن ہے۔ اسی کو امام بیہقی و امام ابن العربی و امام قرطبی نے اختیار کیا۔

امام نووی نے فرمایا: یہ ہی صحیح بلکہ صواب ہے۔ اور اسی طرح روضہ و در مختار میں اس کی تصحیح کی۔

دلائل طرفین فتح الباری وغیرہ میں مبسوط۔ اور انصاف یہ ہے کہ دونوں جانب کافی قوتیں ہیں۔ طالب خیر کو چاہیے کہ دونوں وقت دعا میں کوشش کرے۔ یہ طریقہ جمع کا امام احمد وغیرہ اکابر سے منقول۔ اور بیشک اس میں امید اقوی و اتم، اور مصداقت مطلوب کی توقع اعظم، واللہ سبحانہ و تعالیٰ۔

میں کہتا ہوں: اس دوسرے قول پر اس مابین میں دعا دل سے ہوگی۔ یا زبان سے دعا کا موقع بعد التحیات و درود کے ملے گا۔ خواہ جلسہ بین السجدتین میں جبکہ امام بھی وہاں قدرے

ذیل المدعا ص ۴۷

توقف کرے۔ فافہم

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنهم ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال : خير الدعاء دعاء يوم عرفة -

حضرت عمرو بن شعيب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق عن اُبیہ عن جدہ روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ ۱۲م
عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : خير الدعاء دعاء يوم عرفة و خير ما قلت انا و النبيون من قبلى لا اله الا الله و حده لا شريك له ، له الملك و له الحمد ، و هو على كل شىء قدير -

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ اور بہتر وظیفہ وہ ہے جو میرا اور انبیائے سابقین کا رہا ہے یعنی لا اله الا اللہ و حده لا شريك له ، له الملك و له الحمد و هو على كل شىء قدير -

عن عثمان بن العاص رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم تفتح ابواب السماء نصف الليل ، فينادى مناد ! هل من داع فيستجاب له ؟ هل من سائل فيعطى ؟ هل من مكروب فيفرج عنه - فلا يبقى مسلم يدعو الله بدعوة الا استجاب الله عز وجل له الا زانية تسعى بفرجها او عشار -

حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے! کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے؟ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کیا کریں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مشکل کشائی ہو؟ اس وقت جو مسلمان اللہ عزوجل سے کوئی دعا کرتا ہے مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ مگر زانیہ کہ اپنی فرج کی کمائی کھاتی ہے، یا لوگوں سے بے جا محاصل تھیلنے والا۔

فتاویٰ رضویہ ۱۸۲/۹

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوف الليل الآخر الدعاء فيه افضل وارجى ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نصف رات میں دعا افضل ہے اور قبولیت کی اس میں زیادہ امید ہے۔

ذیل المدعا، ۳۵

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : الدعاء بين الاذان والاقامة مستجابة فادعوا ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذان و اقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے۔ لہذا اس وقت دعا کرو۔ ۱۲م

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : من تعار من الليل فقال : لا اله الا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ، وسبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله ، ثم قال : اللهم اغفر لي ، او قال : ثم دعا استجيب له ، فان عزم توضا ثم صلى قبلت صلواته ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے شب بیدار رہ کر پڑھا، لا اله الا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ، اور سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله ، اور پھر بطور دعا پڑھا، اللهم اغفر لي ، یا فرمایا: پھر اس نے دعا کی تو اس کی دعا قبول ہے۔ پھر اس نے ارادہ نماز کیا اور وضو کر کے نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول ہے۔ ۱۲م

عن ام المؤمنين عائشة الصديقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ثلاث ساعات للمرء المسلم ما دعا فيهن الا استجيب له ما لم يسئل قطيعة رحم او مائما ، حين يؤذن المؤذن بالصلوة حتى

یسکت ، وحين يلتقى الصفان حتى يحكم الله تعالى بينهما ، وحين ينزل المطر حتى يسكن ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے لئے تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں دعا قبول ہوتی ہے اگر کسی گناہ یا رشتہ کاٹنے کی دعا نہ کرے، اذان کے وقت، جہاد کے وقت، اور بارش ہوتے وقت۔ ۱۲م

سورہ فصلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۱) وقالوا الجلودهم لم شهدتم علينا ۚ قالوا انطقنا الله

الذی انطق کل شیء وهو خلقکم اول مرة والیہ ترجعون۔ ☆

اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی اور اس نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں قیامت کے دن انسان کی کھالوں کی گویائی کا ذکر جس سے امام احمد

رضا قدس سرہ مندرجہ ذیل استدلال فرمایا)

اخرس تو انسان ہے، جامد کے لئے بھی کلام محال شرعی تک نہیں صرف محال عادی ہے۔

کتب حدیث دیکھئے بطور خرق عادت ہزار بار پتھروں و جمادوں سے کلام واقع ہوا اور ہزار رہا بار ہوگا۔ قریب قیامت آدمی سے اس کا کوڑا باتیں کرے گا۔ جب اہل اسلام یہود و عنود کو قتل کریں گے اور وہ پتھروں درختوں کی آڑ لیں گے، شجر و حجر مسلمان سے کہیں گے اے مسلمان آ، یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ اسی طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گونگے کا کلام کرنا احادیث میں وارد۔ اللہ عز و جل اپنی قدرت کا اظہار بھی یونہی فرمائے گا۔

اگر کلام جماد و اخرس ممنوع بالغیر یا محال شرعی ہوتا زہار وقوع کا نام نہ پاتا۔ کہ ہر ممنوع

بالغیر کا وقوع اس غیر یعنی ممنوع بالذات کے وقوع کو مستلزم۔ تو وقوع نے ظاہر کر دیا کہ صرف خلاف عادت ہے۔ جب وقوع کلام ثابت اور ان کے استحالہ پر ہرگز کوئی دلیل عقلی نہ شرعی۔ تو یقیناً اس کے لئے بھی جواز وقوعی جو امتناع بالغیر کا منافی قطعی۔ اب جیوٹ بہادر استدلال کرتا ہے کہ ایسا

عدم کذب مفید مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل میں مدح ہے۔ تو لا جرم وہاں ایسا عدم بھی نہ ہوگا، اتنا تو اس کے کلام کا منطوق صریح ہے۔ آگے خود دیکھ لیجئے کہ اخرس و جماد میں کیسا عدم تھا جس کو باری عزوجل میں نہیں مانتا، زہار نہ امتناع عقلی تھا نہ استحالہ شرعی بلکہ صرف استبعاد عادی تو بالضرور ملائے پیاک اپنے رب میں کذب کو مستبعد بھی نہیں جانتا۔ العظمتہ للہ۔ اگر لازم قول قول ٹھہرے تو اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہے۔ مگر یہ حسن احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا۔ اہل بدعت خصوصاً نجد یہ کہ یہ شخص جن کا معلم و امام ہے کفر و شرک کو ٹکے سیر کئے ہوئے ہے، بات پیچھے اور کفر و شرک پہلے۔ اگر جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا (اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے) کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پر بھی فتویٰ کفر نہ دیتے مگر الحمد للہ یہاں۔ ادفع بالتی ہی احسن (برائی کو بھلائی سے ٹال) پر عمل اور کلمہ طیبہ کا ادب پیش نظر ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچا تے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۳۹۸-۳۹۹۔)

(۳۳) ومن احسن قولاً ممن دعا الى الله وعمل صالحاً

وقال اننى من المسلمين۔ ☆

اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں

مسلمان ہوں۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے کا ذکر ہے اس سے ہر کار خیر کی طرف بلا نا ثابت)

عمیدین میں ”الصلوة جامعة“ نماز کی جماعت تیار ہے، باواز بلند پکارنا مستحب ہے مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

يستحب ان ينادى لها الصلوة جامعة بالاتفاق۔

یہ آواز دینا کہ جماعت تیار ہے بالاتفاق مستحب ہے۔

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب

رکھا ہے بلکہ درمختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا۔ يشوب بين الاذان والاقامة في الكل

للکمل بما تعارفوه۔

رد المحتار میں ہے:

قوله في الكل اي الصلوات لظهور التواني في الامور الدينية قال في العناية
احداث المتأخرون التثويب بين الاذان والاقامة على حسب ماتعارفوه في جميع
الصلوات سوى المغرب مع ابقاء الاول يعنى الاصل وهو تثويب الفجر ماراه
المسلمون حسنا فهو عند الله حسن اه۔

متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لئے اذان و اقامت کے درمیان
تثویب کہنا چاہئے۔

فی الكل۔ سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثویب کہے، کیونکہ دینی امور میں سستی
غالب آچکی ہے۔ عنایہ میں ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے مغرب
کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے
اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔

نماز جنازہ میں حرمین شریفین میں دستور ہے کہ مؤذن باواز بلند کہتے ہیں۔ الصلوٰۃ علی
لمیت یرحمکم اللہ، میت پر نماز جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اور یہ سب اس آیہ کریمہ کے
تحت میں داخل ہے کہ ”من احسن قولاً ممن دعا الی اللہ“ اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی
طرف بلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی الہدیٰ فلہ اجرہ واجر من تبعہ۔ جو کسی نیک بات کی طرف بلائے
اس کے لئے اس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں ان سب کا ثواب ہے
اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

(جدید ۳۸۴/۵-۳۸۵)

﴿۴۱﴾ ان الذین کفروا بالذکر لما جاءہم ؕ وانہ لکتب

عزیز۔ ☆

بے شک جو ذکر سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا ان کی خرابی کا کچھ حال نہ
پوچھ اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے۔

(۴۲) لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ۛ تنزیل من

حکیم حمید۔ ☆

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے
حکمت والے سب خوبیوں سرا ہے کا۔

(۳) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر معالم التنزیل شریف میں ہے:

قال قتادة والسدى الباطل هو الشيطان لا يستطيع ان يغیر او یزید فیہ او
ینقص منه قال الزجاج معناه انه محفوظ من ان ینقص منه فیاتیة الباطل من بین
یدیہ او یزاد فیہ فیاتیة الباطل من خلفہ وعلى هذا لمعنى الباطل الزیادة والنقصان -
یعنی قتادہ و سدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا، بڑھا اور بدل
نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا باطل کہ زیادت و نقصان ہیں قرآن ان سے محفوظ ہے، کچھ کم ہو جائے
تو باطل سامنے سے آئے، بڑھ جائے تو پس پشت سے، اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی
مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳، ص ۱۸۸ و ص ۱۸۹ میں ہے:

كان نسخ التلاوة الحكم جميعا جائزا في حياة النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم فاما بعد وفاته فلا يجوز، قال بعض الرافضة والملحدة ممن يستتر باظهار
الاسلام وهو قاصد الى افساده هذا جائز بعد وفاته ايضا، وزعموا ان في القرآن
كانت آيات في امامة على في فضائل اهل البيت فكتمها الصحابة فلم تبق
باندراس زمانهم والدليل على بطلان هذا القول قوله تعالى: انا نحن نزلنا الذكر
وانا له لحفظون - كذا في اصول الفقه لشمس الائمة اه ملتقطا -

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت و حکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں۔ بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں
بظاہر مسلمانی کا نام لیکر اپنا پردہ ڈھا کتے ہیں اور حقیقتہً انہیں اسلام کا تباہ کرنا مقصود ہے، وہ کہتے

ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ جکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامت مولیٰ علی وفضائل اہل بیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں، جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں۔ اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے: کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اسکے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی صفحہ ۳۶۳ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کر کے فرماتے ہیں:

و كذلك من انكر القرآن او حرفا منه او غير شيئا منه او زاد فيه “
یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اسکے کسی حرف کا انکار کرے یا
اسمیں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجود سے کچھ زیادہ بتائے۔
فوائح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ۶۱۷ میں ہے:

اعلم ان رايت في مجمع البيان تفسير الشيعة انه ذهب بعض اصحابهم الى
ان القرآن العياذ بالله كان زائدا على هذا المكتوب قد ذهب بتقصير من الصحابة
الجامعين العياذ بالله لم يختار صاحب ذلك التفسير هذا لقول فمن قال بهذا لقول
فهو كافر لا نكاره الضرورى۔

یعنی میں نے طبری رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب
میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا، جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذ باللہ ان
کے قصور سے جاتا رہا، اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات
دین کا منکر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۰/۵۲۲-۵۳۲)

سورة الشورى

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۱) ام لهم شرکوا شرعوا لهم من الدين مالم یأذن به الله

اولولا کلمة الفصل لقضى بينهم وان الظلمین لهم عذاب

الیم۔ ☆

یا ان کے لئے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے وہ دین نکال دیا ہے کہ اللہ نے اس کی اجازت نہ دی اور اگر ایک فیصلہ کا وعدہ نہ ہوتا تو یہیں ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق، احکام الہیہ دو قسم ہیں۔

اول تکوینیہ: مثل احیاء واماتت، قضائے حاجت و دفع مصیبت، عطائے دولت،

رزق، نعمت، فتح اور شکست وغیرہا عالم کے بند و بست۔

دوم تشریعیہ: کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا۔

مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی

طرف بروجہ ذاتی احکام تشریحی کی اسناد بھی شرک، قال اللہ تعالیٰ۔

ام لهم شرکاء شرعوا لهم من الدين مالم یأذن به الله۔

کیا ان کے لئے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین

میں وہ راہیں نکال دیں ہیں جنکا خدا نے حکم نہ دیا۔ اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک

نہیں۔

قال الله تعالى: والمدبرات امرا۔

قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں،

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں۔

حضرت امیر و ذریہ طاہرہ اور تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور

تکوینیہ را بایشان وابستہ می دانند۔ و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

حضرت امیر یعنی حضرت مولیٰ علی مشکل کشا اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام امت اپنے

مرشد جیسے سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو انہیں سے وابستہ جانتی ہے، اور فاتحہ، درود، صدقات اور ان کے ناموں کی نذر وغیرہ دینا رائج و معمول ہے۔

مگر کچھ وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں۔ اگر کہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کر دیا تو شرک کا سودا نہیں اچھلتا، اور اگر کہئے رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی یا غنی کر دیا تو شرک سو جھتا ہے۔ یہ ان کا نرا تحکم ہی نہیں

خود اپنے مذہب نامہ مذہب میں کچا پن ہے، جب ذاتی و عطائی کا تفرقہ اٹھا دیا پھر احکام

احکام میں فرق کیسا؟ سب یکساں شرک ہونا لازم۔

ان کا امام مطلق و عام کہہ گیا:

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔

نیز کہا:

کسی کام کو روایا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے۔ تقویۃ الایمان

صاف ترکہا:

کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے

ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں۔ تو جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے

تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان

اور آگے اس کا قول:

رسول اللہ کے حکم پہونچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی خبر دینا ہے

تقویۃ الایمان

اس میں وہ رسول کو حاکم نہیں مانتا صرف منبر و پیام رساں مانتا ہے اور اس سے پہلے
حصر کیساتھ تصریح کر چکا ہے کہ

پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرادیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے،

تقویۃ الایمان

نیز کہا کہ:

انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا، سوا ان میں بڑائی یہ ہی ہوتی ہے
کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سولوگوں کو سکھلاتے ہیں، صرف
بتانے، جاننے، پہچاننے پہو چانے پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم ان کے ہیں، فرائض کو انہوں نے
فرض کیا محرمات کو انہوں نے حرام کر دیا۔

تقویۃ الایمان

آخر ہمیں جو احکام معلوم ہوئے اپنے بزرگوں سے آئے انہیں ان کے اگلوں نے
بتائے، یونہی طبقہ بطبقہ تبع کوتا بعین، تابعین کو صحابہ، صحابہ کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے،
تو کیا کوئی یوں کہے گا کہ نماز میرے باپ نے فرض کی ہے، یا زنا کو میرے استاد نے حرام کر دیا
نبی کی نسبت یوں کہے گا تو وہی ذاتی عطائی کا فرق مان کر، اور وہ کسی کی راہ ماننے اور اس کا حکم
سند جاننے کو ان افعال سے گن چکا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں۔ اور
انہیں غیر کے لئے کرنے کا نام اشراک فی العبادۃ رکھا، اور اس قسم میں بھی مثل دیگر اقسام
تصریح کی کہ۔

پھر خواہ یوں سمجھئے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح
کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

تقویۃ

تو ذاتی عطائی کا تفرقہ دین نجدیت میں قیامت کا تفرقہ ڈال دے گا وہ کہہ چکا۔
نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے، اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا امت مانو

تقویۃ

جب رسول کو ماننے ہی کی نہ ٹھری تو رسول کا حاکم ماننا اور فرائض و محرمات کو رسول

کے لئے فرض و حرام کر دینے سے جاننا کیوں کر شرک نہ ہوگا۔ غرض وہ اپنی پکی دھن کا پکا ہے، ولہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس قدر تاکید شدید سے مدینہ طیبہ کے گرد پیش کے جنگل کا ادب فرض کیا اور اس میں شکار وغیرہ منع فرمایا، مگر جو ارشاد ہوا کہ مدینہ کو حرم میں کرتا ہوں، اس چوٹی کے موحد نے کہ جا بجا کہتا ہے:

خدا کے سوا کسی کو نہ مانو۔
تقویۃ

صاف صاف حکم شرک جڑ دیا، اور اللہ تعالیٰ واحد قہار کے غضب کا کچھ خیال نہ کیا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

واللہ الہادی الی منائر النور۔

ہم پہلے چند آیتیں قسم اول یعنی احکام تکوینیہ کی تلاوت کرتے ہیں پھر احکام تشریحیہ کا بیان آیات و احادیث سے مسلسل رہے، وباللہ التوفیق۔

آیت: ان کل نفس لما علیہا حافظ۔

کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔ یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ و نگہبان

رہتے ہیں۔

آیت: ۲۔ ان الذین توفتہم الملائکۃ۔

بیشک وہ لوگ جنہیں موت دی فرشتوں نے۔

آیت: ۳۔ جاء تہم رسلنا یتوفونہم۔

ہمارے رسول ان کے پاس آئے انہیں موت دینے کو۔

آیت: ۴۔ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ۔

کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔

آیت: ۵۔ ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین تتوفتہم الملائکۃ

ظالمی انفسہم۔

بیشک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں

اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔

آیت: ۶۔ كذلك یجزی اللہ المتقین الذین تتوفتہم الملائکۃ طیبین۔

ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پر ہیز گاروں کو جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔ جعلنا اللہ منهم بفضل رحمته بهم، آمین

آیت ۷۔ الرّٰۤكِبُ ۤاَنْزَلْنَاهٖ اِلَيْكَ لِيَخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ۔

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی لوگوں کو اندھیریوں سے نکال لو روشنی کی طرف، ان کے رب کی پروا نگلی سے غالب، سرا ہے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت ۸۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰى بِآيٰتِنَا اَنْ اَخْرِجَ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔

اور بیشک بالیقین ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسیٰ! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

اقول: اندھیریاں کفر و ضلالت ہیں اور روشنی ایمان و ہدایت، جسے غالب سرا ہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان و کفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے، تو آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دیدی،۔ اس امت کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا، انہیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عز وجل کا انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق تھا۔ الحمد للہ، قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی۔

پیغمبر خدا نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کو کیا کر سکوں، غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں فقط پیغمبری کا مجھ کو دعویٰ ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے، دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کر دیں یا فتح و شکست دے دیویں یا غنی کر دیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں، ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار۔

ملخصاً تقویۃ الایمان

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ، دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا و رسول کو جھٹلا رہا ہے، خیر اسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے، شکر اس اکرم الاکرمین کا بجالائیے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا، ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہ تعالیٰ محفوظ بھی رہے تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا

تو کریم، اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطاءئے ذاتی خاصہ خدا ہے، انک لا تہدی من اجبیت، وغیرہا میں اسی کا تذکرہ ہے، کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بے عطاءئے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا۔ تا خدا نہ دہد سلیمان کے دہد یہ ہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بہکے،، اور افتؤ منون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض، میں داخل ہوئے۔

نسأل الله العافية وتمام العاقبة و دوام العافية والحمد لله رب العالمین۔

الامن والعلیٰ ۱۵۷ تا ۱۷۰

(۲۵) وهو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السيئات

ويعلم ماتفعلون۔☆

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے، اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے۔

عن أبی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل شیء یتکلم بہ ابن آدم فانہ مکتوب علیہ ، فاذا خطأ الخطیئة ثم احب ان یتوب الی اللہ عزوجل فلیأت بقعة مرتفعة فلیمد یدیه الی اللہ ثم یقول : اللہم ! انی اتوب الیک منها لا ارجع الیہا ابدًا ، فانہ یغفر لہ ما لم یرجع فی عملہ ذلک ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے، تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے کہ بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلائے اور کہے: الہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی ادھر عود نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمادے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی یہ ہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع معصیت سے بعد اور دوری نیز محل طاعت و منزل رحمت یعنی آسمان کا قرب حاصل ہو۔ جب سیدنا حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ السلام کا زمانہ انتقال قریب آیا بن میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا، وہاں تشریف لیجانا میسر نہ ہوا دعا فرمائی: اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پر تاب قریب کر دے۔

(فتاویٰ رضویہ ۳/۵۴۲)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے گناہ سے توبہ کر لی وہ ایسا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ۳/۲۱۰)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: خیر الخطائین التوابون۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خطا کار کی خیر اس میں ہے کہ توبہ کرے۔

(فتاویٰ رضویہ ۷/۵۱۰)

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۵۵۲)

﴿۲﴾ ذَلِك الَّذِي يَبْشُرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصلحت ط قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى ط
ومن يقترب حسنة نزدله فيها حسنا ط ان الله غفور شكور۔ ☆

یہ ہے وہ جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں بیشک اللہ بخشنے والا قادر فرمانے والا ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی قبیلہ کفار مکہ کا ایسا نہ تھا جو سرکار سے قرابت نہ رکھتا ہو۔ اور قبیلہ والے کے ساتھ کرم اہل عرب کی سرشت میں رکھا گیا تھا۔ تو وہ جو تکلیفیں پہنچاتے تھے ان کی بابت ارشاد فرمایا گیا کہ اور کسی بات کا خیال نہ کرو قرابت داری ہی کا کہ حضور کو تکلیف پہنچانے سے باز رہو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ”قربی“ سے مراد سادات کرام و اہل بیت عظام ہیں اور استثناء بر صورت منقطع ہے۔ ”لا اسئلكم عليه اجرا۔“ سالبہ کلیہ ہے۔

(الملفوظ - ۵۸/۴)

سورة الزخرف

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۸) او من ينشؤا فى العلوية وهو فى الخصام غير

مبین۔☆

اور کیا وہ جو گہنے میں پروان چڑھے اور بحث میں صاف بات نہ کرے۔
 ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
 عورتوں کو سونے چاندی کے زیورات پہننا جائز ہیں۔

عن زيد بن ارقم رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الذهب و الحرير حل لا ناث امتى و حرام على ذكورها
 حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سونا اور ریشم کا لباس میری امت کی عورتوں کو حلال اور مردوں پر حرام ہیں۔
 (فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۱۳/۹)

(۳۶) و من يعش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطناً فهو له

قرین۔☆

اور جسے رتوند آئے رحمن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

(۳۷) وانهم ليصدونهم عن السبيل ويحسبون انهم

مہتدون۔☆

اور بے شک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔
 (۳۸) حتّى اذا جاء ناقا قال يليت بينى وبينك بعد

☆ المشرقین فبنس القرین - ☆

یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھتم کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی برا سا تھی ہے۔

(۳۹) ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب

☆ مشترکون - ☆

اور ہرگز تمہارا اس سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ تم نے ظلم کیا کہ تم سب عذاب میں شریک،

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہ پست فطرت، دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈرنہ دلائیں

۔ قرآن وحدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۶۴۵)

سورة الاحقاف

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۵) ووصینا الانسان بوالديه احسنًا ط حملته امه کرہا
ووضعتہ کرہا ط وحملہ وفضلہ ثلثون شهرًا ط حتی اذا بلغ اشدہ
وبلغ اربعین سنۃ لا قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی
انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضہ واصلح لی
فی ذریعتی ؕ انی تبت الیک وانی من المسلمین ☆

اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ
میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس
مہینہ میں ہے یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہونچا اور چالیس برس کا ہوا عرض کی اے میرے
رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی
اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح رکھ میں تیری
طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اولاد پر باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم۔ اس آیت کریمہ میں
رب العزت ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی
ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل و ولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش
آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد و اعظم ہو گیا شمار فرمایا، اسی طرح دوسری آیت میں
ارشاد کرتا ہے: ”ووصینا الانسان بوالديه حملته امه وهننا علی وهن وفضلہ فی عامین
ان اشکر لی ولو الیک۔“ تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں، پیٹ میں

رکھا اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر اور اس کا دودھ چھٹنا دوبرس میں ہے، یہ کہ حق ماں میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا ”اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم“ یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔
(فتاویٰ رضویہ قدیم ۵۹/۹)

سورة محمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۳) وکاین من قریة هی اشد قوة من قریتک التی

اخرجتک ؕ اهلکنہم فلاناصر لہم۔ ☆

اور کتنے ہی شہر کہ اس شہر سے قوت میں زیادہ تھے جس نے تمہیں تمہارے شہر سے باہر کیا ہم نے انہیں ہلاک فرمایا تو ان کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی مکہ معظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کفر و کفرین کا تسلط و غلبہ تھا ظاہر و عیاں ہے، اور اکثر مرسلین کرام اصحاب شرائع جدیدہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوتے اور وہیں کے ساکن ہو کر انہیں پر مبعوث ہوئے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس وقت غلبہ کفر کے سبب مکہ معظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اس وقت بھی قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا جیسا کہ آیت میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۸/۳۶۸)

(۱۹) فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبک وللمؤمنین

والمؤمنات ؕ واللہ یعلم متقلبکم ومثوکم۔ ☆

تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام لینا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ اور شفاعت کا ہے کا نام ہے۔

(قدیم۔ ۱۱/۱۳۵)

﴿۳۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ

وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ ☆

اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر کسی نے شرعی وضو کا ارادہ کیا اور بعض اعمال کئے پھر وضو کو بلا عذر نامکمل چھوڑ دیا۔

تو یہ فعل عبث ہے اور اس پر ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قطع کو ابطال قرار دیا۔

فرماتا ہے: تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ اور باطل کا کوئی حکم نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲/۷۴)

سورة الفتح

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخرویتم نعمته

علیک ویہدیک صراطاً مستقیماً۔ ☆

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

لام ”لک“ تعلیل کا ہے اور ”ما تقدم من ذنبک“ تمہارے اگلوں کے گناہ اعمیٰ سیدنا عبد اللہ و سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام و امہات طیبات باستثنائے انبیائے کرام مثل آدم و شیث و نوح علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور ”ماتاخرو“ تمہارے پیچھے یعنی قیامت تک تمہارے اہلسنت و امت مرحومہ۔ تو حاصل کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے بخشدے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱۲/۱۱)

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

ہر نعمتیکہ داشت خدا شد برو تمام۔

میرے ایک وعظ میں ایک نفیس نکتہ مجھ پر القا ہوا تھا اسے یاد رکھو کہ جملہ فضائل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے معیار کامل ہے، وہ یہ کہ کسی منعم کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چارہ ہی طور پر ہوتا ہے۔ یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں۔ یا دے سکتا ہے مگر بخل

مانع ہے۔ یا جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہ تھا۔ یا وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد اسے کوئی اور محبوب ہے اس کے لئے بچا رکھی۔ الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں، باقی تمام کمالات تحت قدرت الہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہر جواد سے بڑھکر جواد اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فضل و کمال کے اہل اور حضور سے زائد اللہ عزوجل کو کوئی محبوب نہیں، لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جتنے فضائل جس قدر کمالات جتنی نعمتیں جس قدر برکات ہیں مولیٰ عزوجل نے سب اعلیٰ وجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں، اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہوتا ضروریہ بھی عطا فرماتا جیسے۔ ارشاد ہوا۔ لو اردنا ان نتخذ ولدا لاتخذناہ من لدنا ان کنافا علین“ اگر ہم بیٹا چاہتے تو اپنے پاس سے کر لیتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔ گویا ارشاد ہوتا ہے اے نصرانیو! تم عزیر کو اور عرب کے مشرکوں کو ملائکہ کو ہماری اولاد ٹھہراتے ہو، ہمیں اگر اپنے لئے بیٹا بنانا ہوتا تو انہیں کو نہ بناتے جو سب سے زیادہ ہمارے مقرب ہیں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (المفہوم ۲/۳۵)

(۸) انا ارسلنک شاہدا ومبشرا ونذیرا۔ ☆

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کہ جو تمہاری تعظیم کرے اسے فضل عظیم کی بشارت دو اور جو معاذ اللہ بے تعظیسی سے پیش آئے اسے عذاب الیم کا ڈر سناؤ۔ اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار۔ تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال و اقوال و اعمال و احوال ان کے سامنے ہوں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۱۶۸)

(۹) لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروه وتوقروه وتسبحوه

بکرۃ واصیلاً۔ ☆

تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

(۳) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معلوم ہوا کہ دین و ایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا نام ہے۔ جو ان

کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔
(فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۱۵/۱۶۸)

(۲۵) ہم الذین کفروا وصد وکم عن المسجد الحرام والهدی معکوفاً ان یبلغ محله ۛ ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات لم تعلموهم ان تطوهم تصیبکم منهم معرفة بغیر علم ۛ لیدخل اللہ فی رحمته من یشاء ۛ لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منهم عذاباً الیماً۔

وہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں روند ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے انجانی میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کی قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لئے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے اگر وہ جدا ہو جاتے تو ضرور ہم ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روکا، شہر میں نہ جانے دیا، صلح پر فیصلہ ہوا، ظاہر کی نظر میں اسلام کے لئے ایک دیتی ہوئی بات تھی اور حقیقت میں بڑی فتح نمایاں تھی جسے اللہ عزوجل نے ”انا فتحنا لک فتحاً مبیناً“ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اس سال تمہیں داخل مکہ نہ ہونے دینے میں کئی حکمتیں تھیں، مکہ معظمہ میں بہت مرد و عورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن کی تمہیں خبر نہیں، تم قہر اجاتے تو وہ بھی تیغ و بند کے روندنے میں آجاتے اور ان کے سوا ابھی وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں لے گا، اسلام دے گا، ان کا قتل منظور نہیں، ان وجوہ سے کفار مکہ پر سے عذاب قتل و قہر موقوف رکھا گیا، یہ سب لوگ الگ ہو جاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔ کیسا روشن نص ہے کہ اہل اسلام کے سبب کافروں پر سے بھی بلا دفع ہوتی ہے واللہ الحمد۔

(الامن والعلی۔ ص ۶۴)

(۲۹) محمد رسول اللہ ﷺ والذین معہ اشد آء علی الکفار
رحمآء بینہم ترہم رکعاً سجداً یتبتغون فضلاً من اللہ
ورضواناً زسیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ﷺ ذلک مثلہم
فی التورۃ ؕ مثلہم فی الانجیل ۖ کزرع اخرج شطاہ فاستغلظ
فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار ﷺ وعد اللہ
الذین امنوا وعملوا الصلحت منهم مغفرۃ واجراً عظیماً ☆

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل
تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے
چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت تو ریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں
جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی
ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان
میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس نشانی کی تفسیر میں چار قول ماثور

ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود

ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے۔

قول اول = وہ نور کہ روز قیامت ان کے چہروں پر برکت سجدہ سے ہوگا۔

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود، امام حسن بصری، عطیہ عوفی، خالد خنسی اور مقاتل بن حیان

سے ہے۔

قول دوم = خشوع و خضوع و روش نیک جس کے آثار صالحین کے چہروں پر دنیا میں

ہی بے تصنع ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس اور امام مجاہد سے ہے۔

قول سوم = چہرہ کے زردی کہ قیام اللیل و شب بیداری میں پیدا ہوتی ہے۔

یہ امام حسن بصری، ضحاک، عکرمہ اور شمر بن عطیہ سے۔

قول چہارم = وضو کی تری اور خاک کا اثر کے زمیں پر سجدہ کرنے سے ماتھے اور نا

ک پر مٹی لگ جاتی ہے۔ یہ امام سعید بن جبیر اور عکرمہ سے ہے۔

ان میں پہلے دو قول اقویٰ و اقدم ہیں کہ دونوں خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے مروی ہیں۔ اور سب سے قوی و مقدم پہلا قول ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے بسند حسن ثابت ہے۔

رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط والصغیر وابن مردویہ عن ابیبن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی قوله عز وجل: سیماهم فی وجوہهم من اثر السجود وقال: النور یوم القيامة “

ولہذا امام جلال الدین محلی نے جلالین میں اسی پر اقتصار کیا۔

قول سوم میں قدر ضعف ہے کہ وہ اثر بیداری ہے نہ اثر سجود۔ ہاں بیداری بغرض سجود

ہے۔

اور چہارم سب سے ضعیف تر ہے۔ وضو کا پانی اثر سجود نہیں۔ اور مٹی بعد نماز چھڑا دینے کا حکم ہے۔ یہ سیما و نشانی ہوتی تو زائل نہ کی جاتی۔ امید ہے کہ سعید بن جبیر سے اس کا ثبوت نہ ہو بہر حال یہ سیاہ دھبہ کہ بعض کے ماتھے پر کثرت سجود سے پڑتا ہے تفاسیر ماثورہ میں اس کا پتہ نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس و سائب بن یزید و مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کا انکا ر ماثور۔ طبرانی نے معجم کبیر اور بیہقی نے سنن میں حمادی بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے۔

میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حاضر تھا، اتنے میں ایک شخص آیا جس کے چہرہ پر سجدہ کا داغ تھا۔ سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لقد افسد هذا وجهه اما والله ماہی السیما التي سمی اللہ ولقد صلیت علی جبہتی منذ ثمانین سنة ما اثر السجود بیسی عینی“ بیشک اس شخص نے اپنا چہرہ بگاڑ لیا۔ سنتے ہو خدا کی قسم یہ وہ نشانی نہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ میں اسی (۸۰) برس سے نماز پڑھتا ہوں میرے ماتھے پر داغ نہ ہوا۔

سعید ابن منصور و عبد بن حمید و ابن نصر و ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی اور یہ سیاق

اخیر ہے۔

”حدثنا ابن حمید ثنا جریر ابن منصور ان مجاہدا فی قوله تعالیٰ: سیما

ہم فی وجوہہم من اثر السجود وقال: هو الخشوع فقلت: هو اثر السجود فقال: انه يكون بين عينيه مثل ركبة العنز وهو كما شاء الله“

یعنی منصور بن المعتمر کہتے ہیں امام مجاہد نے فرمایا: اس نشانی سے خشوع مراد ہے۔ میں نے کہا بلکہ داغ جو سجدہ سے پڑتا ہے فرمایا: ایک کے ماتھے پر اتنا بڑا داغ ہوتا ہے جیسے بکری کا گھٹنا، اور باطن میں ویسا ہے جیسی اس کے لئے خدا کی مشیت ہوئی یعنی یہ دھبہ تو منافق بھی ڈال سکتا ہے۔

ابن جریر نے بطریقہ مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا:

”اما انه ليس بالذى ترون ولكنه سيما الا سلام ومحيته وسمته وخشو

عه“

خبردار یہ وہ نہیں جو تم لوگ سمجھتے ہو بلکہ یہ اسلام کا نور، اس کی خصلت، اس کی روش، اس کا خشوع ہے۔

بلکہ تفسیر خطیب شربنی پھر فتوحات سلیمانہ میں ہے۔ ”قال البقائي ولا يظن ان من السیما ما یصنعه بعضه المرائین من اثر هیئة سجود فی جبهته فان ذالك من سیما الخوارج وعن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال لا بغض الرجل واکرھه اذا رأیت بین عینیه اثر السجود“

یعنی یہ نشان سجدہ جو بعض ریاکار اپنے ماتھے پر بنا لیتے ہیں یہ اس نشانی سے نہیں ہے۔ یہ خارجیوں کی نشانی ہے اور ابن عباس سے روایت مرفوع آئی کہ میں آدمی کو دشمن و مکروہ رکھتا ہوں جبکہ اس کے ماتھے پر سجدہ کا اثر دیکھتا ہوں۔

اقول: اس روایت کا حال اللہ جانے اور بفرض ثبوت وہ اس پر محمول جو دکھاوے کے لئے ماتھے اور ناک کی مٹی نہ چھڑائے کہ لوگ جانیں کہ یہ ساجدین سے ہے اور وہ انکار بھی سب اسی صورت ریا کی طرف راجع، ورنہ کثرت سجود یقیناً محمود اور ماتھے پر اس سے نشان خود بن جانا، نہ اس کا روکنا اس کی قدرت میں ہے نہ زائل کرنا، نہ اس کی اس میں کوئی نیت فاسد ہے۔ تو اس پر انکارنا متصور اور مذمت ناممکن بلکہ وہ من جانب اللہ اس کے عمل حسن کا نشان اس کے چہرے

پر ہے۔ تو زیر آیت کریمہ ”سیما ہم فی وجوہ ہم من اثر السجود“ داخل ہو سکتا ہے کہ جو معنی فی نفسہ صحیح ہو اور اس پر دلالت لفظ مستقیم اسے معانی آیات قرآنیہ سے قرار دے سکتے ہیں:

”کما صرح به الامام حجة الاسلام وعليه يرجع عامة المفسرين الاعلام“

اب یہ نشان اسی محمود و مسعود نشانی میں داخل ہوگا جس کی تعریف اس آیت کریمہ میں ہے۔ کہ بلاشبہ یہ امر جس طور پر ہم نے تقریر کی فی نفسہ عمل حسن سے ناشی اور اس کی نشانی اور الفاظ آیت کریمہ میں اسکی گنجائش ہے۔ لاجرم تفسیر نیشاپوری میں اسے بھی آیت میں برابر کا محتمل رکھا۔ تفسیر کبیر میں اسے بھی تفسیر آیت میں ایک قول بتایا۔ کشاف و ارشاد العقول میں اسی پر اعتماد کیا۔ بیضاوی نے اسی پر اقتصار کیا۔ اور اس کے جائز بلکہ محمود ہونے کو اتنا بس ہے کہ سیدنا امام سجاد زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیشانی نورانی پر سجدہ کا یہ نشان تھا

(فتاویٰ افریقہ ص ۷۳)

﴿سورة الحجرات﴾

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) یٰٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَرْفَعُوْٓاْ اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَہْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اِنْ تَحْبِطْ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ ☆

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعض مسائل میں اہل بدعت اور بعض یا کل اہل سنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے ماخذ حسب اختلاف مذہب مختلف، مثلاً: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے، اور وہابیہ تو قاطبہ شرک کہتے ہیں، ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم، اور ہمارے منع کی وجہ آ یہ کریمہ ”لَا تَجْعَلُوا دَعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَکُمْ کَدَعَاءِ بَعْضُکُمْ بَعْضًا“ رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرا جو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ، وغیرہ اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہئے۔ یوں ہی مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ ان سنگ ساروں کے نزدیک اموات کی روح و بدن سب اینٹ پتھر ہیں۔ ولہذا وہ سفہاء عذاب قبر و سوال نکیرین کے منکر ہیں، اور حنفیہ میں جمہور مانعین وہی ہیں، قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا قول سن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ پر ہے، قول ۱۳۲ و ۱۳۵ میں جو ہرہ نیرہ و در مختار سے گزرا کہ تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۹۰۱/۹)

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روضہ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا فرمایا: کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے۔ اور یہی آیت تلاوت کی۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۶۹/۱۵)

(۳) ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک

الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ ۛ لہم مغفرۃ واجر عظیم۔ ☆

بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے دربار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی طرف رہنمائی کی، اس بارگاہ میں بلند آوازیں جائز نہیں۔ اور ایسی شدید وعید فرمائی کہ اس میں (معاذ اللہ) عمل ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اور یہاں پست آوازی پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔ اور شبہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت و اجلال کیلئے ہے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو دربار الہی جل جلالہ کا ادب و احترام تو اس سے بدرجہا اعلیٰ و اہم ہے۔

(شائم العنبر ۲۵۳- تا ۲۵۵)

(۳) ہمارے اماموں نے اصول کی کتابوں میں تحریر فرمایا کہ (عند) حضور کے لئے

ہے، چنانچہ امام فخر الاسلام بزدوی اپنے اصول میں، اور امام صدر الشریعہ نے تنقیح و توضیح میں اور علامہ تفتازانی نے تلوح میں فرمایا: کہ عند حضور کیلئے ہے۔ محقق علی الاطلاق اور ان کے شاگرد رشید محقق چلبی کی شرح تقریر میں ہے کہ عند حضور حسی کے لئے ہے۔ جیسے آیت کریمہ ”قلما راہ مستقر عندہ“ اور حضور معنوی کے لئے جیسے۔ ”وقال الذی عندہ علم من الکتاب“ اس نے کہا جس کے پاس علم کتاب تھا۔ اور اسی طرح امام اجل ابوالبرکات نسفی کی منار میں اور اس کی شرح کشف الاسرار میں اور علامہ شمس الدین انصاری نے فصول البدائع فی اصول الشرائع میں۔ مولا خسرو نے مرآت الاصول اور اس کی شرح مرقات الوصول میں فرمایا: کہ عند حضور حقیقی یا حکمی کیلئے آتا ہے۔ مدقق بہاری نے مسلم الثبوت میں ملک العلماء بحر العلوم نے فوائح الرحموت میں

فرمایا: کہ عند حضور حقیقی کے لئے ہے۔ جیسے ”عندی کوز“ میرے پاس پیالا ہے۔ اور معنوی کے لئے جیسے ”عندی دین فلان“ مجھ پر فلاں کا قرضہ ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ حاضر پیش نگاہ ہے۔ اور جو پیش نگاہ ہے قریب ہی کہا جائے گا، تو نہ تو ”عند“ کے معنی سے قرب کے انکار کی گنجائش اور نہ ”عند“ کیلئے ساتھ چپکا ہونا ضروری ہے۔ اور سچ پوچھو تو ”عند“ اپنے مفاد میں ”بین یدیه“ سے بھی زیادہ وسیع ہے نہ یہ کہ ”عند“ کو ”بین یدیه“ سے تنگ مانا جائے۔ چنانچہ عند اور لدی میں یہی فرق بیان کیا جاتا ہے کہ عند قریب و بعید دونوں کے لئے ہے اور لدی خاص طور پر قریب پر دلالت کرتا ہے۔ رضی نحوی نے شرح کافیہ میں تحریر کیا:

عند اعم تصرفا من لدی لان عند يستعمل فی الحاضر القریب و فیما هو فی حرزک وان کان بعید ابخلاف لدی فانه لا يستعمل فی البعید۔
عند اپنے تصرفات میں لدی سے اعم ہے کہ وہ پاس اور دور دونوں میں مستعمل ہے، اور لدی کا استعمال بعید میں ہوتا ہی نہیں ہے۔

اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ خود قریب کی جولا نگاہ بھی بہت وسیع ہے، مزید آیات قرآنیہ سے ہم اسے واضح کرتے ہیں۔
ارشاد الہی:

ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ۔

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں۔
فقہ قرآنیہ میں ہم واضح کر آئے ہیں کہ یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نگاہ ہو۔ حضور کے بالکل پاس بیٹھنے والوں کے لئے کچھ خاص نہیں، بلکہ جو پاس ہے اور جو باب مسجد کے پاس ہے سب کے لئے یہی حکم ہے، محراب رسول اور دروازہ مسجد پر بیٹھنے والے دونوں ہی عند رسول اللہ کہے جائیں گے، سبھی کیلئے چیخنا اور چلانا منع ہے بلکہ یہ کہئے کہ ضرورت سے زیادہ آواز نکالنا منع ہے۔ اور اس مقام پر اگر عند کے وہی معنی ہوں جو یہ لوگ اذان عند منبر میں مراد لیتے ہیں تو آواز پست رکھنے پر مغفرت اور اجر عظیم کے وعدہ کا مستحق وہ بے ادب بھی ہو جائے گا جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند ہاتھ کی دوری پر کھڑا چیخ رہا ہو۔ یا صرف اس کے لئے خاص ہوگی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک

بالشت کی دوری پر کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز میں بات کرے، یا خود حضور ہی سے کلام کرے۔ اور چار ہاتھ دور کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز سے بات کرے تو وہ دائرہ رحمت سے باہر ہے کہ (وہ عند رسول اللہ نہیں) بھلا کون عقلمند ایسا کہہ سکے گا۔
ارشاد الہی:

ہم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا۔
یہ منافقین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہنے والوں پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ ادھر ادھر منتشر ہو جائیں۔
یہاں عند کا مفہوم پہلی والی آیت سے بھی وسیع ہے۔ کیونکہ یہاں تو عند سے مرادہ بھی لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہیں اگرچہ فی الحال حضور سے بہت دور ہوں۔

ارشاد الہی ہے کہ منافق آپ کے سامنے کہتے ہیں:

فاذا برزوا من عندك بیت طائفة منهم غیر الذی نقول۔
ہم آپ کے فرماں بردار ہیں اور جب آپ کے پاس سے دور ہو جاتے ہیں تو انکی ایک جماعت اس کے خلاف بولنے لگتی جو آپ کے سامنے کہہ چکے تھے۔
یہ منافقین کے حال کا بیان ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں آپ کے بالکل پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ قریب کی جگہ تو ابو بکر و عمر و عثمان و علی و دیگر مخلصین صحابہ کے لئے تھی۔ منافقین تو ادھر ادھر آنکھ بچا کر بیٹھتے تھے اگر کچھ کسی مجبوری سے آپ کے سامنے بیٹھ بھی گئے ہوں۔ تو عند کہہ کر بھی منافقین مراد ہیں۔ قریب بیٹھنے والے ہوں یا دور۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان المتقین فی جنات ونہر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔
بیشک متقین باغوں اور نہروں میں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور ہونگے۔

یہ آیت تو سارے ہی متقیوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن اسمیں کہاں بہ نسبت علماء کے

کسی صالح مسلمان کا درجہ، اور بہ نسبت اولیاء کے کسی عالم کا درجہ۔ اور بہ نسبت انبیاء کے کسی ولی کا درجہ۔ اور کہاں سید الانبیاء علیہم السلام کا درجہ۔ ان مراتب میں تو فلک الافلاک اور تحت الثری سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔ مگر سب کو عند سے بیان کیا گیا ہے۔

نیز یہ آیات:

ان للمتقين عند ربهم جنت النعیم۔ واذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی

الجنة۔

متقین کے لئے رب کے پاس جنت نعیم ہے۔ اس نے دعا مانگی یا اللہ میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک مکان بنادے۔

حضرت سلمان و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پاک بی بی کی دعا قبول کر لی۔ تو کیا وہ انبیاء و اولیا سے بھی زیادہ قربت الہی کی طالب تھیں، وہ تو اس کی خواستگار تھیں کہ قرب کا وہ مقام جو ان کے لائق ہونا چاہیے، حضرت خدیجہ و عائشہ رضوان اللہ علیہما کے درجہ کے ہم پلہ بھی نہ ہو۔ چہ جائیکہ انبیاء و اولیا عظام علیہم الرحمہ رضوان کے درجہ کے برابر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے شہدائے کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

بل احياء عند ربهم "شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں۔

تو بھلا کہاں سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقام بلند اور کہاں عام شہداء کرام رضوان اللہ علیہم کی منزل بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام میں شہادت پانے والوں کی منزلیں۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

ان الذین عند ربک۔ جو فرشتے تمہارے رب کے پاس ہیں۔

ان فرشتوں میں باہم درجات کا کتنا تفاوت ہے، ہم اس کی حقیقت تو نہیں جان سکتے۔

مگر تفاوت ہونا یقیناً معلوم ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے ایک متعین مقام۔

اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے:

وقد مکروا مکرہم وعند اللہ مکرہم۔

کافروں نے خدا سے مکر کیا۔ ان کا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے۔

کافروں کے مکر کے لئے اللہ تعالیٰ سے کوئی قرب نہیں، نہ قرب مکانی کہ یہ ذات باری کے لئے محال ہے، نہ قرب مرتبی کہ مکر تو نہایت ذلیل چیز ہے، لامحالہ اس آیت میں قرب سے مراد حضور ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اس سے پوشیدہ نہیں۔ تو یہ حضور علمی ہوا۔ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

ثم محلها الى البيت العتيق (يعنى البدن) قال فى المعالم اى عند البيت العتيق يريد ارض الحرم كلها قال فلا يقربو المسجد الحرام كله۔
قربانی کے جانور ذبح کرنے کی جگہ بیت اللہ کے پاس ہے۔ معالم التنزیل میں فرمایا:
الى البيت العتيق کا مطلب عند البيت العتيق ہے۔ یعنی حرم کی پوری زمین۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہوا: پورے حرم کے قریب نہ جاؤ۔

آیت مذکورہ بالا میں پورے حرم کو منخرع عند البيت العتيق قرار دیا۔ جب کہ حدود حرم مختلف جہات میں بیت اللہ شریف سے کوسوں دوری پر ہے۔

احادیث کریمہ میں بہت سے تابعین فرماتے ہیں: ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ پتہ نہیں یہ باطل کوش یہاں قربت کو کتنے قرب پر محمول کریں گے۔

دربان کہتا ہے: میں ابھی بادشاہ کے پاس سے آرہا ہوں۔ حالانکہ وہ دروازہ سے آگے بڑھ نہیں سکتا۔

مکہ کارہنے والا اپنا پتہ بتاتا ہے کہ میرا گھر باب السلام کے پاس ہے حالانکہ بسا اوقات دونوں کا فاصلہ دو سو ہاتھ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

شاگرد استاذ سے اپنا تعلق بتاتے ہوئے کہتا ہے: میں اپنے استاذ کے پاس مکمل تین سال رہا حالانکہ قیام اس کا مسجد میں ہوتا ہے۔ اور شیخ کی مجلس میں اسے آخری صف میں بیٹھنے کی جگہ ملتی ہے۔

یہ کہاں کا انصاف ہے؟ فقہاء کے کلام میں آئے ہوئے لفظ ”عند“ سے تو اذان ثانی کے متصل منبر ہونے پر استدلال کیا جائے اور فقہائے کرام نے خود لفظ ”عند“ کے جو معنی بتائے

ہیں اس سے روگردانی کی جائے۔

ہدایہ، کنز، تنویر وغیرہا میں فرمایا یہ عبارت کنز کی ہے:

من سرق عن المسجد متاعا رہ عندہ قطع۔

جس نے مسجد سے ایسا سامان چرایا جس کا مالک سامان کے پاس تھا اس کا ہاتھ کاٹا

جائے گا۔

کنز کی شروح مجتبیٰ، فتح القدیر، بحر الرائق اور درمختار میں فرمایا: الفاظ درمختار کے ہیں:

عندہ ای بحیث یراہ۔ سامان کے مالک کے پاس ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اتنی دور

ہو جہاں سے اپنا سامان دیکھ رہا ہو۔

مذکور بالا شواہد سے یہ ثابت ہو گیا کہ عند کے معنی بھی اس سے زیادہ نہیں جو ہم نے ”بین

ید یہ“ کے معنی میں بیان کیا۔ اور ان دونوں لفظوں کی کوئی دلالت اذان کے داخل مسجد ہونے پر

نہیں چہ جائیکہ منبر سے متصل مراد لی جائے، مگر جب کوئی وہم آدمی کے دماغ میں جم جاتا ہے تو

وہ جو چیز بھی دیکھتا ہے اسکو وہی وہی چیز سمجھتا ہے۔ اور کوئی بات سنتا ہے تو وہی چیز اس کے خیال

میں آتی ہے، جیسا کہ بھوکے سے پوچھا جائے کہ ایک ایک کتنا ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے

دور وٹی۔

الحمد للہ رب العالمین۔ گذشتہ اظہار سے ان لوگوں کی جہالت واضح ہو گئی جو اس موقعہ

پر بھی امام راغب کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ۔

عند لفظ موضوع للقرب فتارة يستعمل فی المكان وتارة فی الاعتقاد

نحو عندی کذا وتارة فی الزلفی او المنزلة۔ (مفردات امام راغب)

لفظ عند قرب کے لئے وضع کیا گیا ہے، تو کبھی مکان کیلئے ہوتا ہے اور کبھی اعتقاد کے

لئے، جیسے کوئی کہے میرے پاس ایسا ہے اور کہیں رتبہ اور مرتبہ کے لئے ہوتا ہے۔

یا امام سرخسی کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ ”وعند عبارة عن القرب۔ (مبسوط)

عند قرب بیان کرنے کیلئے ہے۔

کیونکہ ہم نے قرب کے تمام موارد کا ذکر کر دیا ہے جس کے لئے آیات کے اعادہ کی

ضرورت نہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان تمام آیتوں کا ترجمہ دونوں زبانوں میں لفظ نزد و پاس

سے کیا گیا ہے جبکہ ان موارد میں قرب کے معنی میں بڑی وسعت ہے۔ اور خود لفظ قرب کا بھی یہی حال ہے۔ جیسا کہ آیت - ”اقترب الساعة - قیامت قریب ہوئی، اور، اقترب للناس حسابہم - لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب ہوا۔ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ کہ لفظ قرب اپنے دامن میں صدیوں کا فاصلہ سمیٹے ہوئے ہے۔ اور یہ بات بچوں تک پر واضح ہے۔ ہم نے ان سے بارہا ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب آج تک کوئی نہ دے سکا اور وہ کیسے جواب دیتے، وہی جواب تو خود ان پر لوٹتا۔ بات یہ ہے یہ جب حق ظاہر ہوتا ہے زبانیں گونگی ہو جاتی ہیں۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔

زید نے ایک دینار مساوی دس درم یا زائد کا ایک ہلکا پھلکا منبر بنایا جسے ایک آدمی بلا تکلف و بے زحمت و مشقت جہاں چاہے اٹھالیا جائے، اذان منبر کے وقت زید اسے مسجد لے کر پہونچا، متولی مسجد نے اسے مالک سے عاریتہ مانگ لیا کہ نماز سے فارغ ہو کر واپس کر دیں گے، بعد نماز لوگ تو ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور منبر وہیں پڑا رہ گیا، اور مالک سامنے مسجد کے دروازہ پر یا حدود مسجد کے اندر کھڑا رہ کر اسے دیکھتا اور نگرانی کرتا رہا۔ اس اثناء میں ایک وہابی چوری کی نیت سے مسجد کے اندر دوسرے دروازہ سے داخل ہوا اور مالک کے ایک ذرا رخ پھیرنے کا انتظار کرتا رہا۔ جیسے ہی مہلت پائی منبر لے کر نکل بھاگا۔

سوال یہ ہے کہ وہ وہابی چوری کی علت میں ماخوذ ہو گیا یا نہیں۔ اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں۔

تو داخل مسجد اذان کے حامی اگر یہ جواب دیں کہ نہیں۔ تو ائمہ فقہ کی نص صریح کے خلاف ہوگا، ان کا ارشاد ہے:

جس نے مسجد کے اندر کے سامان کو چرایا جبکہ مالک اس سامان کے پاس ایسی جگہ ہو جہاں سے سامان نظر آ رہا ہو۔ تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

اور اگر یہ جواب دیں کہ ہاتھ کاٹا جائے گا تو کاٹنے کی شرط یہ تھی کہ مالک سامان کے اتنے پاس ہو کہ اس کا محافظ قرار دیا جائے، کیونکہ مسجد خود محفوظ جگہ نہیں تو ان لوگوں نے یہ اعتراف کر لیا کہ مسجد کے دروازہ کے پاس اس کے فناء میں منبر کے سامنے کھڑا ہونے والا منبر کے پاس ہی ہے، یہ تو ہمارا دعویٰ تھا جس کا اعتراف مخالف نے کیا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بے شمار

پاک اور مبارک تعریفیں جس سے وہ راضی ہو اور جسے پسند کرے۔

اگر ہم ان لوگوں کے معیار فہم پر اتر کر بھی بات کریں تو اتنا تو سب پر ظاہر ہے کہ عند طرف زمان اور طرف مکان دونوں ہی کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد باری:

خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ ہر مسجد کے پاس اپنی زینت اختیار کرو یعنی ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو۔ اور خود وقت بھی مکان اور زمان دونوں ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ وقت کے ساتھ ان کو کوئی خصوصیت ہو۔ ارشاد الہی ہے: ”و یوم حنین اذا عجمتکم کثرتکم۔ اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر اتر آگئے تھے۔

حنین ایک جگہ کا نام ہے۔ یہی حال یوم بدر، یوم احد، یوم دار، لیلۃ العقبہ، لیلۃ المعراج، اور لیلۃ الغار کا ہے۔ صحیحین کی حدیث: ”ومن لہا یوم السبع۔ سبع کا لفظ باء کے سکون کے ساتھ بھی مروی ہے۔ تو لفظ سبع سے مراد مکان حشر ہوگا۔ اور باء کے ضمہ کے ساتھ تو شیر مراد ہوگا۔ اکثر علماء کے نزدیک یہی رائج ہے پس ان مقامات میں یوم کی نسبت مقام کی طرف ہے۔

(شائم العنبر - ۲۸۶ تا - ۲۹۴)

(۶) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن**

تَصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ۔ ☆

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

(۳) **امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں**

(آیت میں فاسق کی خبر سے متعلق حکم آیا خوب تحقیق کر لیا کرو، لہذا)

حلت، حرمت، طہارت، نجاست احکام دینیہ ہیں، ان میں مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کافر، درمختار میں ہے:

شرط العدالة فی الدیانات کا لخبر عن نجاسة الماء یتیمم ولا یتوضاء ان

اخبر بها مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ویتحرى فی خبر الفاسق والمستوراه ملخصا وفي العلمگیریة عن الکافی لا یقبل قول المستور فی الدیانات

فی ظاہر الروایات وهو الصحيح اه وفي رد المحتار عن الهدایة الفاسق متهم
والکافر لا يلتزم الحکم فلیس له ان یلزم المسلم اه۔

دیانات (عبادات سے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے، جیسے پانی کے ناپاک ہونے
کے بارے میں اگر کوئی مسلمان عادل جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو خبر دے تو یتیم کرے
وضو نہ کرے۔ اور فاسق و مستور الحال کی خبر کے بارے میں غور و فکر کرے۔ انتہی تلخیص، اور
عالمگیریہ میں کافی سے نقل کیا کہ ظاہر روایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول نہ
کیا جائے یہی صحیح ہے۔ اور رد المحتار میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر
حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔ اه۔

ہاں فاسق و مستور میں اتنا ہے کہ ان کی خبر سن کر تحری واجب، اگر دل پر ان کا صدق
جسے تو لحاظ کرے جب تک دلیل اقویٰ معارض نہ ہو، اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں۔ مثلاً:
پانی رکھا ہو، کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اس سے وضو کر لے، یا گوشت خریدا ہو کافر
کہے اس میں لحم خنزیر ملا ہے مسلمان کو اس کا کھانا حلال اگرچہ اس کا صدق ہی غالب ہو اگرچہ اس
کی یہ بات دل پر کچھ جمتی ہوئی ہو کہ جو خدا کو جھٹلاتا ہے اس سے بڑھ کر جھوٹا کون، پھر ایسے کی
بات محض واہیات البتہ احتیاط کرے تو بہتر، وہ بھی وہاں جب حرج نہ ہو۔

فی فتاویٰ الامام قاضی خان ان کان المعبر بنجاسة الماء رجلاً من اهل
الذمة لا یقبل قوله فان وقع فی قلبه انه صادق فی هذا الوجه قال فی الكتاب احب
الی ان یریق الماء ثم یتیمم ولو تو ضاء به و صلی جازت صلاته اه۔

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے: اگر پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینے والا ذمی
(کافر) ہو اس کی بات قبول نہ کی جائے، اگر اس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس بات میں سچا ہے
تو کتاب میں فرمایا: مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہادے اور یتیم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کر
کے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے۔

وفی الہندیۃ عن التاتارخانیۃ رجل اشتری لحماً فلما قبضہ فاخبرہ مسلم
ثقة انه قد خالطہ لحم الخنزیر لم یسعه ان یشہد ان یشہد۔

اور فتاویٰ ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے گوشت خریدا جب اس

پر قبضہ کر لیا تو اسے کسی صالح مسلمان نے خبر دی کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہوا ہے تو اس کے لئے کھانے کی گنجائش نہیں۔ اھ

قلت: ومفهوم المخالفة معتبر فى الكتب كما صرح به الاثمة والعلماء وفى رد المحتار عن الذخيرة انه فى الفاسق يجب التحرى وفى الذمى يستحب اهـ۔
میں کہتا ہوں: کتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ ائمہ و علمائے اس کی تصریح کی، رد المحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ فاسق کے سلسلے میں سوچ و بچار ضروری ہے، اور ذمی کے بارے میں مستحب ہے۔ اھ

وفى شرح التنوير عن شرح النقاية والخلاصة والخانية اما الكافر اذا غلب صدقه على كذبه فاراقته احب اهـ۔
اور شرح تنویر میں شرح نقایہ۔ خلاصہ اور خانہ سے منقول ہے کہ کافر کا سچ جب اس کے جھوٹ پر غالب ہو تب بھی اس (پانی) کا بہادیتا زیادہ پسندیدہ ہے۔ اھ۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۴/۳۸۲- تا- ۳۸۳)

(۷) واعلموا ان فيكم رسول الله ط لويطيعكم فى كثير من الامر لعنتم ولكن الله حبيب اليكم الايمان وزينه فى قلوبكم وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان ط اولئك هم الراشدون۔ ☆

اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدویٰ اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔

(۸) فضلا من الله ونعمة ط والله عليم حكيم۔ ☆

اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

(۴) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ دل کی محبت ہے کہ مدار ایمان و کمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگواری جس پر زیادت ثواب کی بنا ہے۔ حدیث میں فرمایا: افضل العبادات احزاب۔ سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا

ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔

(جدید ۱۴/۳۶۶)

(۹) وان طآفقتن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بينهما ۚ فان بغت احديهما على الاخرى فقاتلوا التي تبغى حتى تقىء الى امر الله ۚ فان فآءت فاصلحوا بينهما بالعدل واقسطوا ما ان الله يحب المقسطين۔☆

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کریں تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں پھر اگر پلٹ آئیں تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کردو اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

(۵) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کافہ اہل سنت و جماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں۔

بلکہ مذہب معتمد و محقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو، غرض ضروریات دین کے سوا کسی شی کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اس کا جس کی تصدیق نے اسے دائرۃ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات دین، کما حققہ العلماء المحققون من الائمة المتکلمین۔ جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت ”وقد فصل القول فی ذلك سیدنا لعلامة الوالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی بعض فتاواہ۔ اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعض فتاویٰ میں مفصل گفتگو کی ہے۔

بالجملہ اس قدر پر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں بائین ہمہ تارک صلاۃ کافر و اسلام ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ۔

اقول وباللہ التوفیق: اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی

بعض ماجاء به من عند ربہ جل و علا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور ان کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے یونہی بعض افعال بھی اس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

كالقاء المصحف فى القاذورات والسجود للصنم وقتل النبى والزنا بحضرته وكشف العورة عند الاذان وقراءة القرآن على جهة الاستخفاف وكل ما دل على الاستهزاء بالشرع او الازدراء به۔

جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، بت کے لیے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے روبرو زنا کرنا، اذان سن کر شرمگاہ کو ننگا کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء و اہانت پر دلالت کرے۔

یہ حکم اس اجماع کا منافی نہیں ہو سکتا کہ نفس فعل من حیث ہو بنائے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کو نہ علما علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے والعیاذ باللہ۔

صدر اول میں ترک نماز بمعنی کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے اسی قبیل سے گناجا تا، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يرون شيئا من الاعمال تركه كفر اغير الصلاة۔

اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔

رواہ الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطہما وروی الترمذی عن

عبد الله بن شقيق العضلى مثله۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی اور کہا کہ بخاری و مسلم کی شرط کے

مطابق صحیح ہے۔ اور ترمذی نے عبد اللہ بن شقیق عضلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

ولہذا بہت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تارک الصلاة کو کافر کہتے، سیدنا

امیر المومنین علی مرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

من لم یصل فهو کافر۔ جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ رواہ ابن ابی شیبہ و البخاری فی

التاریخ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

من ترك الصلاة فقد كفر۔ جس نے نماز چھوڑی وہ بیشک کافر ہو گیا۔ رواہ محمد

بن نصر المروزی و ابو عمر بن عبد البر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: من ترك الصلاة فلا دين له

۔ جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔ رواہ المروزی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: من لم يصل فهو كافر۔ بے نمازی

کافر ہے۔ رواہ ابن عبد البر۔

ایضا امام اسحاق فرماتے ہیں:

صح عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان تارك الصلاة كافر وكذلك

كان رأى اهل العلم من لدن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان تارك الصلاة عمدا

امن غير عذر حتى يذهب وقتها كافر۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلاة کو کافر

فرمایا اور زمانہ اقدس سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز ترک کرے یہاں

تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔

اسی طرح امام ابویوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ”ترك الصلاة كفر لا يختلف

فيه“۔ ترک نماز بے خلاف کفر ہے۔

ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمر وعبد الرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی هريرة وغير

هم من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان من ترك صلاة فرض واحد متعمدا حتى

يخرج وقتها فهو كافر مرتد، ولا يعلم لهؤلاء مخالف۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرة المبشرة و حضرت

معاذ بن جبل امام العلماء و حضرت ابو ہریرہ حافظ الصحابة و غیر ہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل

جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ و ابوداؤد طیالسی و ابوبکر بن ابی شیبہ و زہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنہ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ ذکر کل ذلک الامام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار و مرتج رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں عند احمد فی الروایۃ المکفرۃ انه یقتل کفرا، وہی المختارۃ عند جمہور اصحابہ علی ما ذکرہ ابن ہبیرہ۔

امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے۔ جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ علی صاحبہا فضل الصلوۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید۔ کما فصل جملۃ منها خاتم المحققین سیدنا والد قدس سرہ الماجد فی کتاب المستطاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، وفی سرور القلوب فی ذکر المحبوب، وفی جواہر البیان فی اسرار الارکان وغیرہا من تصانیفہ النقیۃ العالیۃ الرفیعۃ الشان اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی غرفات الجنان آمین۔

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح میں، اور سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواہر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر ستھری بلند مرتبہ و عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے بالا خانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے آمین۔

بالجملہ اس قول کو مذہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر

قد مائے اہلسنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا۔ صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سستی و کسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چستی و مستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی، وہ امارت مطلقہ و علامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی، لہذا جمہور ائمہ نے اسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ و آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں، یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ و غیر ہم جماہیر علمائے دین و ائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کہتے، اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے، اس کی رو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ ہے، حلیہ میں فرمایا:

ذهب الجمهور منهم اصحابنا ومالك والشافعي واحمد في رواية الى انه لا يكفر ثم اختلفوا في انه هل يقتل بهذا الترك فقال الاثمه الثلاثة ، نعم، ثم هل يكون حدا او كفرا؟ فالمشهور من مذهب مالك وبه قال الشافعية انه حد وكذا عن احمد في هذه الرواية الموافقة للجمهور في عدم الكفر۔

جمہور جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں قتل کیا جائے گا۔ پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے، تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا، شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے یعنی عدم کفر والی روایت۔

اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال و استخفاف و جود و کفران و فعل مثل فعل کفار و غیر ہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کرے یا اسے

ہلکا اور بے قدر جانے یا اس کا ترک حلال سمجھے تو کافر ہے، یا یہ کہ ترک نماز سخت کفرانِ نعمت و ناشکری ہے۔ کما قال سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام لیبلونی، اشکرام اکفر۔ جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزار بنتا ہوں یا ناشکر۔

یابہ کہ اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ الی غیر ذلك مما عرف فی موضعه ومن الحجة المعروفة ردالمحتمل الی المحکم لا عکسه کما لا یخفی فیجب القول بالاسلام اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے نہ کہ اس کا الٹا جیسا کہ ظاہر ہے اس لئے اسلام کا ہی قول کرنا پڑیگا۔

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمیس صلوات کتبہن اللہ علی العباد۔

پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں،

الی قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لم یأت بہن فلیس لہ عند اللہ

عہد ان شاء عذبه وان شاء ادخلہ الجنة۔

جو انہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے۔ رواہ الامام مالک و ابوداؤد و النسائی و ابن حبان فی صحیحہ، اسے امام مالک، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں روایت کیا۔

یہ حدیث اس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔

دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثة، فدیوان لا یغفر اللہ منہ شیء و دیون لا یعفو اللہ بہ شیء

و دیوان لا یتروک اللہ منہ شیء، فاما الدیوان الذی لا یغفر اللہ منہ شیء فلا شراک باللہ

واما الدیوان الذی لا یعفو اللہ بہ شیء فظلم العبد نفسه فیما بینہ و بین ربہ من صوم

یوم و ترکہ او صلاۃ و ترکہا، فان اللہ تعالیٰ یغفر ذلک ان شاء متجاوزا واما الدیوان

الذی لا یتربک اللہ منہ شیئا فمظالم العباد بینہم القصاص لا محالہ۔

دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا، اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں، اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں، مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا، یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے گا اور درگزر فرمائے گا۔ اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔

رواہ الامام احمد والحاکم عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اسے امام احمد اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

باجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں، وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے، ائمہ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: اسے قتل کیا جائے، ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک وہ فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اسے دائم الخبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے۔ امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ کے نزدیک سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو، اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ - ۱۰۱/۵ - تا - ۱۰۸)

(۱۰) انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم ۛ

واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔ ☆

مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت

ہو۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمان ہونے سے دونوں جہاں کی عزت حاصل ہوتی ہے، مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم و قبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اسی قوم و قبیلہ کی طرف نسبت کئے جاتے، ہندو اُنی قوم میں چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں،

ان میں کھتری یعنی ٹھا کر دوسرے نمبر پر ہیں، ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی، ولہذا انہیں راجپوت کہتے ہیں، تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے، اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ ”اذاتاکم کریم قوم فاکرموہ“ جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اس کی خاطر کرو۔ خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندہ خدا بہدایت الہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آ ملا، ہم میں کا ہو گیا اس کا کس قدر اعزاز و اکرام اللہ سمجھنے کو پسند ہوگا۔ اسلام کی عزت کے برابر اور کیا عزت ہے، اس نے تو اسے اور بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگا دیے، اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے، وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۵/۲۵۶)

(۱۱) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ خَيْرٌ مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۚ بِئْسَ الْأَثْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔** ☆

اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہے۔

﴿۷﴾ **امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں**

ای لا یغتب بعضکم بعضا۔ واللمز وهو الطعن۔ یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو ”اللمز“ کہتے ہیں۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا آپ نے فرمایا: مسلمان کا مال عزت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے کسی انسان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۴/۵۴۹)

عجب اس سے کہ ورع کا قصد کرے اور محرمات قطعہ میں پڑے، یہ صرف تشدد و تعق کا

نتیجہ ہے اور واقعی دین و سنت صراطِ مستقیم ہیں ان میں جس تفریط سے آدمی مداہن ہو جاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں مبتلا پاتا ہے۔ ”لم یجعل لہ عوجاً۔ اس میں اصلاحی نہ رکھی۔ دونوں مذموم، بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آج کل بہت جہال منتسب بنام علم و کمال یہی روش چلتے ہیں، مکروہات کیا مباحات بلکہ مستحبات جنہیں بزمِ خود ممنوع سمجھ لیں ان سے تحذیر و تنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے حتیٰ کہ نوبت تا بہ اطلاق شرک و کفر پہنچانے میں باک نہیں رکھتے، پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے، نہیں نہیں بلکہ اسے طرح طرح سے جمائیں، الٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔ پھر جب مواخذہ کیجئے تو ہوا خواہ فحوائے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں۔ کہ بنظر تخویف و ترہیب تشدد مقصود ہے۔ سبحن اللہ، اچھا تشدد ہے کہ ان سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے، کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر و مشرک بتانا بلکہ براہِ اصرار اسے عقیدہ ٹھہرانا کتنا شدید و عظیم اور دینِ حنیف سہل لطیف صحیح نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعتِ شنیع و دخیم و لاحول و لا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۴/۵۵۰)

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا، وَ قَارِبُوا، وَ أَبْشِرُوا، وَ اسْتَعِينُوا بِالْغُدُوءِ وَ الرُّوحَةِ وَ شَيْءٍ مِنَ الدَّلَاجَةِ -

(فتاویٰ رضویہ ۲/۱۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک دین آسان ہے، اور جو شخص دین میں بے جا سختی برتے گا دین اس پر غالب آ جائیگا۔ لہذا تم میانہ رو رہو، لوگوں سے قریب رہو، بشارت سناؤ، اور آخر شب کے کچھ حصہ میں عبادت اور خیرات کر کے دینی قوت حاصل کرو۔ ۱۲م

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الدِّينُ يُسْرٌ، وَلَنْ يُغَالِبَ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ -

(فتاویٰ رضویہ ۲/۱۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: دین آسان ہے، اور دین پر جس نے بھی غالب آئیگی کوشش کی دین اس پر غالب آگیا۔ ۱۲م

ان کے علاوہ احادیث ہیں جن کا ذکر باعث طول ہے، جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ کافی وافی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۵۵۱/۳)

(۱۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْدَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ☆

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(۸) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الزام اور بدگمانی شرعاً جائز نہیں۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: اياكم و الظن ، فان الظن اكذب الحديث۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھکر جھوٹی بات ہے۔

(فتاویٰ رضویہ حصہ دوم، ۲/۹)

عیب جوئی ہر مسلمان کی حرام ہے نہ کہ علماء کی۔ اور علمائے دین کی اہانت کفر ہے۔ کمافی مجمع الانہر وغیرہ۔

(فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۲۷۱/۱۳)

(۱۳) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّن ذَكَرٍ وَأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقٰكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

علم خبیر۔ ☆

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فضل اگرچہ تقویٰ کیلئے ہے مگر تقویٰ بے علم ناممکن۔ حدیث شریف میں ہے ”المتعبد بغیر فقہ کالحمارنی الطاحون۔“ بے علم کے عابد بننے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت کرے اور اسے کچھ حاصل نہیں ”رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
درمختار میں ہے:

فی فتاوی المصنف لا تقبل شهادة الجاهل علی العالم لفسقه بترك ما یجب تعلمه شرعا فحينئذ لا تقبل شهادة علی مثله ولا علی غیره و للمحاكم تعزيره علی ترك ذلك۔

فتاویٰ مصنف میں ہے، جاہل کی گواہی عالم پر مقبول نہیں۔ کیونکہ جس علم کا طلب کرنا اس پر واجب ہے اسے چھوڑ کر وہ فاسق ہوا تو اس کی شہادت نہ تو اسی جیسے جاہل پر مقبول ہے نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو اسے علم نہ حاصل کرنے پر تعزیر کرنا چاہئے۔
تویہ فضل جانب علم راجع ہوا۔ اور شک نہیں کہ عالم دین سنی صحیح العقیدہ کو ہر جاہل پر مطلقا فضیلت ہے،

قال اللہ تعالیٰ:

قل هل یستوی الذی یعلمون والذین لا یعلمون۔
تم فرما دو کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور بے علم۔
درمختار میں ہے:

للشباب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاهل ولو قر شیا، قال اللہ تعالیٰ:
والذین اوتوا العلم درجات۔

جوان عالم کو شیخ جاہل پر مقدم ہونے کا حق ہے جاہل قریشی ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: علم والوں کو درجوں بلندی حاصل ہے۔

پھر بھی سید کا فضل ذاتی ہے جو فسق بلکہ بد مذہبی سے بھی نہیں جاتا جب تک معاذ اللہ حد کفر تک نہ پہنچے، سید صحیح النسب اس سے محفوظ رہے گا بحمد اللہ تعالیٰ، اور متقی عالم کا فضل عملی و صفی ہے۔ ولہذا عالم معاذ اللہ اگر بد مذہب ہو اس کی تعظیم حرام کہ اس کی عظمت نیابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب تھی اور جب وہ بد مذہب ہو انائب شیطان ہوا۔ اور سید کی تعظیم بسبب جزئیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور جزئیت تابقائے اسلام باقی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۲/۱۱-۲۳)

سورة الذاریات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۴) هل اتيك حديث ضيف ابراهيم المكرمين - ☆

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

(۲۵) اذ دخلوا عليه فقالوا سلماً ط قال سلم ۛ قوم

منكرون - ☆

جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں۔

(۲۶) فراغ الى اهله فجاء بعجل سمين - ☆

پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: هل اتيك الآية۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کی، اور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم فرماتے، مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمایا یا نہیں، اس بارے میں کوئی تصریح حدیث میں اس وقت پیش نظر نہیں

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۸/۳۶۹)

حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حدیث مسلم کتاب زکاة کہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے گوشت گاؤ صدقہ میں آیا وہ حضور کے پاس لایا گیا اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ کہ بریرہ کو آیا، فرمایا: اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔ اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

(حاشیہ قدیم ۸/۳۶۹)

(۵۵) وذكرفان الذكري تنفع المؤمنين - ☆

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بہ نرمی سمجھاؤ۔ ترک نماز و ترک جماعت و ترک مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سناؤ، جن کے دلوں میں ایمان ہے انہیں ضرور نفع پہونچے گا۔ اللہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔ اور جو کسی طرح نہ مانیں اس پر جس کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعہ سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام و کلام میل جول یک لخت ترک کر دیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۱۹۱/۶)

سورة النجم

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۱) ما کذب الفؤاد ما رأى۔☆

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ای علی القول المختار ان المراد بالرؤية بحاسة البصر۔

قول مختار کی بنیاد پر معنی یہ ہے کہ رویت سے مراد حاسہ نگاہ سے دیکھنا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

انسان ایک شئی واحد ہے، اسی شئی کا تکلیفات شرعیہ اور احکام ربانیہ سے ابتلا ہے، وہی

سننے دیکھنے سے متصف ہے اور پورا بدن یہ صفت نہیں رکھتا، نہ ہی اعضائے بدن میں سے کوئی

عضو اس وصف کا ہے، تو روح پورے بدن کے مغایر اور ہر جزو بدن کے مغایر ایک شے ہے

وہی ان تمام صفات سے متصف ہے۔

اسی میں بعد اقامت حج کے لکھتے ہیں:

فتبت بما ذكرنا ان النفس الانسانية شئ واحد وثبت ان ذلك الشئ هو

المبصر والسامع والشام والذائق واللامس والمتخيل والمتفكر والمتذكر و

المشتهى والغاضب وهو الموصوف بجميع الادراكات لكل المدركات وهو

موصوف بجميع الافعال الاختيارية والحركات الارادية۔

یہاں مذکور سے ثابت ہوا کہ روح انسانی ایک شئی واحد ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہی

شئی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھونے، خیال کرنے، سوچنے، یاد کرنے، خواہش کرنے، غصہ

کرنے والی ہے۔ وہی تمام ادراکات سے متصف ہے اور وہی تمام افعال اختیار یہ اور حرکات

ارادیہ سے متصف ہے۔

پھر فرمایا:

لما كانت النفس شيئا واحدا امتنع كون النفس عبارة عن البدن وكذا القوة السامعة و سائر القوى فانا نعلم بالضرورة انه ليس في البدن جزء واحد هو بعينه موصوف بالا بصار والسمع والفكر فثبت ان النفس الانسانية شئ واحد موصوف بجملة هذه الادراكات وثبت بالبداهة ان البدن وشيئا من اجزاء البدن ليس كذلك ولنقرر هذا البرهان بعبارة اخرى فنقول: نعلم بالضرورة انا اذا ابصرنا شيئا عرفناه واذا عرفناه اشتهيته واذا اشتهيته حررنا ابداننا الى القرب منه فوجب القطع بان الذي ابصر هو الذي عرف هو الذي اشتهى هو الذي حرك الى اخر ما اطال واطاب هذا مختصر ملتبس.

جب روح شئی واحد ہے تو محال ہے کہ روح بدن سے یا قوت سامعہ یا دیگر قوی سے عبارت ہو۔ اس لئے کہ ہمیں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ بدن میں کوئی ایک خاص جز ایسا نہیں کہ وہی دیکھنے، سننے اور فکر کرنے سے متصف ہو، تو ثابت ہوا کہ روح انسانی وہ شئی واحد ہے جو ان تمام ادراکات سے متصف ہے، اور بدیہی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ بدن اور اجزائے بدن میں کوئی جز ایسا نہیں۔ اس دلیل کی تقریر ہم دوسرے الفاظ میں یوں کرتے ہیں کہ بدیہی طور پر ہم جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کو پہچان لیتے ہیں اور جب اس کی خواہش کرتے ہیں تو اپنے بدن کو اس سے قریب ہونے کے لئے حرکت دیتے ہیں، تو اس بات کا قطعی طور پر حکم کرنا ضروری ہے کہ جس نے دیکھا، اسی نے پہچانا، اسی نے خواہش کی، اسی نے حرکت دی۔ امام رازی نے اس کی مزید تفصیل اور عمدہ تقریر فرمائی ہے، یہاں اختصار کے ساتھ جگہ جگہ کی عبارتوں کا انتخاب نقل ہوا۔

تفسیر عزیزی میں ہے:

جزو اعظم جان است و شعور و ادراک و تلذذ و تالم خاصہ اوست اھ ملخصا۔
جزو اعظم جان ہے، اور شعور و ادراک اور احساس لذت التالم اس کا خاصہ ہے اھ ملخص
(جدید ۸۳۷/۹-۸۳۹)

(۱۳) ولقد راہ نزلتاً اخری۔ ☆

اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔

☆ (۱۴) عندسدرۃ المنتہی۔

سدرۃ المنتہی کے پاس

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

”عند“ راہ۔ کی ضمیر فاعل سے ظرف ہے۔ اور جن لوگوں نے اس سے مراد رویت جبریل لی ہے وہ ”راہ“ کی ضمیر مفعول سے مانتے ہیں۔ اور بعض اس پوری سورۃ کو جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مانتے ہیں۔ پھر فرمایا: اور اصح و ارجح اور نظم قرآنی سے اوفق وہی جو جمہور صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام کا مذہب ہے کہ یہ تمام ضمیریں رب العزت جل جلالہ کی طرف راجع، ارشاد ہوتا ہے: ”فاوحی الی عبدہ ما ووحی“ ظاہر آیت چاہتی ہے اس بات کو کہ یہ ضمیریں اللہ کی طرف راجع ہوں، ورنہ اختلاط ہو جائے گا کہ ”اووحی“ کی ضمیریں دونوں جگہ جبریل کی طرف راجع ہوگی اور ”عبدہ“ کی ضمیر بیچ میں اللہ کی طرف۔ پھر آگے معبود ان باطل کا مقابل فرمایا جاتا ہے ”افرأیت اللہ والعزى۔ ومنوۃ الثالثة الاخرى۔ الی قوله تعالى ان ہى الاسماء سمیتموھا انتم و آبائو کم، ما انزل اللہ بها من سلطان، ان يتبعون الا الظن“ کیا تم نے دیکھا ہے لات و عز و منات کو، وہ تو نہیں ہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گڑھ لئے، اللہ نے اس پر کوئی دلیل نہ اوتاری، وہم کی پیروی کرتے ہو۔ تو فرمایا جاتا ہے کہ تم اپنے معبودوں کو بغیر دیکھے پوجتے ہو اور یہ اپنے رب کو دیکھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس میں کیا کمال کہ جبریل کو دیکھ لیں، جبریل کا کمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ضماۃ کو جبریل کی طرف پھیرا کرتے۔ ایک مرتبہ خلوت میں لیٹے ہوئے تھے، ایک صاحب نے پوچھا۔ ”هل رأى محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ربه“ کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یہ سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: راہ راہ راہ حتی انقطع نفسه، حضور نے اپنے رب کو دیکھا دیکھا دیکھا فرماتے رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہو گئی۔ اس وقت کے عوام کے ذہن میں یہ مسئلہ نہیں آ سکتا تھا اس لئے عوام میں اس کے معنی وہ فرماتے تھے اور جب خلوت میں پوچھا تو

چونکہ کوئی اندیشہ نہ تھا اس لئے صاف صاف فرما دیا۔ پھر فرمایا: یہ واقعہ ایسا ہے کہ رب العزۃ جل جلالہ کو اس کی تصریح خود نہیں منظور، سورۃ والنجم شریف میں کوئی لفظ تصریح کا نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس حدیث میں اس واقعہ کو بیان فرمایا وہ دونوں معنی کو محتمل، فرماتے ہیں: نور انسی اراہ "انی" کے معنی "کیف" کے بھی ہیں، تو معنی یہ ہو گئے، نور ہے اس کو کیونکر دیکھوں۔ اور "انی" اینما کا مرادف ہے، تو معنی یہ ہیں، نور ہے جہاں دیکھوں اس کو۔
(المفہوم ۳۷/۳۸-۳۸)

(۳۲) الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللہم ربک واسع المغفرة ۞ هو اعلم بکم اذ انشاء کم من الارض واذ انتم اجنۃ فی بطون امهتکم ۞ فلا تزکوا انفسکم ۞ هو اعلم بمن اتقى۔ ☆

وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو آپ اپنی جانوں کو سترانہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

(۳) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیات کریمہ میں مولی سبحانہ و تعالیٰ اپنے بے پایاں علوم کے بے شمار اقسام سے ایک سہل قسم کا بہت اجمالی ذکر فرماتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب کا سارا حال پیٹ رہتے وقت، اور اس سے پہلے، اور پیدا ہوتے اور پیٹ میں رہتے اور جو کچھ اس پر گزرا، اور گزرنے والا ہے، جتنی عمر پائے گا، جو کچھ کام کرے گا، جب تک پیٹ میں رہے گا اس کا اندورونی بیرونی ایک ایک عضو ایک ایک پرزہ جو صورت دیا گیا، جو دیا جائے گا، ہر رنگ کا جو مقدار مساحت وزن پائے گا، بچے کی لاغری فرہبی، غذا حرکت خفیفہ زائدہ انبساط انقباض اور زیادت و قلت خون، طمٹ و حصول فضلات و ہوا اور رطوبات وغیرہا کے باعث آن آن پر پیٹ جو سمٹتے پھیلتے ہیں غرض ذرہ ذرہ سب اسے معلوم ہے، ان میں کہیں نہ تخصیص ذکور و انوث کا ذکر، نہ مطلق علم کی نفی و حصر، تو یہ محل و محل اعتراض پادر ہوا کہ بعض پادریان پادر بند ہوا کی تازہ

گڑبٹ ہے، اس کا اصل منشا معنی آیات میں بے فہمی محض یا حسب عادت دیدہ و دانستہ کلام الہی پر افترا و تہمت ہے، قرآن عظیم نے کس جگہ فرمایا ہے کہ کوئی کبھی کسی مادہ کے حمل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا نہیں معلوم کر سکتا کہ نر ہے یا مادہ، اگر کہیں ایسا فرمایا ہو تو نشان دو اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناٹ کے بعض حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص بعد جہل طویل و عجز مدید بعض آلات بیجان کا فقیر محتاج ہو کر اس فانی و زائل و بے حقیقت نام کے ایک ذرہ علم و قدرت سے کہ وہ بھی اسی بارگاہ علیم و قدیر سے حصہ رسد چند روز سے چند روز کے لئے پائے اور اب بھی اسی کے قبضہ و اقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں۔ اگر صحرا سے ذرہ، سمندر سے قطرہ معلوم کر لیا تو یہ آیات کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا، وہ خود فرماتا ہے: یعلم ما بین ایدیم و ما خلفهم ولا محیطون بشئ من علمہ الا بما شاء۔ اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے اور وہ نہیں پاتے اسکے علم سے کسی چیز کو مگر جتنی وہ چاہے۔

تمام جہان میں روز اول سے ابد الابد تک جس نے جو کچھ جانا یا جانے کا سبب اسی الہما شاء کے استثناء میں داخل ہے جس کے لاکھوں کروڑوں سربفلک کشیدہ پہاڑوں سے نہایت قلیل و ذلیل و بے مقدار ذرہ یہ آ لہ بھی ہے، ایسا ہی اعتراض کرنا ہو تو بے گنتی گزشتہ و آئندہ باتوں کا جو علم ہم کو ہے اسی سے کیوں اعتراض نہ کرے جو صیغہ یعلم فی الارحام میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے بعینہ وہی صیغہ یعلم ما بین ایدیم و ما خلفهم میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ گزرا۔ جب ان بے شمار علوم تاریخی و آسمانی ملنے میں کسی عاقل منصف کے نزدیک اس آیت کا کچھ خلاف نہ ہوا، نہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی پادری صاحب کو ان علوم کے باعث اس آیت کریمہ پر لب کشائی کا جنون اچھلا، تو اب ایک ذرا سی آلی نکال کر اس آیت کا کیا بگاڑ متصور ہو سکتا ہے، ہاں عقل نہ ہو تو بندہ مجبور ہے، یا انصاف نہ ملے تو آنکھیاں بھی کور ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثم اقول وباللہ التوفیق: مفصلاً حق واضح کو واضح تر کروں۔ اصل یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے۔

اول علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو۔

دوم علم کا غنا کہ کسی آلہ و جارحہ و تدبیر و فکر و نظر التفات و انفعال کا اصلاح محتاج نہ ہو۔
سوم علم کا سرمدی ہونا کہ از لا ابد اہو۔

چہارم علم کا وجوب کہ کبھی کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم علم کا ثبات و استمرار کہ کبھی کسی وجہ اس میں تغیر تبدیل فرق تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم علم کا اقصی غایات کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ

مفارقہ ذاتیہ اضافیہ ماضیہ آتیہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے،

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل و علا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً منق

یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں، جو کسی

غیر الہی کے لئے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ، ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً

اجماعاً کافر مشرک ہے، ان تمام وجہ کی طرف آیات کریمہ میں باطلاق کلمہ یعلم اشارہ فرمایا

کہ یہاں علم کو مطلق رکھا اور مطلق فرد کامل کی طرف منصرف، اور علم کامل بلکہ علم حقیقی حق الحقیقہ

وہی ہے جو ان وجہ ستہ کا جامع ہو، اسی لحاظ پر ہے وہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا: ”یوم یجمع

اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتہم قالو الا علم لنا“ جس دن اللہ عز و جل رسولوں کو جمع کر کے

فرمائے گا: تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔ کفار کے پاس ان محبوبان خدا

صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم کا تشریف لانا ہدایت فرمانا ان ملاعنہ کا تکذیب و انکار و اصرار و

استکبار و بیہودہ گفتار سے پیش آنا کسے نہیں معلوم، مگر حضرات انبیاء عرض کریں گے ”لا علم لنا“

ہمیں اصلاً علم نہیں، لافنی جنس کا ہے سلب مطلق فرمائیں گے، یعنی وہی علم کامل کہ بحقیقت حقیقہ علم

اسی کا نام ہے اصلاً اس کا کوئی فرد ہمیں حاصل نہیں، حق حقیقت تو یہ ہے، جب اس سے تجاوز

کر کے حقیقت عرفیہ یعنی مطلق دانستن کی طرف چلے، خواہ بالذات ہو یا بالغیر، غنی ہو یا محتاج،

سرمدی ہو یا حادث، ابدی ہو یا فانی، واجب ہو یا ممکن، ثابت ہو یا متغیر، تام ہو یا ناقص، بالکنہ ہو

یا بالوجہ، بایں معنی مطلق علم کہ ایک آدھ چیز کے جاننے سے بھی صادق زہار مختص بحضرت عزت

عزت عظمیٰ نہیں، نہ معاذ اللہ قرآن نے ہرگز کہیں اس کا دعویٰ کیا، بلکہ جس طرح معنی اول کا غیر

کے لئے اثبات کفر ہے اس معنی کی غیر سے نفی مطلق بھی کفر ہے، کہ یہ خود صمد ہا نصوص قرآن عظیم

بلکہ تمام قرآن عظیم بلکہ تمام ملل و شرائع و عقل و نقل و حس سب کی تکذیب ہوگی، قرآن عظیم نے

اپنے محبوبوں کے لئے بے شمار علوم عظیمیہ ثابت فرمائے اور ان کے عطا سے منت رکھی۔
(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۴۲- تا ۴۴)

سورة القمر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

☆ (۱) اقتربت الساعة وانشق القمر۔☆

پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔

☆ (۲) وان يروا آية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر۔☆

اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

☆ (۳) وكذبوا واتبعوا أهواءهم وكل امر مستقر۔☆

اور نہوں جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فلسفہ میں تو غل کی وجہ سے قاضی بیضاوی نے (وانشق القمر میں) ایک اور تاویل

نکالی۔ انہوں نے لکھا ”ای سینشق“ یعنی قیامت کے دن شق ہو جائے گا۔ چونکہ یقینی الوقوع

ہے اس لئے بصیغہ ماضی فرمایا گیا۔ لیکن اس تاویل کو خود آگے کی آیت رد فرماتی ہے۔ ”وان يرو

الاياته يعرضوا ويقولوا سحر مستمر“ اور اگر وہ دیکھیں معجزہ کو تو اعتراض کریں گے اور کہیں

گے یہ بڑا زبردست جادو ہے۔ قیامت کے دن کوئی اعتراض کرنے والا نہ ہوگا، اس دن کیونکر

کوئی کہہ سکتا ہے کہ جادو ہے۔ شاہ ولی اللہ نے تفسیمات الہیہ میں لکھا کہ شق ہو جائے گا اور یہ

محض غلط ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثیں اس کو مردود کر رہی ہیں۔ حدیث میں مصرح

ہے کہ حضور نے انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا اور وہ شق ہوا، اور ارشاد فرمایا: اللہم اشہد،

اے اللہ گواہ ہو جا۔ اس کی احادیث مشہور ہیں اور ان سے اجماع مسلمین لاحق ہو گیا۔

(المملو ظ ۲/۳-۳)

☆ (۱۷) ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر۔☆

اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جا بجا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حفظ قرآن کی ترغیب و تحریص فرمائی۔ حفظ قرآن فرض کفایہ ہے اور سنت صحابہ و تابعین و علمائے دین متین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور من جملہ افاضل مستحبات عمدہ قربات منافع و فضائل اس کے حصر و شمار سے باہر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من قرء القرآن فاستظہرہ فاحل حلالہ و حرم حرامہ ادخلہ اللہ بہ الجنة و شفعه فی عشرة من اهل بیتہ کلہم قد و جبت لہ النار امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن کریم حفظ کیا اور اسکے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا اور اسے اس کے گھر والوں سے ایسے دس کا شفیع بنائے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔

اراءة الادب ۴۰

عن ام المؤمنین عائشة الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الماهر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة، والذی یقرء القرآن و یتتعتع فیہ و هو علیہ شاق لہ اجران۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قرآن مجید میں مہارت رکھتا ہو وہ نیکوں اور بزرگوں اور وحی و کتابت، یا لوح محفوظ لکھنے والوں یعنی انبیائے کرام و مالا نیکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔ اور جو قرآن کو بزور پڑھتا ہے اور وہ اس پر شاق ہے اس کے لئے دواجر ہیں۔

فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۱۰۵/۹

سورة الرحمن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۵) الشمس والقمر بحسبان۔ ☆

سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شریعت مطہرہ محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وعدت و قات و طلاق و مدت حمل و ایلا و تاویل عنین و متہائے حیض و نفاس و غیر ذلک امور کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے، یعنی طلوع صبح و شمس و غروب شمس و شفق و نصف النہار و مثلین و روز و ماہ و سال ان سب کے ادراک کا مدار رویت و مشاہدہ پر ہے، ان میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانون عقلی سے مدرک ہو جاتا، ہاں رویت و مشاہدہ ان سب کے ادراک کا سبب کافی ہے، اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائق شان تھا کہ تمام جہان کے لئے اتری اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق محاسبات ہیئت و زج کی تکلیف انہیں نہیں دیجاسکتی ”انما امة امیة لا نکب ولا نحسب“ فرما کر اپنے تمام غلاموں کے لئے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لئے حکیم رحیم عزوجل جلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں، چاند اور سورج جن کے اختلاف احوال پر نظر کر کے خواص و عوام سب اوقات مطلوب شرعیہ کا ادراک کر سکیں۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۴/۶۴۳)

پھر ان میں بعض تو وہ ہیں جن کا مدار صرف رویت ہی پر ہوا وہ ہلال ہے کہ ”ان اللہ امده لرؤیتہ“ اس کے ظہور و خفا کے وہ اسباب کثیرہ نامضب ہیں جن کے لئے آج تک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہو سکا، ولہذا بطلمیوس نے مجہطی میں بآنکہ متخیرہ خمسہ و کواکب ثوابت کے ظہور و خفا کے لئے باب وضع کئے مگر رویت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی، وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں، اس کا میں کوئی ضابطہ کلیہ نہیں دے سکتا، بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بنا پر اگرچہ بلحاظ درجہ

ارتفاع یا بعد سواء یا بعد معدل وقوس تعدیل الغروب وغیر ذلک کچھ باتیں بیان کیں مگر وہ خود ان میں شدت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنی قرارداد پر جازم بھی نہیں جیسا کہ واقف فن پر ظاہر ہے، اسی لئے اہل ہیئت جدیدہ بآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق و تعمق کرتے ہیں اور سالانہ المنک میں ہر روز کے لئے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل و مطالع قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع و استقبال و تریع ایمن و ایسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر تاریخ پر متحیرات و ثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے، وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں ولہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اس بارے میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی۔ درمختار میں وہبانیہ سے ہے: وقول اولی التوقیت لیس بموجب۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۶۴۴/۴)

اور باقی وہ ہیں کہ اگرچہ ان کا اصل مدار رویت پر تھا مگر رویت ہی کے تکرر سے تجربہ نے ان کے بارے میں ضوابط کلیہ دیے جن کا ادراک بے رویت نہ ہو سکتا تھا مگر بعد ادراک وہ قاعدہ مقرر ہو کر وقت کو قوانین علم ہیئت و زج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا جس کے سبب ہم پیش از وقت حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹہ منٹ سکند پر واقع ہوگا، واقف فن کا وہ حکم لگایا ہوا کبھی خطانہ کرے گا۔ کہ آخر مدار کارشمس و قمر کی چال پر ہے اور ان کی چال عزیز و علیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے۔ ”قال تعالیٰ: الشمس والقمر بحسبان۔ وقال تعالیٰ: ذلك تقدير العزيز العليم“ تو حساب تو قطعی تھا ہی جتنی بات کی طرف اسے راہ نہ تھی وہ مکرر رویت نے براہ تجربہ بتادی اور اب تجربہ و حساب دو قطعوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آگیا، مثلاً طلوع و غروب اگر نجومی مراد ہوتے یعنی مرکز شمس کا افق حقیقی پر طرین شرق و غرب میں انطباق کہ ان کے جاننے کے لئے رویت کی کچھ حاجت نہ تھی، شہر کا عرض اور جزر شمس کا میل معلوم ہونا ہی ان کا وقت بتانے کے لئے کافی و وافی ہوتا جس کے ذریعہ سے ہم ہر عرض کے لئے جداول تعدیل التہار تیار کر لیتے ہیں، مگر شرع مطہر میں اس طلوع و غروب کا کچھ اعتبار نہیں، طلوع و غروب عرفی درکار ہے یعنی جانب شرق آفتاب کی کرن چمکنا، یا جانب غرب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہو جانا، اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم در میان ہوتا تو وقت نہ تھی۔ مرکز عالم سے آفتاب کا ہر جزو مرکز شمسی پر بعد دریافت کر کے ہر

روز کے نصف قطر کی مقدار دریافت کر سکتے تھے جس کی جدول المنک میں دی ہوئی ہوتی ہے مگر بالائے زمین ۲۵۔ میل سے ۵۲۔ میل تک علی الاطلاق بخارات و ہوا غلیظ کا محیط ہونا اور شعاع بصر کا پہلے اس ملاء غلیظ پھر اس کے بعد ملاء صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا حکیم عزوجل کے حکم سے اشعہ بصریہ کے لئے موجب انکسار ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب شرق افق حقیقی پر آئے ہمیں نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب بآنکہ افق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے، یہ انکساری ہی وہ چیز ہے جس نے صد ہا سال موقتیں کو پیچ و تاب میں رکھا اور طلوع و غروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا اور یہی وہ بھاری پیچ ہے جس سے آجکل عام جنتری والوں کے طلوع و غروب غلط ہوتے ہیں۔ اس انکسار کی مقدار مدت دریافت کرنے کو عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا جس سے وہ محتاج رویت نہ رہتی، ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس کی مقدار اوسطاً ۳۳۔ دقیقہ فلکیہ ہے، اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آ گیا کہ ان ۳۳۔ دقیقوں سے اختلاف منظر کے ۹۔ ثانیہ منہا کر کے باقی پر اس کا نصف قطر شمس زائد کریں، یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی یعنی طلوع یا غروب کے وقت آفتاب افق حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا، جب قدر انحطاط معلوم ہو لی تو دائرہ ارتفاع کے اجزاء سے وقت و طالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علم ہیئت و زج میں دیے ہوئے ہیں راہ پائی اور ہمیں حکم لگانا آسان ہو گیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن اتنے گھنٹے منٹ سکند پر آفتاب طلوع کریگا اور اتنے پر غروب، معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا کثافت اگرچہ انکسار میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے جس کا ادراک تھرمائیٹر اور بیرومیٹر سے ممکن اور وہ قبل از وقوع نہیں ہو سکتا مگر یہ تفاوت معتد بہ نہیں جس سے عام احکام مطلوبہ شرعیہ میں کوئی فرق پڑے، یونہی مثلیں و سایہ کا ادراک بھی حساب سے بہت آسان تھا کہ عرض بلد و میل شمس سے اس کا غایۃ الارتفاع پھر جدول سے اتنے ارتفاع کا ظل اصلی معلوم کر کے اس پر ایک یا دو مثل بڑھا کر اتنے ظل کے لئے ارتفاع اور اس ارتفاع کے لئے وقت معلوم کر لیتے مگر یہاں بھی اسی انکسار کا قدم درمیان ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمت الرا اس پر نہ ہوا انکسار کے پنچے سے نہیں چھوٹ سکتا، مگر رویت نے انکسار افقی کلی بتایا اور تناسب سے انکسارات جزئیہ مدرک ہوئے جن کی جدول فقیر نے اپنی تحریرات ہندسہ میں دی ہے اس کے ملاحظہ سے پھر انہیں قوانین نے راہ پائی اور ہر روز کے لئے

وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا، طلوع وغروب شفق کو تو انکسار سے بھی علاقہ نہ تھا کہ اس وقت آفتاب پیش نگاہ ہوتا ہی نہیں کہ بصر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے، وہاں سرے سے عقل کو اس ادراک کی راہ نہ تھی کہ آفتاب افق سے کتنا نیچا ہوگا کہ صبح طلوع کرے گی یا کتنا نیچا جائے کہ شفق ڈوب جائے گی، تو پھر رویت ہی کی احتیاج پڑی اور صدہا سال کے تکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریباً اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے۔ یہ وہ علم ہے جو اکثر ہیئت دانوں پر مخفی رہا، رجما بالغیب باتیں اڑایا کئے، صبح کاذب کے وقت انحطاط شمس میں مختلف ہوئے، کسی نے سترہ درجہ کہا، کسی نے اٹھارہ، کسی نے انیس بتائے اور مشہور ۱۸۔ ہے، اور اسی پر شرح چھمینی نے مثنیٰ کی۔ اور صبح صادق کے لئے بعض نے پندرہ درجہ بتائے ہیں، اسے علامہ برجنیدی نے حاشیہ چھمینی میں بلفظ قد قیل نقل کیا اور مقرر رکھا، اور اسی نے علامہ خلیل کا ملی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ بتایا جسے ردالمحتار میں نقل کیا اور معتمد رکھا، حالانکہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں، شرع مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں، اس نے تو صبح کی صورتیں تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیل، اور ہم اوپر کہہ آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی برہان عقلی کو راہ نہیں، صرف مدار رویت پر ہے، اور رویت شاہد عدل ہے کہ صبح کاذب کے وقت سترہ یا اٹھارہ یا انیس درجے اور صادق کے وقت ۱۵ درجے انحطاط ہونا اور صادق و کاذب میں صرف تین درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے، بلکہ ۱۸۔ درجہ انحطاط پر صبح صادق ہو جاتی ہے اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب۔ فقیر نے پچشم خود مشاہدہ کیا کہ محاسبات علم ہیئت سے آفتاب ہنوز ۳۳۔ درجے افق سے نیچا تھا اور صبح کاذب خوب روشن تھی، صبح صادق کے ساہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتداء کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب ۱۸، ہی درجہ زیر افق پایا ہے اور صبح کاذب کے لئے جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا، ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ اس میں اور صبح صادق میں ۱۵۔ درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے نہ کہ ۳ درجے۔ لاجرم برہان شرح مواہب الرحمن پھر شربلا لہ علی الدرر پھر ابوالسعود علی الکفر وغیرہا میں ہے: البیاض لایذہب الا قریباً من ثلث اللیل“ یہ وہی سپیدی مستطیل ہے جسے وہ اپنے ملک میں ہمیشہ تہائی رات کے قریب تک رہتی فرماتے ہیں کما دال

علیہ الحصر اور ظاہر ہے کہ ان بلاد میں رات ۱۴۔ گھنٹے اور اس سے بھی کچھ زائد تک پہنچتی ہے جس کی تہائی تقریباً پونے پانچ گھنٹے، اور بحکم مقابلہ قطعاً معلوم ہے کہ ادھر جتنے حصہ شب تک یہ سپیدی رہے گی ادھر اتنا ہی حصہ شب کا باقی رہے طلوع کر آئے گی، تو اس بیان پر لیالی شتا میں صبح کاذب کی مقدار وہاں پونے پانچ گھنٹے ہوئی، اور معلوم ہے کہ وہاں صبح صادق کی مقدار پونے دو گھنٹے سے زائد نہیں، تو صبح صادق و کاذب میں تین گھنٹے تک کا فاصلہ ثابت ہوا نہ کہ صرف تین ہی درجے، مگر امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا: ”روی عن الخلیل انه قال رایت البیاض بمکہ شرفھا اللہ تعالیٰ لیلۃ فما ذهب الابد نصف اللیل“ ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ میں وہ سپیدی کہ آدھی رات تک رہی اگر ہو سکتی ہے تو یہی سرطان کی بیاض دراز اور مکہ معظمہ میں اس کی صبح شفق مستطیل ڈیڑھ گھنٹہ بھی نہیں، تو خلیل بن احمد عروسی کی روایت و روایت اگر صحیح ہے تو اس دن دونوں صبح میں تقریباً پانچ گھنٹے کا فاصلہ ہوگا، یہ بہت بعید ضرور ہے مگر اس قدر میں شک نہیں کہ تین درجہ کا قول فاسد و مجور ہے، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ برہان کے اس بیان یا خلیل کی اس روایت کو دربارہ وقت مغرب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذریعہ تضعیف جاننا ”کما وقع عن الطرابلسی فی البرہان فعدل عن اتباع المحقق ابن الہمام مع شدۃ تاسیسہ بہ، محض خطا ہے۔ امام کے نزدیک وقت مغرب شفق ابیض مستطیل تک ہے جو فجر صادق کی نظیر ہے، وہ کبھی ان بلاد میں تہائی کیا چوتھائی رات تک بھی نہیں رہتی اور یہ جو اس قدر دیر پا ہے بیاض دراز نظیر صبح کاذب ہے کہ اسی کی طرح احکام شرعیہ سے یکسر ساقط ”والی بعض هذا و نحو منه او ما التبیین۔

ثم اقول: صبح صادق کے لئے۔ ۱۵۔ درجے انحطاط ہونے کا بطلان اور ۱۸ درجے انحطاط کی صحت اس واقعہ مشہورہ سے بھی ثابت ہے جو فتح القدیر و بحر الرائق و در مختار و عامہ کتب معتبرہ میں مذکور کہ بلغار سے ہمارے مشائخ کرام کے حضور استفتا آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقت عشا نہیں ملتا، آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کر آتی، امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشا کی قضا پڑھیں، اور امام بقالی و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما نے فرمایا ان پر سے عشا ساقط ہے۔ بالجملہ ان راتوں میں وہاں وقت عشا نہ پانا متفق علیہ ہے، اب اگر انحطاط صبح صادق۔ ۱۵۔ درجے ہوتا تو سال کی

سب سے چھوٹی رات یعنی شب تحویل سرطان میں بھی ان کو وقت عشا ملتا، ایک رات بھی فوت نہ ہوتا نہ کہ راتوں۔ اس پر دلیل سنئے، بلغار کا عرض شمالی ساڑھے اونچا اس درجے ہے کما فی الزیج السمرقندی ثم الزیج الالغ بیگی ”اور میل کلی یعنی راس السرطان کا میل اس زمانے میں ساڑھے تینچیس درجے سے کچھ زائد تھا کہ اس کی مقدار زمانہ رصد سمرقند میں جسے تقریباً پانسو برس ہوئے لَح ل تھی یعنی ساڑھے ۲۳۔ درجے سے ۷ اثنانیہ زیادہ، تو زمانہ امام شمس الائمہ حلوانی میں جسے پونے نو سو برس گزرے اور بھی زائد ہوگا، اور طوسی کا رصد مراغہ لیجے تو وہ اپنی ہی زمانہ میں اَح لہ گارہا ہے، یعنی ۲۳۔ درجے۔ ۳۵۔ دقیقے، خیر اس کی نہ سنئے اس پر تجربہ ہوا ہے کہ اعمال میں کچا ہے، تو بلحاظ تناسب کہ اب لَح الر یعنی ۲۳۔ ۲۷۔ معہ کسر خفیف ہے اس وقت کا میل اَح لَح بالرفع رکھئے یعنی ۲۳۔ ۳۳۔ تو وہاں راس السرطان کی غایت انحطاط یعنی وقت بلوغ دائرہ نصف اللیل ۱۶۔ درجے۔ ۵۷۔ دقیقے تھی یا تقریباً ۱۷۔ درجے کہئے اور انحطاط صبح ۱۵۔ درجے ہے تو قطعاً یہی انحطاط شفق ابیض ہے کہ جانبین سے تعادل و تناظر ہے، اس تقدیر پر بعد غروب شمس جب تک افق سے آفتاب کا انحطاط بڑھتے بڑھتے ۱۵ درجے تک پہنچا امام اعظم کے مذہب میں وقت مغرب تھا پھر اس کے بعد جب کہ انحطاط اس سے ترقی کر کے آدھی رات کو سترہ درجے تک پہنچا، پھر آدھی رات ڈھلے اس سے کم ہوتا ہوا پھر ۱۵۔ درجے رہا اس وقت صبح ہوئی، اس بیچ میں کہ تقریباً چار درجے انحطاط بدلا یقیناً اجماعاً وقت عشا تھا تو فوت عشا کیا معنی۔

اس تمام بیان سے تین باتیں واضح ہوئیں جن سے جواب سوال روشن و مبین۔

(۱) اصل مدار رویت ہے، شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اسباب میں کوئی ضابطہ و حساب ارشاد نہ فرمایا نہ عقل صرف مقدار انحطاط صبح بتا سکتی تھی۔

(۲) ہاں رویت نے وہ تجارب صحیحہ دیئے جن سے قاعدہ کلیہ ہاتھ آیا اور بے دیکھے وقت بتانا ممکن و میسر ہوا۔

(۳) از انجا کہ یہاں جو قاعدہ ہوگا رویت ہی سے مستفاد ہوگا کہ شرع و عقل دونوں ساکت ہیں، تو لا جرم جو قاعدہ رویت یا اس کے دیئے ہوئے قوانین کی مخالفت کرے خود باطل ہونا لازم کہ فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع بہ اقرار خود کاذب ہے کہ اس کا صدق اس پر

مبہتہ تھا، جب مبنی باطل یہ خود باطل۔ یہ قاعدہ کہ صبح رات کاساتواں حصہ ہوتی ہے انہیں قواعد باطلہ فاسدہ سے ہے کہ رویت وقوانین عطیہ رویت بالاتفاق اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۶۴۴/۴ تا ۶۴۸)

سورة الحديد

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳) هو الاول والاخر والظاهر والباطن ۚ وهو بكل شيء

عليم۔ ☆

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کو پڑھنے سے فوراً وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۷/۷۷۰)

(۱۰) وَمَالِكُمْ إِلَّا تَتَّقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلَ ۚ

أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا ۚ

وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰى ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔ ☆

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا

وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں

ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ

فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل نے صحابہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو قسم فرمایا۔ ایک مومنین قبل

فتح مکہ، دوسرے مومنین بعد فتح مکہ۔

فریق اول کو فریق دوم پر فضیلت بخشی اور دونوں فریق کو فرمایا کہ اللہ نے ان سے بھلائی

کا وعدہ کیا، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومنین قبل فتح میں ہیں۔

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے:

عمر و بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بالتصغیر بن سہم بن عمر
وابن ہصيص بن كعب بن لوی القرشی امیر مصر مکنی اباعبداللہ و ابا محمد
اسلم قبل الفتح فی صفر ۸ ھج ثمان و قیل بین الحدیۃ و خیبر۔

اور بعد فتح تورہ خدا میں جو ان کے جہاد ہیں آسمان و زمین ان کے آواز سے گونج رہے
ہیں اور اللہ عز و جل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور مریض القلب معترضین جو ان
پر طعن کریں کہ فلاں نے یہ کام کیا، فلاں نے یہ کام کیا، اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا مونہہ تہہ
آیت سے بند فرمایا کہ ”واللہ بما تعملون خبیر۔“

مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو مگر میں تو تم سب سے بھلائی کا وعدہ
فرما چکا، اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے کہ اللہ عز و جل نے جس سے بھلائی کا وعدہ
فرمایا اس کے لئے کیا فرماتا ہے:

”ان الذین سبقت لہم منا الحسنیٰ اولئک عنہا مبعدون۔ لا یسمعون
حسیسہا و ہم فی ما اشتہت انفسہم یخلدون۔ لا یحزنہم الفزع الا کبر و تعلقہم
الملائکۃ ہذا یومکم الذی کنتم توعدون“

بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، اسکی
بھنک تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانتی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے، قیامت کی سب سے بڑی
گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کریگی اور ملائکہ ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ
دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

ان ارشادات الہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے، بقرض غلط
بقرض باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اس سے ہزار حصے زائد سہی، اس سے یہ کہئے
”انتم اعلم ام اللہ“ کیا تم زیادہ جانتو یا اللہ؟ اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی؟ با-نبہہ وہ ان سے
فرما چکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا، تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں، تو اب
اعتراض نہ کریگا مگر وہ جسے اللہ عز و جل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جلیل القدر قریشی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدا مجد کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کی اولاد سے اور ان کی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہوگا تو کسی رافضی نے، پھر وہ صدیق و فاروق کو کب چھوڑتے ہیں، عمرو بن عاص کی ان کے نزدیک کیا گنتی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

”و سيعلم الذين ظلموا ای منقلب ينقلبون و الله تعالى اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۴۰-۴۱)

(۲۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كَفْلًا مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ☆

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا۔ اور تمہارے لئے نور کر دے گا جس میں چلو اور تمہیں بخشد یگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۳) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
معالم شریف میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ، الْخَطَابُ لَا هَلْ الْكِتَابُ بَيْنَ هُمُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى يَقُولُ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِمُوسَى وَعِيسَى اتَّقُوا اللَّهَ فِي مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یہ یہود و نصاریٰ اہل کتاب کو خطاب ہے۔ فرما یا: اے وہ لوگو! جو موسیٰ و عیسیٰ پر ایمان لائے تمہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ڈرنا چاہئے۔

زید نے جو کچھ مدح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کہا سب حق ہے اور سچی محبت صحابہ سے ناشی ہے اور وہ لفظ احسان کہ اس کی زبان سے نکلا اس کی توجیہ نہایت صاف و آسان ہے، قرآن مصحف کریم کو بھی کہتے ہیں، اس قرآن مجید کا ہدیہ کیا ہے، فلاں نے قرآن کو ہبیہ کیا، یا فلاں مسجد پر وقف کیا، یا قرآن کریم کی جلد بند ہواؤ، یا چولی چڑھا دو، یا غلاف سی دو، ان تمام محاورات میں قرآن سے مصحف ہی مراد ہے، اور بلاشبہ ضرور حادث و جنس مخلوق ہے، اور اجلہ صحابہ کا

اس سے افضل ہونا ممکن نہ ہو، یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ جب جنگ صفین میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے حضور قرآن عظیم بلند کیا گیا تو فرمایا:

هَذَا مَصْحَفٌ صَامِتٌ وَ اَنَا مَصْحَفٌ نَاطِقٌ - (۲)

یہ خاموش قرآن ہے اور میں قرآن ناطق ہوں۔

اگر قرآن سے زید کی یہی مراد تھی تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اس کا وہ بیان کہ میں قرآن کو ایسا جانتا ہوں، استدراک و دفع وہم ہوگا، یعنی قرآن حقیقی کی نسبت تو میرا یہ اعتقاد ہے جو حرف بحرف ہے، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکرم الاکرمین کہنے کی اجازت نہیں۔ یہ نام پاک عرف میں رب العزت کے لئے ہے،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکرم الاولین والآخرین ہیں، غرض زید کی نسبت حکم فتویٰ تو یہ تھا کہ اس کا کلام معنی صحیح رکھتا ہے اور وہ کسی سخت الزام کا مورد نہیں۔

لیکن وہ اپنی نیت کو خوب جانتا ہے اور اس کا رب اس سے اعلم، اگر یہ کلمہ اس نے قرآن حقیقی قدیم ہی کی نسبت کہا ہو تو اس صورت میں ضرور حکم سخت ہوا، اس تقدیر پر تجدید اسلام لازم ہوگی پھر اس کے بعد تجدید نکاح و بیعت و حج کے احکام، قرآن عظیم غنی عن العلمین ہے وہ اس سے پاک و منزہ ہے کہ تمام عالم میں کسی کا اس پر کچھ احسان ہو، اگر سارا جہان کفر کرتا اس کی عظمت میں ذرہ بھر فرق نہ آتا اور اگر سارا جہاں ایمان لے آئے اس کی عظمت میں ذرہ بھر اضافہ نہ ہو کہ اس کی عظمت نامحدود ہے اور نامحدود پر اضافہ محال، بالجملہ یہ معاملہ زید اور اس کے رب میں ہے شرعاً اس پر کوئی الزام نہیں کہ صاف تاویل موجود ہے ہاں حفظ زبان کی احتیاط لازم ڈرنا چاہئے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۲۶۹-۲۷۰)

(۲۹) لئلا يعلم اهل الكتب الا تقدرון على شيء من فضل

الله وان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء ط والله ذو الفضل العظيم ☆

یہ اس لئے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ سے مسلمان کو دو ہدایتیں ہونیں۔ ایک یہ کہ مقبولان بارگاہِ احدیت میں اپنی طرف سے ایک کو افضل دوسرے کو مفضل نہ بتائے کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ ہے جیسے چاہے عطا فرمائے۔

دوسرے: یہ کہ جب دلیل مقبول سے ایک کی افضلیت ثابت ہو تو اس میں اپنے نفس کی خواہش اپنے ذاتی علاقہ یا نسبت شاگردی یا مریدی وغیرہا کو اصلاً دخل نہ دے کہ فضل ہمارے ہاتھ نہیں کہ اپنے آباؤ اساتذہ و مشائخ کو اوروں سے افضل کر ہی لیں جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگرچہ ہمارا ذاتی علاقہ اس سے کچھ نہ ہو اور جسے مفضل کیا وہی مفضل ہے اگرچہ ہمارے سب علاقے اس سے ہوں۔ یہ اسلامی شان ہے مسلمانوں کو اسی پر عمل چاہئے۔ اکابر خود رضائے الہی میں فتاتھے جسے اللہ عزوجل نے ان سے افضل کیا۔ کیا وہ اس پر خوش ہوں گے کہ ہمارے متوسل ہمیں اس سے افضل بتائیں۔

حاشا! وہ سب سے پہلے اس پر ناراض اور سخت غضبناک ہونگے تو اس سے کیا فائدہ کہ اللہ عزوجل کی عطا کا بھی خلاف کیا جائے اور اپنے اکابر کو بھی ناراض کیا جائے۔
(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۲۲۹)

سورة المجادلة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ امْهَاتُهُمْ ط ان امهاتهم الا الثئی ولد نهم ط وانهم ليقولون منكرا من القول وزورا ط وان الله لعفو غفور۔ ☆

وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

(۳) وَالَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ نِسَاءِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا ط ذَلِكَ تَوْعَظُونَ بِهِ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِير۔ ☆

اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

(۴) فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا ط ذَلِكَ لَتَوْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ط وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ط وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابُ الْيَم۔ ☆

پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ان آیات میں ظہار اور اس کے کفارے کی صورتوں کا بیان ہے)

زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے۔ مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ ہاں اگر یوں کہا کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگی اور عورت نکاح سے نکل گئی۔ اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہو گیا اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اس کی طاقت نہ ہو تو لگا تار دو مہینہ کے روزے رکھے اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے۔ کما امر بہ المولیٰ سبخنہ و تعالیٰ فی القرآن العظیم۔ اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ کچھ لازم نہ آئے گا۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۵/۸۲۹)

(۱۱) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانْشُزُوا يَرَفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ۖ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔** ☆

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو واللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو واللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

(۲) **امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں**
اس آیت (میں) **وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ** سے واضح کہ عجمی عالم سیدانیوں کا کفو ہو سکتا ہے۔

لہذا وجیز امام کروری میں ہے:

العجمی العالم کفو للعربی الجاہل لان شرف العلم اقوی و ارفع۔
وکذا العالم الفقیر للغنی الجاہل۔ و کذا العالم الذی لیس بقرشی کفو للجاہل

القرشی و العلوی ملخصاً و مترجماً۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۵/۲۵۲)

(۱۹) استحوذ علیہم الشیطان فانسہم ذکر اللہ ط اولئک

حزب الشیطان ط الا ان حزب الشیطان هم الخسرون۔ ☆

ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے

بے شک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غیر مقلدین کی بنائے مذہب محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں

تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کر دی کہ ”

اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے انتھی۔“

اور چوڑھے چمار اور ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہیں۔ خود حضور سیدالحمو بین صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ (وہ بھی مکر مٹی میں مل گئے) سب سے زیادہ اللہ

تعالیٰ کی ناراضگی ہر اس شخص پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

عداوت رکھے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۶۸۶)

(۲۲) لاتجد قومًا یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوآدون من

حآد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباء ہم او ابناء ہم او اخوانہم

او عشیرتہم ط اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح

منہ ط ویدخلہم جنۃ تجری من تحتہا الانہر خلدین فیہا ط

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ط اولئک حزب اللہ ط الا ان حزب

اللہ هم المفلحون۔ ☆

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے

جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے

والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان

کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ

ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہابی صاحبو! مسلمان بننا چاہتے ہو تو حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت سویدائے دل کے اندر جماؤ جو ان کی جناب عالم مآب میں گستاخی کرے اگر تمہارا باپ بھی ہوا لگ ہو جاؤ، جگر کا ٹکڑا ہو دشمن بناؤ۔ بہر از زبان و صد ہزار دل اس سے تبری کرو توحاشی کرو اس کے سایہ سے نفرت کرو اس کے نام محبت پر لعنت کرو، ورنہ اگر تمہیں اللہ و رسول سے زیادہ عزیز ہے تو اسلام کا نام لئے جاؤ حقیقت اور چیز ہے۔ وائے بے انصافی اگر کوئی تمہارے باپ کو گالی دے تو اس کے خون کے پیاسے رہو صورت دیکھنے کے روادار نہ ہو، بس پاؤ تو کچا نکل جاؤ، وہاں نہ تاویلیں نکالو، نہ سیدھی بات ہیر پھیر میں ڈالو، اور محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت وہ کچھ سنو اور آنکھ میلی نہ کرو، بلکہ اس کی امامت و پیشوائی کا دم بھرو، ولی جانو، امام مانو، جو اسے برا کہے الٹی اس سے دشمنی ٹھانو، بد لگام کی بات میں سو سو طرح کے بیچ نکالو، رنگ رنگ کی تاویلیں ڈھالو، جیسے بنے اس کی بگڑی سنہالو، اس کی حمایت میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پس پشت ڈالو، یہ کیا ایمان ہے، کیسا اسلام ہے، کیا اسلام اسی کا نام ہے۔ ع

اے راہ رو پشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کر کے چلنے والے! ہوش کر)

سورة الحشر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۷) مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ لَا يَكُونُ دَوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ۚ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر مکروہ تنزیہی شرعاً حقیقہً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا۔ لقوله تعالى و ما

نہکم عنه فانتہوا۔

(اللہ کا فرمان ہے جس سے روکا جائے رک جاؤ) تو مکروہ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا تحر

یکی ہوتا اور ہم نے اپنے رسالہ۔ ”جمل مجلیۃ ان المکر وہۃ تنزیہا لیس بمعصیۃ“ میں قاہر دلائل قائم کئے ہیں کہ وہ ہرگز شرعاً منہی عنہ نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶۸۸/۱)

اقول: لو، صیغہ امر کا ہے اور امر وجوب کے لئے ہے تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی

اور باز رہو نہیں ہے اور نہی منع فرمانا ہے۔ یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی حاصل یہ کہ اگرچہ قر

آن مجید میں سب کچھ ہے۔ و نزلنا علیک الکتب تبیاناً لکل شیء۔

ترجمہ۔ اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں ہر شئی ہر چیز ہر موجود کا روشن

بیان ہے مگر امت اسے نبی کے سمجھائے بغیر نہیں سمجھ سکتی۔

ولہذا فرمایا:

و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم -

ترجمہ: اے محبوب ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لئے بیان فرما دو جو کچھ ان کی طرف اترا ہے۔ یعنی اے محبوب تم پر قرآن حمید نے ہر چیز روشن فرمادی اس میں جس قدر امت کے بتانے کو ہے وہ تم ان پر روشن فرما دو۔

ولہذا آیہ کریمہ اولیٰ میں: نزلنا علیک - فرمایا جو خاص حضور کی نسبت ہے۔

اور کریمہ ثانیہ میں: نزلنا الیہم - فرمایا جو نسبت بہ امت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۵۶)

﴿۹﴾ والذین تبوء الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر

الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مّا اوتوا ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصة ۚ ومن یشح نفسه فاولئک ہم المفلحون - ☆

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

واووصلیہ دراصل واو عاطفہ ہے جس کا معطوف علیہ اس کے ظاہر ہونے کی بنا پر حذف کر دیا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے فرمان۔

”ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصة“ کے معنی یہ ہوئے

کہ۔ ”ویؤثرون لو لم تکن بہم خصاصة“۔ میں نے یہ چیز۔ ”المعتقد المنتقد“۔

کی شرح۔ ”المعتقد المستند“ میں ذکر کی ہے۔ (جدید ۱/۳۸۸)

سورة الممتحنة

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ
تَلْقَوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُونَ
الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ ۚ أَنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا
فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمُودَةِ ۚ وَأَنَا أَعْلَمُ
بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ
السَّبِيلِ. ☆

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو
دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور
تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری
رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم
چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

(۲) أَنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ
وَالسُّنْتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ. ☆

اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں
برائی کے ساتھ دراز کرینگے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

(۳) لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ يَفْصَلُ
بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ. ☆

ہر گز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان
سے الگ کر دیگا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ دربارہ سیدنا حاطب ابن ابی بلتعہ احدا صحابہ البدرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم ہے۔ کما فی صحیح البخاری و مسلم۔
تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے:

فیه زجر شدید للمومنین عن اظہار صورة الموالاة لهم و ان لم تکن موالاة فی الحقیقة۔

(ارشاد العقل السليم ۴۸/۲)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو سخت تنبیہ ہے اس بات پر کہ کافروں سے ایسی بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۴۳۳/۱۴)
(۸) لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يِقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يَخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبْرُوْهُمْ وَتَقْسُطُوْا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحِبُّ الْمُقْسُطِيْنَ۔☆

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

(۹) اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ اَخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ؕ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔☆

اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں
(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس (آیت کی تفسیر) میں اکثر اہل تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں:

اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں

ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے۔
فرماتے ہیں:

اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی، رب عز وجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔
بعض مفسرین نے کہا: مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت نہیں۔

قول اکثر کی حجت حدیث بخاری و مسلم و احمد وغیرہ ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالت کفر آئی اور کچھ ہدایا لائی، انہوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم کافرہ ہو جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آ سکتیں۔ حضور میں عرض کی، اس پر یہ آئیہ گریہ اتری کہ ان سے ممانعت نہیں، یہ واقعہ زمانہ صلح و معاہدہ کا ہے خصوصاً یہ تو ماں کا معاملہ تھا ماں باپ کیلئے مطلقاً ارشاد ہے۔ و صا حہما فی الدنیا معروفا۔

دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

ظاہر ہے کہ قول امام مجاہد پر تو اس آئیہ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور نہ اب وہ کسی طرح قابل نسخ۔
اور قول سوم یعنی ارادۂ نساء و صبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو ان دوستان ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے و داد و اتحاد منار ہے ہیں وہ عورتیں اور بچے نہیں۔
قول اول پر بھی کہ آیت اہل عہد و ذمہ کیلئے ہے، اور یہی قول اکثر جمہور ہے آئیہ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں، لاجرم اکثر اہل تاویل اسے محکم مانتے ہیں۔
آئیہ ممخنے میں ائمہ حنفیہ کا مسلک:

اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آئیہ۔ لا ینھکم۔ در بارۃ اہل ذمہ اور آئیہ۔ ینھکم اللہ۔ حربوں کے بارے میں ہے۔ اسی بناء پر ہدایہ و درر وغیرہ مکتب معتمدہ میں

فرمایا: کافر ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے باطل و حرام۔ آئیے۔ لا ینھکم اللہ نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آئیے۔ انما ینھکم اللہ۔ نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔

عبارت ہدایہ یہ ہے:

یحوز ان یوصی المسلم للکافر و الکافر للمسلم فالاول لقوله تعالى لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الا ینہم بعقد الذمۃ ساووا المسلمین فی المعاملات و لهذا جاز التبرع من الجانبین فی حالة الحیاة فکذا بعد الممات و فی الجامع الصغیر الوصیۃ لا هل الحرب باطله لقوله تعالى انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین الا ینہم بعقد الذمۃ ساووا المسلمین فی المعاملات و لهذا جاز التبرع من الجانبین فی حالة الحیاة فکذا بعد الممات و فی الجامع الصغیر الوصیۃ لا هل الحرب باطله

جائز ہے کہ مسلمان (ذمی) کافر کیلئے وصیت کرے اور کافر مسلمان کے لئے، اول تو اس دلیل سے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں آخر آیت تک، اور دوم اس لئے کہ وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہو گئے اسی لئے زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مالی نیک سلوک کر سکتا ہے، تو یوں ہی بعد موت بھی۔

اور جامع صغیر میں ہے حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تو تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں آخر آیت تک۔

کافر سے خاص ذمی مراد ہے۔ بدلیل قولہ انہم بعقد الذمۃ۔ ولہذا امام اکمل نے عنایہ میں اس کی شرح یوں فرمائی:

وصیۃ المسلم للکافر الذمی و عکسها جائزۃ۔

مسلمان کا کافر ذمی کے لئے وصیت کرنا اور اس کا عکس جائز ہے۔

امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا:

اراد بالکافر الذمی لان الحربی لا تجوز له الوصیۃ علی ما نبین۔

عبارت ہدایہ میں کافر سے ذمی مراد ہے اس لئے کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں

جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

ایسا ہی جو ہر نیرہ و مستحفی میں ہے، کفایہ میں فرمایا:

اراد به الذمی بدلیل التعلیل وروایۃ الجامع الصغیر ان الوصیۃ لا هل الحرب باطلۃ۔

صاحب ہدایہ نے کافر سے ذمی مراد لیا ایک تو ان کی دلیل اس پر گواہ ہے کہ فرمایا وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہو گئے۔ دوسرے جامع صغیر کی روایت کہ حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے۔

اسی کو وافی و کنز و تنویر و غیر ہا متون میں یوں تعبیر فرمایا:

یحوز ان یوصی المسلم للذمی و بالعکس۔

جائز ہے کہ مسلمان ذمی کے لئے وصیت کرے اور اس کا عکس بھی۔

تفسیر احمدی میں ہے:

والحاصل ان الایۃ الاولیٰ ان کانت فی الذمی والثانی فی الحربی کما هو الظاہر وعلیہ اکثر وکان دالا علی جواز الاحسان الی الذمی دون الحربی، ولہذا تمسک صاحب الہدایۃ فی باب الوصیۃ ان الوصیۃ للذمی جائزۃ دون الحربی لانہ نوع احسان ولہذا المعنی قال فی باب الزکوۃ ان الصدقۃ النافلۃ یحوز اعطاء ہا للذمی دون الحربی۔

حاصل یہ کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی رخصت ہے اگر دربارہ ذمی ہو، اور دوسری جسمیں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارہ حربی جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہب اکثر ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہونگی کہ ذمی کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے اور حربی کے ساتھ حرام، ولہذا صاحب ہدایہ نے باب الوصیۃ میں انہیں آیتوں کی سند سے فرمایا کہ ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے حرام کہ وہ ایک طرح کا احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوۃ میں فرمایا کہ نفلی صدقہ ذمی کو دینا حلال اور حربی کو دینا حرام

نہایہ امام سغنائی وغایۃ البیان امام اتقانی و بحر الرائق وغنیہ علامہ شرنبلالی میں ہے:

واللفظ للبحر صح دفع غیر الزکوۃ الی الذمی لقولہ تعالیٰ لا ینہاکم اللہ عن الذی لم یقاتلوکم فی الدین الایۃ و قید بالذمی لان جمیع الصدقات فرضا کانت او واجبۃ او تطوعا لا تجوز للحربی اتفاقا کما فی غایۃ البیان لقولہ

تعالیٰ ينہکم عن الذین قاتلوکم فی الدین واطلقہ فشمّل المستامن وقد صرح بہ فی النہایۃ۔

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے: تمہیں اللہ ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔ ذمی کی قید اس لئے لگائی کہ حربی کیلئے جملہ صدقات حرام ہیں۔ فرض ہوں یا واجب یا نفل، جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے، اس لئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اللہ تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔ حربی کو مطلق رکھا تو مستامن کو بھی شامل ہوا جو سلطان اسلام سے پناہ لے کر دارالاسلام میں آیا اسے بھی کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں، اور نہ یہی اس کی صاف تصریح ہے۔

تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتح اللہ المعین سید ازہری میں ہے:

لا يجوز دفع الزکوۃ الی ذمی و قال زفر يجوز لقوله تعالیٰ لا ینہکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین صرف الصدقات کلہا الیہم بخلاف الحربی المستامن حیث لا يجوز دفع الصدقة الیہ لقوله تعالیٰ انما ینہکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واجمعوا علی ان فقراء اهل الحرب خرجوا من عموم الفقراء۔ ذمی کو زکوٰۃ دینا تو جائز نہیں۔ اور امام زفر نے فرمایا تمام قسم کے صدقات دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں بخلاف حربی اگرچہ مستامن ہو کہ اسے کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے روکتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں، اور ائمہ کا اجماع ہے کہ قرآن عظیم میں جو صدقات فقراء کے لئے بتائے حربی فقیران سے خارج ہیں۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:

انما جازت الوصیۃ للذمی ولم تجز للحربی لقوله تعالیٰ لا ینہکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم، ثم قال انما ینہکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین الایۃ۔

خاص ذمی کیلئے وصیت جائز اور حربی کیلئے حرام اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے نیک سلوک کو منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور تمہیں گھروں سے نہ نکالا پھر فرمایا اللہ تمہیں ان سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔
کافی میں ہے:

يجوز ان يدفع غير الزكوة الى ذمی وقال ابو يوسف والشافعی لا يجوز كا
لـ زكوة ولنا قوله تعالى لا ينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم
يخرجوكم من دياركم ان تبروهم۔

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتا ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی نے فرمایا
اور صدقات بھی ذمی کو نہیں دے سکتا جیسے زکوٰۃ ہماری دلیل، اللہ عز و جل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں
بھلائی میں ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔
فتح القدیر میں ہے:

الفقراء في الكتاب عام خص منه الحر بي لا جماع مستندين الى
قوله تعالى انما ينهكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين۔ (۲)
قرآن عظیم میں فقراء کا لفظ عام ہے باجماع امت حربی اس سے خارج ہیں اجماع کی
سند اللہ عز و جل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔
عنایہ و معراج الدراية و محیط برہانی و جودی زادہ و شرنبلالی و بدائع و سیر کبیر امام محمد کی عبا
رتیں عنقریب آتی ہیں، یہ ہے مسلک ائمہ حنفیہ جسے حنفی بننے والے لیڈریوں مسخ و نسخ کی دیوار
سے مارتے ہیں اور اس سے حربی مشرکوں کے ساتھ احسان مالی نہیں بلکہ و داد اتحاد بگھارتے ہیں
آیت میں نسخ کے اقوال

يحر فو نه من بعد ما عقلوه و هم يعلون۔

ویدہ و دانستہ بات سمجھ کر اس کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔

آیہ کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے ان کے
نزدیک وہ ضرور آیات قتال و غلظت سے منسوخ ہے۔ اجلہ ائمہ تابعین مثل امام عطاء بن ابی رباح
استاذ امام اعظم ابو حنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے ہیں:
ما رأيت افضل من عطا۔ میں نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔

وعبدالرحمن بن زید بن اسلم مولیٰ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم و قتادہ و تلمیذ خاص حضرت انس خادم خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے منسوح ہونے کی تصریح فرمائی۔

تفسیر کبیر میں ہے:

اختلفوا فی المراد من ”الذین لم یقاتلوکم“ فالأكثر علی انہم اهل العهد الذین عاہدوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ترک القتال والمظاہرة فی العداوة و ہم خزاعة کانوا عاہدوا الرسول علی ان لا یقاتلوا ولا یخرجوا، فامر الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بالبر والوفاء الی مدۃ اجلہم، وهذا قول ابن عباس ومقاتل ابن حیان ومقاتل ابن سلیمن ومحمد ابن سائب الکلبی، وقال مجاہد الذین امنوا بمکة ولم یہاجرُوا وقیل ہم النساء والصبیان، وعن عبد اللہ بن الزبیر انہا نزلت فی اسماء بنت ابی بکر قد مت امہا قتيلة علیہا و ہی مشرکة بہدا یا فلم تقبلہا ولم تأذن لہا بالدخول فامرہا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تدخلہا وتقبل منها وتکرمہا وتحسن الیہا، وقیل الاية فی المشرکین وقال قتادة نسختها اية القتال - (۱)

اس میں اختلاف ہوا کہ ”وہ جو تم سے دین میں نہ لڑیں“ ان سے کون لوگ مراد ہیں، اکثر اہل تاویل اس پر ہیں کہ ان سے اہل عہد مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور سے لڑیں گے نہ دشمن کی مدد کریں گے اور وہ بنی خزاعہ ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے نکالیں گے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں اور ان کا عہد مدت موعود تک پورا کریں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس ومقاتل بن حیان ومقاتل بن سلیمن ومحمد بن سائب کلبی کا یہی قول ہے۔

اور امام مجاہد نے فرمایا:

وہ مسلمانان مکہ ہیں جنہوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی، اور بعض نے کہا: عورتیں اور بچے

مراد ہیں۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیہ کریمہ حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں اتری ان کی ماں قتیلہ بحالت کفران کے پاس کچھ ہدیے لے کر آئیں انہوں نے نہ ہدیے قبول کئے نہ انہیں آنے کی اجازت دی، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا: کہ اسے آنے دیں اور اس کے ہدیے قبول کریں اور اس کی خاطر اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

اور بعض نے کہا: آیت دربارہ مشرکین ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ آیہ جہاد سے منسوخ ہو گئی صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قد مت علی امی و ہی مشرکة فی عہد قریش اذ عاہد ہم فاستفتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلت قد مت علی امی و ہی راغبۃ افا صل امی قال نعم صلی امک۔

میری ماں کہ مشرکہ تھی اس زمانہ میں کہ کافروں سے معاہدہ تھا میرے پاس آئی میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں طمع لے کر میرے پاس آئی ہے، کیا میں اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کروں؟ فرمایا: ہاں اپنی ماں سے نیک سلوک کر۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۱۳۶ تا ۱۳۷/۱۴)

(۱۰) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَاِمْتَحِنُوهُنَّ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۚ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۚ لَا مِنْ حِلٍّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۚ وَآتُوهُنَّ مَا أَنْفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ أَنْفَقُوا ۚ ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۚ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۖ

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو جو ان کا خرچ ہوا اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو جب ان کے مہر

انہیں دو اور کافر نیوں کے نکاح پر جسے نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہو سکتا، کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ۔

یہاں تک کہ ان کی عورتیں جو مسلمان ہوں انہیں واپس دینا حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۳۳۱/۵)

سورة الصف

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴) ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كانهم

بنیان مرصوص۔ ☆

پیشک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پر اباندہ کر گویا وہ عمارت ہیں رائگاں پلائی۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تراص یعنی خوب ملکر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل جیسا کہ اس آیت میں فرماتا ہے۔ رائگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنے فرجہ نہیں رہتا۔ ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔

در بارہ صفوف شرعاً تین باتیں بتا کید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہو رہی ہیں۔ یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔
اول تسویہ کہ صف برابر ہو مخم نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباد الله لتسوفن صفوفكم اوليخالفن الله بين وجوهكم۔

اللہ کے بند و ضرورت تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال

دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا

ملاحظہ کیا اس پر یہ ارشاد فرمایا۔

رواہ مسلم عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔
دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رأصوا صفو فكم وقاربوا بينهما و حاذوا بالاعناق فوالذي نفس محمد
بيده اني لارى الشياطين تدخل من خلل الصف كانهما الحذف۔

رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس
کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ زحہ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے
بھیڑ کے بچے۔ اس کو نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔
تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصف الملائكة و حاذوا بين المناكب۔

رواہ احمد و ابوداؤد والطبرانی فی الکبیر و ابن خزيمة والحاکم

وصحاحہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے
مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت
عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ
اہتمام ہے کہ کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر
پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم
ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انھوں نے مخالفت
حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کریگا اللہ تعالیٰ اس کے لئے
مغفرت فرمائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تصفون کما تصف الملائكة عند ربها۔

ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا:

یتمون الصف الاول و یترأصون فی الصف - (۳)

رواہ مسلم و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ عن جابر بن سمرہ ر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

اس کو مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف

المؤخر -

رواہ الاثمة احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن حبان و خزیمہ والضیاء

با سانیہ صحیحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب سے پچھلی صف میں

ہو اسے ائمہ کرام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے

ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من وصل صفا وصلہ اللہ و من قطع صفا قطعہ اللہ -

رواہ النسائی و الحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہما و هو من تمة حدیثہ الصحیح المذکور سابقا عند احمد و ابی داؤد و

الثلة الذین معہما -

جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع

کر دے۔

اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

کیا ہے، یہ عبد اللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تئمہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد

اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر الى فرجة في صف فليسد ها بنفسه فان لم يفعل فمر ما ر فليطأ
على رقبته فانه لا حرمة له ۔

رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔
جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کر دے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا
تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی
حرمت نہیں۔

اسے مسند فردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔
اور فرماتے ہیں:

ان الله و ملائکته یصلون علی الذین یصلون الصفوف و من سد فرجة ر
فعه الله بها درجة ۔

رواہ احمد و ابن ماجہ و ابن حبان و الحاکم و صححہ و اقروہ عن ام
المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۔

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے
ہیں اور جو صف کا فرقہ بند کرے اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے گا۔
اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے
اسے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔
سوم، تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے۔
اللہ عز و جل فرماتا ہے:

صف کا نھم بنیان مرصوص - (۳)

ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں
بھر جاتی ہیں کہیں رخنے فرقہ نہیں رہتا۔ ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سلجھنے و تعالیٰ دوست رکھتا
ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں۔
اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اَقْمُوا صُفُوفَكُمْ وَ تَرَا صُوفَانِي اِرْكَمُ مِنْ وِرَاءِ ظَهْرِي - (۴)
 رواہ البخاری و النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ -
 اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔
 اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔
 (فتاویٰ رضویہ جدید ۷/۲۱۹ تا ۲۲۲)

سورة الجمعة

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) هو الذي بعث في الامم رسولا منهم يتلوا عليهم آياته
ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفي
ضلال مبين۔ ☆

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں
پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک
وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

(۳) والآخرين منهم لما يلحقوا بهم وهو العزيز الحليم۔ ☆
اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے
اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

(۴) ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل
العظيم۔ ☆

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
الحمد لله، اس آیت کریمہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمانا،
گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا، صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیام
قیامت تک تمام امت مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محظوظ اور حضور کی نظر رحمت سے ملحوظ ہے۔
والحمد لله رب العالمین۔

بیضاوی شریف میں ہے:

هم الذين جاءوا بعد الصحابة الى يوم الدين۔

یہ دوسرے جنہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیتے اور خرابیوں سے پاک کرتے

ہیں تمام مسلمان ہیں کہ صحابہ کرام کے بعد قیام قیامت تک ہوں گے۔
معالم شریف میں ہے:

”قال ابن زید ہم جميع من دخل الاسلام بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی یوم القیمة وھی رواية ابن ابی نجیح عن مجاہد“۔
امام ابن زید نے فرمایا یہ دوسرے تمام لوگ اہل اسلام ہیں کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے اور یہی معنی امام مجاہد شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ابی نجیح نے روایت کیئے۔

الحمد لله قرآن عظیم کو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تعریفوں کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ یہ اوصاف بیان فرمائے دو جگہ سورہ بقرہ تیسرے آل عمران چوتھے سورہ جمعہ اور اس آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد ہوئے جنہوں نے ہم خفتہ بختوں کی تقدیر جگادی بیمار دلوں پر بجلی گرا دی۔ والحمد لله رب العالمین۔

(الامن والعلی ص ۸۲-۸۳)

(۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔☆

اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
تفسیر خازن میں ہے:

اس سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے علاوہ اور اذان نہیں تھی۔
ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھے تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی۔

تفسیر کبیر میں ہے:

اللہ تعالیٰ کا قول (جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے) یعنی نداء جو جمعہ کے دن امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی ہے یہی مقاتل کا قول ہے۔ اور ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس اذان کے علاوہ کوئی اور اذان نہیں دی جاتی تھی۔ جمعہ کے دن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے۔ ایسا ہی ابو بکر و عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کے زمانہ میں بھی تھا۔ تفسیر کشاف میں ہے:

(سورہ جمعہ کی آیت میں) نداء سے مراد اذان ہے، کہتے ہیں کہ اس اذان کی طرف اشارہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک ہی موذن آپ کے منبر پر بیٹھتے ہی مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا۔ خطبہ کے بعد آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا۔ اور دور دور تک مکانات ہو گئے تو آپ نے ایک موذن کا اور اضافہ فرمایا۔ اور اسے پہلی اذان کا حکم دیا جو آپ کے گھر موسوم بہ زوراء پر دی جاتی (یہ مکان مسجد سے دور بازار میں تھا) اور آپ جب منبر پر بیٹھتے تو دوسرے موذن اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

در شفاف لعمر بن الہادی میں ہے:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک موذن تھے جو آپ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دروازہ مسجد پر اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

البحر المحیط لابی حیان میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور جب خطبہ کے بعد آپ اترتے تو نماز قائم ہوتی۔ ایسے ہی صاحبین کے عہد تا ابتداء عہد عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتا رہا۔ پھر آپ ہی کے زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی لوگ زیادہ ہو گئے مکانات دور دور تک پھیل گئے تو آپ نے ایک موذن کا اضافہ فرمایا، اور انہیں حکم فرمایا کہ پہلی اذان آپ کے مکان زوراء پر دیں۔ پھر جب آپ منبر پر بیٹھتے تو موذن دوسری اذان دیتا۔ پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ اس

اضافہ پر کسی نے آپ پر اعتراض نہیں کیا۔

تقریب کشاف لابی الفتح محمد بن مسعود میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں ایک ہی موذن تھا جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔

تجربہ کشاف لابی الحسن علی بن القاسم میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا تھا اور آپ جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے۔
تفسیر نیشاپوری میں ہے:

نداء اول وقت ظہر میں اذان ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا تھا۔ (الخ موافق تفصیل کشاف)
تفسیر خطیب و فتوحات الہیہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ”جمعہ کے دن جب نماز کے لئے ندا دی جائے، اس ندا سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے پر دی جاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں اس اذان کے علاوہ تھی ہی نہیں۔ ایک ہی موذن تھا۔ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ دروازہ پر اذان دیتا۔ اور جب آپ منبر سے اترتے تو نماز قائم ہوتی پھر ابو بکر و عمر اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کوفہ میں اسی پر عامل رہے۔ مدینہ میں عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہم میں آبادی بڑھی۔ اور مکانات دور دور تک پھیل گئے۔ تو انہوں نے ایک اذان اور زائد کی۔

کشف الغمہ للامام شعرانی میں ہے:

اذان اول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں جب خطیب منبر پر بیٹھتا۔ اور اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی۔
(شائم العنبر ۲۲۲ تا ۲۲۳)

سورة المنافقون

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله

والله يعلم انك لرسوله ۝ واللہ یشہد ان المنفقین لکذبون۔ ☆

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور

بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ

منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جو ذریعہ الشیطان، کتاب و سنت کا منکر، حنفیہ کرام حصہم اللہ تعالیٰ باللطف و

الاکرام کا نام رکھتا ہے پر ظاہر کہ وہ گمراہ خود کا ہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی

سے براہِ تقیہ شیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اس کے افعال و اقوال مذکورہ سوال اس کی

صریح تکذیب پر دال، منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے: نشہد انک لرسول اللہ۔ ہم

گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ان ملاعنہ کے گفتار و کردار اس جھوٹے اقرار

کے بالکل خلاف تھے، قرآن عظیم نے ان کے اقرار کو ان کے منہ پر مارا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۳۹۸)

(۵) واذا قيل لهم تعالى استغفروا لكم رسول الله

رئوسهم ورايتهم يصدون وهم مستكبرون۔ ☆

اور جب ان سے کہا جائیکہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے

ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں منافقوں کا حال بدآل ارشاد ہوا کہ وہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے، اور جو کل نہ

پائیں گے وہ ”کل“ نہ پائیں گے۔ اللہ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت سے ہمیں بہرہ مند فرمائے۔

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
مکر آج ان سے التجا نہ کرے
وصلی اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین والہ وصحبہ و حزبہ اجمعین۔

(۸) یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها
الاذل۔ ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین ولكن المنافقین
لا یعلمون۔ ☆

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے
گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے
مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن ابی شقی ملعون نے جب وہ کلمہ ملعونہ کہا ”لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الا
اذل“ اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور نکال باہر کرے گا، عزت والا ذلیل کو۔
حق جل و علا نے فرمایا:

”ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین و لكن المنافقین لا یعلمون“
عزت تو ساری خدا و رسول و مومنین ہی کے لئے ہے پر منافقوں کو خبر نہیں۔
(تجلی الیقین۔ ۵۰)

سورة التغابن

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۶) فاتقوا الله ما استطعتم واسمعوا واطيعوا واتقوا خيرا

لا تنفسكم ۛ ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون - ☆

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور فرمان سنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

طاعت حسب استطاعت ہوتی ہے اور موجودہ حالت دیکھی جاتی ہے۔ اس سے میں نے پانی کی امید رکھنے والے کیلئے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔ اسی سے وہ مسئلہ بھی ہے کہ کوئی برہنہ بدن ہے جن سے کپڑے کا وعدہ کیا گیا، اس کیلئے برہنہ نماز ادا کرنا اور انتظار نہ کرنا جائز ہے۔ یہ ہی امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ اور اب میں نے غنیہ میں خود امید آب والے کا مسئلہ دیکھا جو اس طرح ہے (تاخیر مستحب ہے) اور اگر نہ کی اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو جائز ہے اس لیے اس نے اپنی اس قدرت کے مطابق نماز ادا کی جو سبب نماز کے انعقاد کے وقت موجود تھی اور سبب نماز وہ وقت ہے جس سے متصل نماز ادا ہوئی۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۸۸/۴)

سورة الطلاق

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لَعَدَتِهِنَّ
وَاحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تَخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ
وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ
يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ
ذَلِكَ أَمْرًا. ☆

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور
عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ
آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں
سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم
بھیجے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسند احمد و سنن ابی داؤد و ابن ماجہ و صحیح و ابن حبان و مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن مغفل
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انه سيكون في هذه الامة قوم يعتدون في الطهور و الدعاء۔

بیشک عنقریب اس امت میں وہ لوگ ہوں گے کہ طہارت و دعاء میں حد سے بڑھیں

(فتاویٰ رضویہ جدید ۷/۳۲۷)

گے۔

شی واحد میں حل و خطر دو جہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں۔ طلاق فی نفسہ حلال ہے اور
از آنجا کہ شرع کو اتفاق محبوب و افتراق مبغوض ہے۔ حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع

کی طرف صاف اشارہ فرمایا۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں زیادہ ناپسند طلاق ہے۔

عن أبی موسیٰ الأشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: تَزَوُّجُوا وَلَا تُطَلِّقُوا! فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يُحِبُّ الذَّوَاقِينَ وَالذَّوَاقَاتِ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح کرو، اور جب تک عورت کی طرف سے کوئی شک پیدا نہ ہو طلاق نہ دو! کہ اللہ تعالیٰ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا۔

جد الممتار ۴۶۴/۲

نیز فرمایا:

ان المختلعات هن المنافات ۔

خلع کرانے والیاں منافقات ہیں۔ تو آیت کا وہ حکم اور احادیث کے یہ ارشادات انہیں و جہیں حل و بغض پر ہیں، اگر عورت پر کوئی شبہ ہو یا وہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بوڑھی ہو گئی ہو اور اسے اس قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان صورتوں میں طلاق بلا کراہت جائز و مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ ادائے مہر پر قاصر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دیدینی چاہئے کہ ”لا ینلقی اللہ و مہرہا فی عنقہ خیر لہ من ان یعاشر امرأۃ لا تصلی کما فی الخانیۃ و الغنیۃ و غیرہما“ بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے۔ جیسے اس کو اس کے ماں یا پاپ عورت کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا و ناراضی ہو و واجب ہے کہ طلاق دیدے۔ اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو۔ ”لا ین العقوق حرام و الا جتنا ب عن الحرام و اجب“

حدیث میں فرمایا:

”وان امرک ان تخرج من اهلك و مالک فاخرج“ ہاں بے حاجت بلا وجہ

شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے مگر دیگا تو ضرور پڑ جائے گی کہ وہ اس کی زبان پر رکھی گئی ”
بیدہ عقدہ النکاح“ اس کا مرتکب مکروہ بلکہ گناہ گار ہونا بھی اس کے وقوع کو نہیں روکتا جیسے
حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم الہی ”فطلقوہن لعدتہن“ کی نافرمانی ہے مگر دیگا
تو ضرور ہو جائے گی۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۵/۶۰۳-۶۰۴)

(۶) اسکنوہن من حیث سکتتم من وجدکم ولا تضاروہن
لتضیقوا علیہن ط ان کن اولات حمل فانفقوا علیہن حتی
یضعن حملہن ء فان ارضعن لکم فأتوہن اجورہن ء واتمروا
بینکم بمعروف ء وان تعاسرتم فسترضع لہ اخری۔ ☆

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھرا نہیں ضرور نہ دو کہ ان پر تنگی کرو
اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ انکے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لئے
بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر باہم
مضانقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔

(۳) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں عورتوں کو ضرر رسانی کی حرمت کا بیان ہے، حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی)

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم: لَا ضَرَرًا وَلَا ضَرَارَ فِی الْإِسْلَامِ۔ فتاویٰ رضویہ ۹/۱۳۰

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام میں سختی اور تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں۔ ۱۲م

سورة التحريم

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴) ان تتوباً الى الله فقد صغت قلوبكما ۚ وان تظہرا

عليه فان الله هو موله وجبريل وصالح المؤمنين ۚ والملائكة بعد
ذلك ظہير۔ ☆

نبی کی دونوں بیویاں اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

”صالح المؤمنين ابو بکر و عمر“

یہ نیک مسلمان ابو بکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر و ابن مرد دویۃ و الخطیب عن ابن مسعود رضی

اللہ تعالیٰ عنہ“

بلکہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں یوں ہی تھا:

”و صالح المؤمنين ابو بکر و عمر و الملائكة بعد ذلك ظہير“

یہاں اللہ عز و جل اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوبوں کو فرماتا ہے اور جبریل اور

ابو بکر و عمر مددگار ہیں۔ (الامن والعلی ۸۷-۸۸)

(۵) عسى ربة ان طلقن ان يبدلن أزواجاً خيراً منك

مسلمت مؤمنت قنتت تثبت عذبت سئحت ثيبت وابكارا۔ ☆

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل

وے اطاعت والیاں ایمان والیاں ادب والیاں توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کنواریاں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

السائح هو الصائم - فرضیت روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے، ہاں عبارت و اشارہ اس کی فضیلت اور مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے۔
(فتاویٰ رضویہ قدیم ۴/۳۷۷)

﴿۶﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ - ☆

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں اپنے اہل و عیال کو ناجائز کاموں سے روکنے کا بیان ہے، انہیں میں یہ بھی ہیں) ران کھولنا حرام ہے، اور آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے۔ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔

تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روز قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔

ہاں اگر شوہر منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا۔
(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۴۸۴)

سورة الملك

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) الذی خلق الموت والحیوة لیبلوکم ایکم احسن عملاً

وہو العزیز الغفور۔ ☆

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

موت اور حیات دونوں وجودی ہیں۔ موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے۔ عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبضہ میں، جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے وہ مرجاتا ہے۔ اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری میں جس بے جان کے پاس سے نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے (پھر فرمایا) اللہ اکبر یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذات باری عز جلالہ کے کوئی اس سے نہ بچے گا جب آیت نازل ہوئی ”کل من علیہا فان، و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والا کرام“ جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزت جل جلالہ کا۔ فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی ”کل نفس ذائقۃ الموت“ ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ فرشتوں نے کہا اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان وزمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملئکہ مقربین میں جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، اور چار فرشتے حملہ عرش (عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے ارشاد فرمایا گیا اور وہ خوب جاننے والا ہے اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ باقی ہیں تیرے بندے جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہیگا۔ ارشاد فرمایا گیا جبریل کی روح قبض کر، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کریں گے وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں رب العزۃ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے، پھر فرمایا گیا عزرائیل، اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہیں

تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمایا میکائیل کی روح قبض کر، میکائیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدے میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑینگے، پھر ارشاد فرمایا عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حملہ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہیگا۔ ارشاد فرمایا: اسرافیل کی روح قبض کر اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح و تقدس کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور پھر فرمایا عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے حملہ عرش اور باقی تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہیگا۔ فرمایا حملہ عرش کی روح قبض کروہ سب بھی اسی طرح مرجائیں گے۔ پھر ارشاد فرمایا: عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمایا ”مُت“ مرجا۔ عزرائیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک پہاڑ کے مانند رب العزت کے حضور سجدے میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوار رب العزت جل جلالہ کے کوئی نہ ہوگا، اس وقت ارشاد ہوگا ”لَمَنْ الْمَلِكُ الْيَوْمَ“ آج کس کے لیے بادشاہت ہے؟ کوئی ہو تو جواب دے، خود رب العزت جل جلالہ جواب فرمائے گا ”لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ“ اللہ واحد قہار کے لیے ہے، جب تک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام کو زندہ فرمایا، صور پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا، جنتی جنت میں اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پا جائیں گے، کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کریگا جہنمی نہایت خوشی کے ساتھ جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی ہے، جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھجکتے ڈرتے غرقات جنت سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے خطا ہو گئی ہے جس سے دوزخ میں بھیج دیے جائیں، پھر موت کا مینڈھالا یا جائے گا، جنتیوں سے پوچھا جائے گا، تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں یہ موت ہے، پھر جہنمیوں کی طرف مونہ کر کے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو سب کہیں گے یہ موت ہے، پھر جنت و دوزخ کے درمیان کیچی علیہ الصلاۃ والسلام اپنے ہاتھ سے

اس کو ذبح فرمائیں گے، پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے کبھی مرنا نہیں، بالکل مایوس ہو کر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا، پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اب تم جنت میں ہمیشہ رہو گے، اب کبھی مرنا نہیں، وہ خوش ہو کر پلٹیں گے ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ (المفروضہ ۱۴/۲ تا ۱۳)

(۱۴) الا يعلم من خلق ط وهو اللطيف الخبير۔ ☆

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر بار کی جانتا خبردار۔

(۴) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وجود آسمان پر آسمانی کتابوں سے زیادہ کیا دلیل درکار ہے تمام آسمانی کتابیں اثبات وجود آسمان سے مالا مال ہیں، قرآن عظیم میں تو صدہا آیتیں ہیں جن میں آسمان کا ابتدا میں دھواں ہونا، پھر بستہ چیز پھر رب العزت کا اسے جدا جدا کرنا، پھر پھیلا ناسات پر ت بنانا، اسکا چھت ہونا اسکا نہایت مضبوط بنائے مستحکم ہونا، اس کا بے ستون قائم ہونا، اللہ تعالیٰ کا اسے اور زمین کو چھ دن میں بنانا، روز قیامت اسکا شق ہونا، اٹھا کر زمین کیساتھ ایک بار ٹکرا دیا جانا، پھر اسکا اور زمین کا دوبارہ پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ صاف روشن ارشاد ہیں کہ ان کا انکار نہیں کر سکتا مگر وہ جو اللہ ہی کا منکر ہے، نیز قرآن عظیم میں جا بجا یہ بھی تصریح ہے کہ یہ جو ہم کو نظر آ رہا ہے یہی آسمان ہے، تو اس میں گمراہ فلسفیوں کا بھی رد ہے جو آسمانوں کا وجود تو مانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آ سکتے، یہ جو ہمیں دکھائی دیتا ہے کرہ بخار ہے۔

ان نصرانیوں اور ان یونانیوں سب بطلانیوں کے رد میں ایک آیہ کریمہ کافی ہے ”الا يعلم من خلق و هو اللطيف الخبير“ کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبردار۔

بنانے والا جو فرما رہا ہے وہ تو نہ مانا جائے اور دل کے اندھے سمجھ کے اوندھے جو انگلیں دوڑاتے ہیں وہ سنی جائیں، اس سے بڑھ کر گدھا پن کیا ہو سکتا ہے۔ یہ بائبل جواب نصاریٰ کے پاس ہے اسکی پہلی کتاب کا پہلا باب آسمان و زمین کے بیان پیدائش ہی سے شروع ہے۔ رہی دلیل عقلی۔ ذرا انصاف درکار۔ اتنا بڑا جسم جسے کروڑوں آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس کا وجود محتاج دلیل ہے، یا جو کہ یہ معدوم محض، یہ سب آنکھوں کی غلطی ہے، یہ نری دھوکہ کی ٹٹی ہے، اس کے

ذمے ہے کہ دلیل قطعی سے اسکا عدم ثابت کرے، یوں تو ہر چیز پر دلیل عقلی قائم کرنی ہوگی، آفتاب جسے نصاریٰ بھی مانتے ہیں کیا دلیل ہے کہ یہ فی نفسہ کوئی وجود رکھتا ہے اور نگاہ کی غلطی نہیں۔ غرض محسوسات سے بھی امان اٹھ کر دین و دنیا کچھ قائم نہ رہیں گے۔ عنادیہ کا مذہب آجائے گا۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۵۰)

(۱۹) اولم یروا الی الطیر فوقہم صفت ویقبضن ط
ما یمسکھن الا الرحمن ط انہ بکل شیء بصیر۔ ☆
اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے انہیں کوئی نہیں روکتا
سوارحمن کے بیشک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

(۵) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ (انہ بکل شیء بصیر) تمام موجودات قدیمہ حادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج، یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ البصاریٰ صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں وہ نظر کیا آئے گا، تو نقصان جانب قابل ہے نہ کہ جانب قاعل۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قد افتی ائمة سمرقند و بخارا علی انہ (یعنی المعدوم) غیر مرئی و قد ذکر
الامام الزاہد الصفار فی آخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرویة و کذا
المفسرون ذکر و ان المعدوم لا یصلح ان یکون مرئی اللہ تعالیٰ و کذا قول
السلف من الاشعرية و الماتریدیة ان الوجود علة جواز الرویة مع الاتفاق علی ان
المعدوم الذی یمسکھن وجودہ لا یتعلق بہ برؤیتہ سبحنہ و تعالیٰ۔

ائمہ سمرقند و بخارا نے یہ فتویٰ دیا کہ (معدوم) دکھائی نہیں دیتا امام زاہد صفار نے کتاب
التلخیص کے آخر میں لکھا معدوم کی رویت محال ہوتی ہے اسی طرح مفسرین نے کہا معدوم اللہ
تعالیٰ کے دکھائی دینے کے قابل ہی نہیں اسلاف اشعریہ اور ماتریدیہ کا بھی قول یہی ہے کہ جواز
رویت کی علت وجود ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسا معدوم جسکا وجود محال ہے اس کے ساتھ

رویت باری کا تعلق نہیں ہو سکتا۔

شرح السوئی للجزائریہ میں ہے:

انھما (یعنی سمعہ تعالیٰ و بصرہ) لا يتعلقان الا بالموجود والعلم يتعلق بالموجود والمعدوم والمطلق والمقيد۔

ان دونوں (اللہ تعالیٰ کے سمع و بصر) کا تعلق موجود سے ہوتا ہے اور علم کا تعلق موجود معدوم اور مطلق و مقید سے ہوتا ہے۔ (ت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

المعدومات التي ما ارادها الله تعالى ولا تعلق القدرة بايجادها في ازمنتها المقدرة لها ولا كشف عنها العلم موجود في تلك الازمنة فلا يتعلق بها السمع والبصر وكذلك المستحيلات بخلاف العلم فانه يتعلق بالموجود والمعدوم۔

وہ معدومات جنکا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا اور ازمنہ مقررہ میں ان کی ایجاد کے لیے قدرت متعلق نہیں ہوتی اور نہ زمانہ میں موجود ہو کر تحت علم آتی ہیں تو ایسی معدومات سے اللہ تعالیٰ کی سمع و بصر متعلق نہیں ہوتی اور محالات کا معاملہ بھی ایسا ہے بخلاف علم کہ اس کا تعلق موجود اور معدوم دونوں سے ہے

فائدہ۔ اعلم انه ربما يلمح كلام القادري في منح الروض الى تخصيص بصره تعالى بلا شكل و الالوان و سمعه بالاصوات و الكلام و قد صرح العلامة اللاقاني في شرح جوهرية التوحيد بعمومهما كل موجود و تبعه سيدى عبدالغنى في الحديقة و هذا كلام اللاقاني قال ليس سمعه تعالى خاصا بالاصوات بل يعم سائر الموجودات ذوات كانت او صفات فيسمع ذاته العلية و جميع صفاته الازلية كما يسمع ذواتنا و ما قام بنا من صفاتنا كعلو منا و الواننا و هكذا بصره سبحانه و تعالى لا يختص بالالوان و لا بالاشكال و الا كوان فحكمه حكم السمع سواء بسواء فمتعلقهما واحد (۱) انتهى، اما ما قال اللاقاني قبل ذلك حيث عرف السمع بانه صفة ازلية قائمة بذاته تعالى

تتعلق بالمسموعات او بالموجودات (۲)

والبصر با نه صفة ازلية تتعلق بالمبصرات او بالموجودات (۱) الخ
 قول لا يجب ان يكون اشارة الى الخلاف بل اتى اولاً بالمبصرات معتمداً
 على بدهة تصوره ثم اردت بالموجودات فرارا عن صورة الدور، وليس في
 التعبيرين تناف اصلاً، فان المبصر ما يتعلق به الابصار وليس فيه دلالة على
 خصوصية شئ دون شئ فاذا كان الابصار يتعلق بكل شئ كان المبصر و
 الموجود متساويين، نعم لما كان ابصارنا الدنيوي العادي مختصاً باللون
 ونحوه ربما يسبق الذهن الى هذا الخصوص فزال الوهم بقوله او بالموجودات
 آتياً بكلمة او للتخيير في التعبير، وهذه نكتة اخرى للداف وانما لم
 يكتف به لان ذكر المبصرات ادخل في التمييز -

ثم اقول : تحقيق المقام ان الابصار لا شك انه ليس كالارادة
 والقدرة والتكوين التي لا يجب فعلية جميع العلاقات الممكنة لها بل هو من
 الصفات التي يجب ان تتعلق بالفعل بكل ما يصلح لتعلقها كالعلم فعدم ابصار
 بعض ما يصح ان يصبره نقص فيجب تنزيهه تعالى عنه كعدم العلم ببعض ما
 يصح ان يعلم، هذا مما لا يجوز ان يتناطح فيه عنزان انما الشان في تعبير ما
 يصح تعلق الابصار به فان ثبت القصر على الاشكال والالوان والاكو ان فذاك،
 وان ثبت عموم الصحة بكل موجود وجب القول بتحقيق عموم الابصار اذ لا
 وابدأ لجميع الكائنات القدیمة والحادثۃ الموجودۃ فی ازمنتها المحققة او
 المقدرة لما عرف من انه لا يجوز ههنا شئ منتظر، لكن الاول باطل للاجما
 ع على رؤية المؤمنين ربهم تبارك وتعالى في الدار الاخرة فكان اجماعاً
 على ان صحة الابصار لا تختص بما ذكر وقد صرح اصحابنا في هذا المبحث
 ان مصحح الرؤية هو الوجود وقد اجمعوا كما في المواقف انه تعالى يرى
 نفسه فتبين ان الحق هو التعميم وان قوله تعالى انه بل شئ بصير (۲) جار على
 صرافة عمومه من دون تطرق تخصيص اليه اصلاً هكذا ينبغي التحقيق والله

ولی التوفیق ومن اتقن هذا تيسر له اجراءه في السمع بدليل كلام الله سبحانه و
تعالى فافهم والله سبحانه و تعالى اعلم - منه رضى الله عنه -

فائدہ:

واضح ہو کہ ”منح الروض“ میں ملا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالیٰ کی بصارت کا اشکال والوں اور اس کی سمع کا اصوات و کلام کے ساتھ اختصاص کا اشارہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ لاقانی نے ”جوہرۃ التوحید“ کی شرح میں اللہ تعالیٰ کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے۔ اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذوات ہوں یا صفات، تو باری تعالیٰ اپنی ذات و صفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفات مثلاً ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ و تعالیٰ کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان و اشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں۔ انتہی۔

(اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے، الخ۔

اور اللہ تعالیٰ کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے، الخ۔

اقول: اس سے متعلق میں کہتا ہوں او یعنی یا، سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کر کے اس کے تصور کی بداهت کو ظاہر کیا پھر موجودات کو ساتھ ذکر کیا تا کہ دور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات و موجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ مبصر وہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہو سکے جبکہ کسی شئی سے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے، ہاں ہماری دنیاوی عادی ابصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو

اپنائے، اس لئے انہوں نے مذکورہ وہم کے ازالہ کے لئے ”او بالمو جودات“ کلمہ ”او“ کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے، تو مبصرات کے بعد موجودات پر اکتفاء اس لئے نہ کیا کیونکہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل ہے۔

پھر میں کہتا ہوں مقام کی تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک، ارادہ، قدرت اور تکوین صفات جیسی نہیں، جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار میں سے ہے جن کا ممکن التعلق سے بالفعل ہونا واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے، تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہو سکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے، جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک و منزہ ہے، یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہو سکتیں، اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہو سکتا ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ابصار صرف اشکال والوان واکوان سے ہی متعلق ہو سکتی ہے تو یہی ہوگا۔ اور اگر ثابت ہو جائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہو سکتا ہے تو پھر لازماً وابدات تمام کائنات و حادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے، کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رؤیت پر اجماع ہے (حالا نکہ اللہ تعالیٰ اشکال والوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال والوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس بحث میں تصریح کر دی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا مدار صرف وجود ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ موافق میں ہے۔ تو ابصار میں تعیم ہی حق ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”انہ بکل شیء بصیر“ کا اجراء اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہوگا، یوں تحقیق ہونی چاہئے جبکہ اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے، جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، پس سمجھو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ منہ رضی اللہ عنہ۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۱۵/۳۱۴ تا ۳۱۹) مع حواشی

سورة القلم

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ۔☆

قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔

(۲) مَا آنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ۔☆

تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

(۳) وَاِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِيْمٍ۔☆

اور بیشک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن عظیم میں جا بجا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کفار کی جاہلانہ جدال مذکور جس کے مطالعہ سے ظاہر کہ وہ اشیاء طرح طرح سے حضرات انبیاء میں سخت کلامی اور بیہودہ گوئی کرتے۔ اور حضرات رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے حلم عظیم و فضل کریم کے لائق جواب دیتے۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

”ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَا آنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ“

قسم قلم اور نوشتہ ہائے ملائکہ کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں ”اِنَّكَ لَا

جراغیر ممنون“ اور بے شک تیرے لئے اجر بے پایاں ہے کہ تو ان دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا اور حلم و کرم سے پیش آتا ہے، مجنون تو چلتی ہوا سے الجھا کرتے ہیں تیرا سا حلم و صبر کوئی تمام عالم کے عقلا میں تو بتا دے ”وَاِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِيْمٍ“ اور بے شک تو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے (کہ ایک حلم و صبر کیا تیری جو خصلت ہے اس درجہ با شوکت ہے کہ اخلاق عاقلان جہاں مجتمع ہو کر اس ایک شمع کو نہیں پہنچتے پھر اس سے بڑھکر اندھا کون جو تجھے

ایسے لفظ سے یاد کرے مگر یہ انکا اندھا پن بھی چند روز کا ہے ”فستبصرو یبصرون بایکم المفتون“ عنقریب تو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کسے جنون ہے آج اپنی بے خودی و دیوانگی و کور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے اور دوست و دشمن سب پر کھلا چاہتا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(تجلی الیقین ۴۴ تا ۴۷)

سورة المعارج

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۳۴﴾ والذین هم علی صلاتهم یحافظون۔☆

اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿۳۵﴾ اولئک فی جنت مکرمون۔☆

یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جلالین شریف امام جلال الملمۃ والدین شافعی میں ہے:

یحافظون بادائہا فی اوقاتہا۔

محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔

نسفی شریف میں ہے:

المحافظة علیہا ان لا تضیع عن مواقیتہا۔

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۲۷۲)

سورة نوح

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۳) وقالوا لاتذرن الهتكُم ولا تذرن وداولا سواغا ولا

يعوث ويعوق ونسرا۔ ☆

اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ودا اور سواغ اور یعوث اور

یعوق اور نسرا کو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال كانوا اسماء رجال صالحين من قوم نوح لما هلكوا اوحى

الشيطان الى قومهم ان نصبوا الى مجالسهم التي كانوا يجلسون انصابا وسموها

باسمائهم ففعلوا فلم تعبد حتى اذا هلك اولئك ونسخ العلم عبادت

عبد ابن حميد اپنی تفسیر میں ابو جعفر بن مہلب سے راوی:

قال كان ود رجلا مسلما و كان محببا في قومه فلما مات عسكر واحول

قبره في بابل وجزعوا عليه فلما رأى ابليس جزعهم عليه تشبه في صورة انسان ثم

قال ارى جزعكم على هذا فهل لكم ان اصور لك مثله فيكون في ناديكُم

فتذكرونه به قالوا نعم فصور لهم مثله فوضعوه في ناديمهم وجعلوا يذكرونه فلما

رأى ما لهم من ذكره قال هل لكم ان اجعل لكم في منزل كل رجل منكم تمثالا

مثله فيكون في بيته فتذكرونه قالوا نعم فصور لكل اهل بيت تمثالا مثله فاقبلوا

فجعلوا يذكرونه به قال وادرك ابنائهم فجعلوا يرون ما يصنعون به وتناسلوا ودرس

امر ذكرهم اياه حتى اتخذوا الها يعبدونه من دون الله قال و كان اول ما عبد غير

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۹/۴۷)

الله في الارض الصنم الذي سموه بود۔

سورة الجن

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) قل اوحى الى انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا

قرانا عجباً۔ ☆

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

(۲) يهدى الى الرشداً فامنا به ۛ ولن نشرك بربنا احداً۔ ☆

کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وقد كانوا سمعوه صلى الله تعالى عليه وسلم في صلاة الفجر ، كما تقدم ؛ و مر حديث ابن اسحق في اسلام امير المؤمنين عمر رضى الله تعالى عنه و روى ابن اسحاق في مسنده عنه رضى الله تعالى عنه خرجت اتعرض رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قبل ان اسلم فوجدته قد سبقني الى المسجد فقامت خلفه فاستفتح سورة الحاقة فجعلت اتعجب من تاليف القرآن فقلت هو شاعر كما قالت قريش فقراً انه لقول رسول كريم وما هو بقول شاعر قليلاً ما تؤمنون فقلت كاهن علم ما في نفسى فقراء ولا بقول كاهن قليلاً ما تذكرون الى آخر السورة فوقع الاسلام في قلبي كل موقع (۱) اقول لكن ذكر ابن عباس رضى الله تعالى عنهما في حديث المذكور نزول الحاقة بعد بنى اسرائيل بسبع و عشرين سورة و جعلها من اواخر ما نزل بمكة ولا يظهر الجمع بان بعضها نزل به بما فسمعه عمر قبل ان يسلم و تاخر نزول الباقي و اعتبر ابن عباس الاكثر فان امير المو

منین يقول في هذا الحديث ان صح فاستفتح سورة الحاقة و يذكر الآيات من
اواخرها ثم يقول الى اخر السورة فالله تعالى اعلم -

بل قال مجاهد في قوله تعالى فا صدع بما تؤمر هو الجهر بلقرآن حکاه
فی المواهب من المقصد الاول قال قالوا فكان ذلك بعد ثلث سنين من النبوة قال
الزرقاني تبرئ منه لجزم الحافظ في سيرته بان نزول الآية كان في السنة الثالثة۔ (۲)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے
کان لگا کر سنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور
جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت نماز فجر میں سنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔
اور ابن اسحاق کی روایت گزر چکی ہے جو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام
لانے کے بارے میں ہے۔

اور ابن اسحاق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں:
اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لئے گھر سے نکلا تو
آپ اس وقت مسجد کو جا چکے تھے، میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا، انہوں نے سورۃ الحاقہ
شروع کی تو میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر
ہے، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو،
میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میری بات معلوم ہو گئی، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی، نہ
یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو سورۃ کے آخر تک۔

چنانچہ اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔

اقول: لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول
اس وقت ہوا جب سورۃ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں نازل ہو چکیں تھیں اور ابن عباس
نے الحاقہ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں۔ پھر حضرت عمر
نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے کس طرح سن لی تھیں جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں
ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہوئی تھی (اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ
ہو سکتا ہے اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمر نے اس کو سن لیا ہو اور باقی ماندہ زیادہ

تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہوا اور حضرت عباس نے اکثر باقیماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہو غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمروالی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ، پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں ”سورت کے آخر تک“ یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟ پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے، بلکہ پ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا (اے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس کا اعلان کرو۔ اس سے مراد قرآن کو جہر پڑھنا ہے۔ یہ بات مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے۔

صاحب مواہب نے کہا:

کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ (کہتے ہیں: کہہ کر ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۸۸ تا ۹۰)

☆ (۲۶) علم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احدا۔

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
نفی علم غیب میں وہابیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

عن ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت : جاء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فدخل على صبيحة بنی بی فجلس على فراشي كمجلسك منی ، فجعلت جویریات يضربن الدف لهن ويندن من قتل من آبائی يوم بدرالی ان قالت احداهن وفينا نبی يعلم ما فی غد، فقال : دعی هذا و قولی الذی كنت نقولین ۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری شادی میں تشریف لائے، چھوکر یاں دف بجا کر میرے باپ چچا جو بدر

میں شہید ہوئے تھے ان کے اوصاف گاتی تھیں کہ اس میں کوئی بولی: ہم میں وہ نبی ہیں جنہیں آئندہ کا حال معلوم ہے، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے رہنے دو اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جا۔

اقول وباللہ التوفیق: امام الوہابیہ اس حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا جسے کہا اس فصل میں ان آیتوں حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے، تو وہ اس حدیث سے یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آئندہ جاننے کی اسناد مطلقاً شرک ہے اگرچہ بعطاء الہی جانے کہ اس نے صاف کہہ دیا۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہر طرح مشرک ہے، اور خود مصرع مذکور کا مطلب ہی یوں بتایا کہ چھوکر یاں کچھ گانے لگیں اس میں پیغمبر خدا کی تعریف یہ کہی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ باتیں جانتے ہیں، بایں ہمہ حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا مگر جب حدیث میں حکم شرک کی اصلاً بونہ پائی تو خود ہی اپنے دعوے سے تنزل پر آیا اور صرف اتنا لکھنے پر بس کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکر یوں کو گانے بھی نہ دیا چہ جائیکہ غافل مرد اس کو کہے یا سن کر پسند کرے۔ (تفویہ)

اللہ اللہ، اللہ کے دیئے سے بھی ایسا مرتبہ ماننا اس کے نزدیک شرک ہو تو شکایت نہیں کہ اس کے دھرم میں اس کا معبود کو دہی کسی کو آئندہ باتیں جاننے کا مرتبہ دینے پر قادر نہیں، کیا اپنا شریک کسی کو بنا سکے گا، یونہی یہ امر بھی اسے مضرب نہیں کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو بعطاء الہی بھی اطلاع علی الغیب کا مرتبہ نہ ملتا صریح مخالف قرآن عظیم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:-

و ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یحبتی من رسلہ من یشاء۔

اللہ اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع کا منصب دے ہاں اپنے رسولوں سے

چن لیتا ہے جسے چاہے۔

و قال اللہ تعالیٰ:-

عالم الغیب فلا یشہر علی غیبہ احدا۔ الا من ارتضیٰ من رسول۔
غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب و مسلط نہیں کرتا مگر وہ اپنے پسندیدہ
رسولوں کو۔

یہاں ”لا یشہر غیبہ علی احدا“ نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں
فرماتا کہ اظہار غیب تو اولیائے کرم قدست اسرارہم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی بلکہ فرمایا ”لا یشہر علی غیبہ احدا“ اپنے غیب خاص پر کسی کو
ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو، ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلیٰ
مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہونا قرآن عظیم سے کیسا ظاہر ہے مگر اسے کیا مفسر کہ جب
اس کے نزدیک اللہ کا کذب ممکن جیسا کہ اس کے رسالہ یکروزی سے ظاہر اور فقیر کے رسالہ
”سبحان السبوح عن عیب کذب المقہوح“ میں اس کا رد ظاہر و باہر تو قرآن کی مخالفت اس پر
کیا موثر، واللہ المستعان علی کل غوی فاجر، اس سب سے گزر کر ہوشیار عیار سے اتنا
پوچھئے کہ بالفرض اگر حدیث سے ثابت ہے بھی تو صرف ممانعت کہ انبیاء کی جناب میں ایسا
عقیدہ نہ رکھے، وہ شرک کا جبروتی حکم جس کے لئے اس فصل اور ساری کتاب کی وضع ہے
کہاں سے نکالا؟ کیا اسی کو اتمام تقریب کہتے ہیں اور یہ اس کا قدیم داب ہے کہ دعویٰ کرتے
وقت آسمان سے بھی اونچا اڑے گا اور دلیل لاتے وقت تحت الثریٰ میں جا چھپے گا اور پیچھا کیجئے
تو وہاں سے بھی بھاگ جائے گا، جا بجا ایسی ہی نا تمام انکل بازیوں سے عوام کو چھلا اور کاغذ کا
چہرہ اپنے دل کی طرح سیاہ کیا۔

ثم اقول: اور انصاف کی نگاہ سے دیکھئے! تو بحمد اللہ تعالیٰ حدیث نے شرک کا تسمہ بھی لگا
نہ رکھا، او شرک پسند! او شرک کی حقیقت و شاعت سے غافل! کیا شرک کوئی ایسی ہلکی چیز ہے
کہ اللہ کا رسول اور رسولوں کا سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مجلس میں اپنے حضور اپنی امت کو
شرک بکتے کفر بولتے سنے اور یونہی سہل دو حرفوں میں گزار دے کہ اسے رہنے دو وہی پہلی بات
کہے جاؤ۔

اب یاد کرو حدیث ابی داؤد و یحک انہ لا یشتشفع باللہ علی احد کے متعلق اپنی
بدگامی کی تقریر کو۔

عرب میں قحط پڑا تھا، ایک گنوار نے پیغمبر کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس، یہ بات سن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت میں آ گئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے، پھر اس کو سمجھایا کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں وہ کس کے روبرو سفارش کرے۔

سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول کی اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے۔

اقول: انبیاء اولیاء کو ذرہ ناچیز سے کم تر کہنے کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا کہ حضور نے اسے یوں سمجھایا یہ تیرا افتراء ہے، حدیث میں اس کا وجود نہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حواس کہنا یہ تیری بیدینی کا ادنیٰ کرشمہ اور افتراء ہے، حدیث میں اس کا بھی نشان نہیں اور اللہ عز وجل کی عظمت اس کی صفت پاک اس کی ذات اقدس سے قائم ہے مکان و محل سے منزہ ہے، کیا جانے تو کس چیز کو خدا سمجھا ہے جس کی عظمت مکانوں میں بھری ہوئی ہے خیر یہ تو تیرے بائیں ہاتھ کے کھیل ہیں۔

تیر بر جائے انبیاء انداز

طعن در حضرت الہی کن

بے ادب باش و آنچہ دانی گو

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

مگر آنکھوں کی پٹی اتر واکر ذرا یہ سوچ کہ جو بات عظمت شان الہی کے خلاف ہو اسے سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہوتا ہے حالانکہ سفارشی ٹھہرانے کو یہ بات کہ اس کا مرتبہ اس سے کم ہے جس کے پاس اس کی سفارش لائی گئی۔ ایسی صریح لازم نہیں جسے عام لوگ سمجھ لیں ولہذا وہ صحابہ اعرابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ با آنکہ اہل زبان تھے اس نکتے سے غافل رہے تو کیا ممکن ہے کہ صریح شرک و کفر کے کلمے سنیں اور اصلاً کوئی اثر غضب و جلال چہرہ اقدس پر نمایاں نہ ہو، نہ حضور دیر تک سلجھن اللہ سبحان اللہ کہیں، نہ اہل مجلس کی حالت بدلے، نہ

ان کہنے والیوں پر کوئی مواخذہ ہو، ایک آسان سی بات قناعت فرمائیں کہ اسے رہنے دو، کیوں نہیں فرماتے کہ اری تم کفر بک رہی ہو، اری تقویۃ الایمان کے حکم سے تم مشرک ہو گئیں، تمہارا دین جاتا رہا، تم مرتد ہوئیں، از سر نو ایمان لاؤ، کلمہ پڑھو، نکاح ہو گیا ہے تو تجدید نکاح کرو، غرض ایک حرف بھی ایسا نہ فرمایا جس سے شرک ہونا ثابت ہو، کہنے والیوں کو اپنا حال اور اہل مجلس کو اس لفظ کا حکم معلوم ہو حالانکہ وقت حاجت بیان حکم فرض ہے اور تاخیر اصلاً روا نہیں، تو خود اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اطلاع علی الغیب کی نسبت ہرگز شرک نہیں، رہا ممانعت فرمانا وہ بھی یہ بتائے کہ انبیائے کرام و خود سید الانام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں اس کا اعتقاد فی نفسہ باطل ہے، یہ منہ دھور کھئے، منع لفظ بطلان معنی ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لئے وجوہ ہیں اور عقل و نقل کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ ”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال“۔

اولاً ممکن کہ لہو و لعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنا نے گانے اور وہ بھی دف بجانے میں پسند نہ فرمائی، لہذا ارشاد ہوا: اسے رہنے دو اور وہی پہلے گیت گاؤ۔

ارشاد الساری لمعات و مرقات وغیرہ میں اس احتمال کی تصریح ہے۔

ثانیاً اقول: ممکن کہ مجلس عورتوں کینروں کی کم فہم لوگوں کی تھی ان میں منع فرمایا کہ تو ہم ذاتیت کا سد باب جو شرع حکیم ہے اور امام الوہابیہ کی متاوندھی، جو محتمل ذو وجوہ بات جس میں برے پہلو کی طرف لے جانے کا احتمال ہو چھو کر یوں کو منع کی جائے، دانشمند مردوں کے لئے اس کی ممانعت بدرجہ اولیٰ جانتا ہے حالانکہ معاملہ صاف الٹا ہے، ایسی بات سے کم علموں کم فہموں کو روکتے ہیں کہ غلط نہ سمجھ بیٹھیں، عاقلوں دانشمندوں کو منع کیا ضرور کہ ان سے اندیشہ نہیں۔

(الامن والعلیٰ ۲۰۱ تا ۲۰۴)

سورة المزمل

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) یٰٰایہا المزمل۔☆

اے جھرمٹ مارنے والے۔

(۲) قم الیل الا قلیلاً۔☆

رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے۔

(۳) نصفۃ او انقص منه قلیلاً۔☆

آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔

(۴) اوزد علیہ ورتل القرآن ترتیلاً۔☆

یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

(۵) انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔☆

بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

(۶) ان ناشئۃ الیل ہی اشد وطأ و اقوم قیلاً۔☆

بیشک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دواؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

(۷) ان لک فی النہار سبحاً طویلاً۔☆

بیشک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں۔

(۸) واذا کرا سم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً۔☆

اور اپنے رب نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہور ہو۔

(۹) رب المشرق والمغرب لا الہ الا ہو فاتخذہ وکیلاً۔☆

وہ پورب کارب اور پچھتم کارب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

(۱۰) واصبر علیٰ ما یقولون واهجر ہم ہجرًا جمیلاً۔☆

اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

☆ (۱۱) وذرني والمكذبين اولي النعمة ومهلهم قليلاً ☆

اور مجھ پر چھوڑ دو ان جھٹلانے والے مالداروں کو انہیں تھوڑی مہلت دو۔

☆ (۱۲) ان لدينا انكالا وجحيماً ☆

بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ۔

☆ (۱۳) وطعاماً ذا غصّة وعذاباً اليماً ☆

اور گلے میں پھنستا ہوا کھانا اور دردناک عذاب۔

☆ (۱۴) يوم ترجف الارض والجبال وكانت الجبال كثيباً

مهيلاً ☆

جس دن تھرا تھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔

☆ (۱۵) انّا ارسلنا اليكم رسولا لا شاهدنا عليكم كما ارسلنا

الي فرعون رسولا ☆

بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی

طرف رسول بھیجے۔

☆ (۱۶) فعصى فرعون الرسول فاخذنه اخذاً وبياً ☆

تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

☆ (۱۷) فكيف تتقون ان كفرتم يوماً يجعل الولدان شيباً ☆

پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

☆ (۱۸) السماء منقطر به ط كان وعده مفعولاً ☆

آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا اللہ کا وعدہ ہو کر رہنا۔

☆ (۱۹) ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلاً ☆

بیشک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

☆ (۲۰) ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثي الليل ونصفه

وثلثه وطائفة من الذين معك ط والله يقدر الليل والنهار ط علم

ان لن تحصوه فتاب علیکم فاقروا ماتیسر من القرآن ط علم ان
سیکون منکم مرضی لا وآخرون یضربون فی الارض یتتغون
من فضل اللہ لا وآخرون یقاتلون فی سبیل اللہ صلے فاقروا
ماتیسر منه لا واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واقرضوا اللہ قرضاً
حسنًا ط وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوه عند اللہ هو خیرًا
واعظم اجرًا ط واستغفروا اللہ ط ان اللہ غفور رحیم ☆

بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی
رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے۔
اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع
فرمائی، اب قرآن میں سے جتنا تم کو آسان ہوا اتنا پڑھو اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے
پیار ہوں گے اور زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے
ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے
لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش
مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سورۃ مبارکہ میں قیام اور قرأت نماز کا ثبوت نماز کی فرضیت سے پہلے واضح طور پر

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۸۶)

موجود ہے۔

(۲۰) نماز قبل معراج میں جماعت بھی تھی۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

فقد اخرج احمد و ابن ماجہ و الحارث فی مسندہ و غیرہم عن اسامۃ

بن زید عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

سلم فی اول ما او حی الیہ، فاراہ الوضوء والصلاة، فلما فرغ من الوضوء اخذ

غرفة من ماء فنضح بها فرجہ وفي سيرة ابن اسحق وسيرة ابن هشام والمواهب

اللدنية من المقصد الاول و کتاب الخمیس و افضل القرى لقراء ام القرى للامام

ابن حجر المکی ثم حاشیة الكنز للعلامة السیدابی السعد الازہری ثم حاشیة

الدرر للعلامة السيد احمد الطحطاوى هذا لفظ القسطلانى مزید امن الزرقانى (قدوری) مرضه لان له طرقاً لا تحلو من مقال لكنها متعددة يحصل باجتماعها القوة (ان جبریل بدا له صلى الله تعالى عليه وسلم) وهو باعلى مكة كما عند ابن اسحق اى بجبل الحراء كما فى الخميس (فى احسن صورة واطيب رائحة فقال يا محمد: ان الله يقرئك السلام و يقول لك: انت رسولى الى الجن والانس فادعهم الى قول لا اله الا الله ثم ضرب برجله الارض فنبعت عين ماء فتوضاً منها جبریل ذاد ابن اسحق ورسول الله ينظر اليه ليريه كيف الطهور الى الصلاة (ثم امره ان يتوضاً، وقام جبریل يصلى و امره ان يصلى معه) زاد فى رواية ابى نعيم عن عائشة رضى الله تعالى عنها، فصلى ركعتين نحو الكعبة (فعلمه الوضوء والصلاة، ثم عرج الى السماء ورجع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، لا يمر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وهو يقول: السلام عليك يا رسول الله! حتى اتى خديجة، فاخبرها، فغشى عليها من الفرح، ثم امرها فتوضأت، وصلى بها كما صلى به جبریل) زاد فى رواية، و كانت اول من صلى (فكان ذلك اول فرضها) اى تقديرها (ركعتين) اه

وله تمام سياتى و اخرج الطبرانى عن ابى رافع رضى الله تعالى عنه، قال ل: صلى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم اول يوم الاثنين، وصليت خديجة اخره، وصلى على يوم الثلاثاء -

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنی فرج پر چھڑکا۔

سیرت ابن اسحاق میں، سیرت ابن ہشام میں، مواہب لدنیہ کے کتاب الخمیس میں، ابن حجر مکی کی افضل القرى لقراء ام القرى میں سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحطاوی کے حاشیہ در مختار میں مذکور ہے۔

اور الفاظ قسطانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے۔
 (روایت کی گئی ہے) بصیغہ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لیے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے (کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آئے) جبکہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے۔ جیسا کہ سیرت ابن اسحق میں ہے۔ یعنی کوہ حرا پر تھے۔ جیسا کہ خمیس میں ہے۔ (اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحاق نے اضافہ کیا ہے کہ۔ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کے لئے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پر ہنسنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گذرتے وہ کہتا، السلام علیک یا رسول اللہ۔ یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آگئی۔ پھر رسول اللہ نے انہیں بھی وضوء کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اھ

اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصہ میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۸۳ تا ۸۵)

و لفظہ عن ابن اسحق، ثم قام به جبرئیل فصلی به، و صلی رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصلاتہ ، (الی ان قال فی خدیجۃ) صلی بہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما صلی بہ جبرئیل فصلت بصلاتہ (۱) اہ
وقد قال تعالیٰ و طائفة من الذین معک (۲) و اخرج الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث مجتبی الجن الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول البعث ، انہم اتوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و هو یصلی با صحابہ صلاة الفجر ، قال الزرقانی المراد بالفجر الرکعتان اللتان کان یصلیہا قبل طلوع الشمس الخ ۔

جیسا کہ بعثت والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ ابن اسحاق کے ہاں اس طرح ہیں ، پھر جبریل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز پڑھی ۔ اہ
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے ۔ بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتدائے وحی کے دوران رسول اللہ کے پاس جنات کے آنے کا ذکر ہے ۔ اس میں ہے کہ جب جنات آپ کے پاس آئے اور اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے ۔

زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے ۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۸۸)

(۲۰) فرض قرأت صرف ایک آیت کی تلاوت ہے ، سورۃ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے ۔ سورۃ فاتحہ اور فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موافقت اور بعض احادیث احادیث سے ثابت ہوا ۔ یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں ۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۳۳۳)

سورة المدثر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) یایہا المدثر۔ ☆

اے بالاپوش اوڑھنے والے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن کریم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے، مگر جہاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ اور القاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔ جیسے

یا ایہا النبی انا ارسلنک۔

اے نبی! ہم نے تجھے رسول کیا۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک۔

اے رسول! پہنچا جو تیری طرف اترا۔

یا ایہا المزمل قم اللیل۔

اے کپڑے اوڑھ لیٹنے والے! رات میں قیام فرما۔

یا ایہا المدثر قم فانذر۔

اے جھرمٹ مارنے والے! کھڑا ہو، لوگوں کو ڈرنا۔

یس والقراں الحکیم انک لمن المرسلین۔

اے یس یا اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک تو مرسلوں میں سے

ہے۔

طہ، ما انزلنا علیک القرآن لتشقی۔

اے طہ یا اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا، کہ تو مشقت میں

پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداهت حضور سید المرسلین و انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔
یا آدم ست با پدر انبیا خطاب

یا ایہا النبی خطاب محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے۔ اور ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے۔ اے مقرب حضرت! اے نائب سلطنت! اے صاحب عزت! اے سردار مملکت! تو کیا کسی طرح محل ریب و شک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت والا اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد و اراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ خصوصاً۔ یا ایہا المزمّل۔ و یا ایہا المدثر۔ تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالا پوش اوڑھے۔ جھر مٹ مارے لیٹے تھے۔ اسی وضع حالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی۔ بلا تشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے او با نکی ٹوپی والے، اودھانی ڈوپٹے والے، اودامن اٹھا کے جانے والے، اودامن اٹھا کے جانے والے! فسبحن اللہ و الحمد للہ و الصلوٰۃ الزہراء علی الحبيب ذی الجاہ۔

ثم اقول: نہایت یہ ہے کہ اشقیائے یہود مدینہ و مشرکین مکہ جو حضور سے جاہلانہ گفتگوئیں کرتے۔ ان مقالات خبیثہ کو بغرض رد و ابطال و مژدہ رسانی عذاب و نکال بارہا نقل فرمایا گیا۔ مگر ان گستاخوں کی اس بے ادبانہ مذاکا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے محل نقل میں بھی ذکر نہ آیا ہاں جہاں انھوں نے وصف کریم سے ندا کی تھی۔ اگرچہ ان کے زعم میں بطور استہزاء تھی۔ اسے قرآن مجید نقل کر لایا کہ۔ قالوا یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر۔ بولے اے وہ جس پر قرآن اترا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخلاف حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کہ ان سے کفار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔ یشوح قد جاد لتناء انت فعلت هذا بالہتنا

یا براہیم یمو سی ادع لنا ربك بما عهد عندك یصلح ائتنا بما تعدنا ، یا شعیب ما نفقه كثيراً مما تقول ۔ بلکہ اس زمانہ کے مطیعین بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے یونہی خطاب کرتے ہیں اور قرآن عظیم نے اسی طرح ان سے نقل فرمائی۔

اسباط نے کہا:

یمو سی لن نصبر علی طعام واحد ۔

حواریوں نے کہا:

یعیسیٰ ابن مریم هل یستطیع ربك ۔

یہاں اس کا بند و بست فرمایا کہ اس امت مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا۔

قال الله تعالى لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً ۔
رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرا جو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہ اے زید! اے عمر! بلکہ یوں عرض کرو۔ یا رسول اللہ ، یا نبی اللہ یا سید المرسلین ، یا خاتم النبیین ، یا شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم وعلیٰ الک اجمعین ۔

ابو نعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی۔ قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنہم اللہ عن ذلک اعظما ما لنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ فقالوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ !۔

یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم! کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کی تعظیم کو اس سے نہیں فرمائی۔ جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! کہا کرتے۔

نبیہی امام علقمہ و امام اسود اور ابو نعیم امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی۔ لا تقولوا یا محمد و لكن قولوا یا رسول اللہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔ اسی طرح امام قتادہ تمیزانس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔ ولہذا علما تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک، مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے، غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مرغی وغیرہ

محققین نے فرمایا۔ اگر یہ لفظ کسی دعاء میں وارو ہو جو خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے۔ یا محمد انی توجہت بک الی ربی۔ تاہم اس کی جگہ یا رسول اللہ! یا نبی اللہ کہنا چاہئے حالانکہ الفاظ دعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی۔ کما یدل علیہ حدیث نبیک الذی ارسلت و رسولک الذی ارسلت۔ یہ مسئلہ مہتمہ جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں۔ نہایت واجب الحفظ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر اپنے مجموعہ فتاویٰ مسمی بہ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ۔ میں ذکر کی وباللہ التوفیق خیر یہ تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ تھا حضور کے صدقہ میں اس امت مرحومہ کا خطاب بھی خطاب امم سابقہ سے ممتاز ٹھہرا۔

اگلی امتوں کو اللہ تعالیٰ یا ایہا المساکین۔ فرمایا کرتا تو ریت مقد میں جا بجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم واوردہ السیوطی فی الخصائص الکبریٰ اور اس امت مرحومہ کو جب ندا فرمائی ہے۔ یا ایہا الذین امنوا۔ فرمایا گیا ہے یعنی اے ایمان والو! امتی کے لئے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔ سچ ہے پیارے کے علاقہ والے بھی پیارے آخر نہ سنا کہ فرماتا ہے۔ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ میری پیروی کرو محبوب ہو جاؤ گے۔

(تجلی الیقین ۳۵ تا ۴۰)

☆ (۳) وربک فکبر۔

اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں اس آیت سے تکبیر تحریمہ کی فرضیت ثابت۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۸۶)

☆ (۴) وثیابک فطہر۔

اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں اس آیت سے نماز میں طہارت ثوب کی فرضیت ثابت۔ (جدید ۵/۸۵)

سورة الانسان

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج ملى نبتليه فجعلناه

سميعاً بصيراً۔ ☆

بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عقلاً ونقلاً بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ کان انسان نہیں۔ تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع و بصیر فرمایا چشم و گوش نہیں۔ اور باقی اعضا کا سمع و بصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر تو وہ نہیں مگر روح۔

(۳) انا هدينه السبيل اما شاكرًا واما كفورًا۔ ☆

بیشک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق ماننا یا ناشکری کرنا۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں فرمایا کہ انسان یا تو شاکر یعنی مسلمان ہوگا یا کفور یعنی کافر ہوگا، تو آج کل بعض گمراہ فرقوں کا اہل سنت کو بات بات پر کافر و مشرک کہنا آیت کے خلاف یا تو ایمان و کفر کے درمیان کوئی واسطہ نکالنا ہے، یا پھر خود کافر و مشرک بننا ہے، یہاں اسی کا بیان ہے)

بالجملہ اصلاً محل شبہ نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو مشرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علماء اولیا و صلحا و اصفیا بلکہ امت مرحومہ محمدیہ علی مولہا و علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا۔

وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے

سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خو
دکافر ہے اور طرفہ یہ کہ اس فرقہ ظاہریہ کو احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے۔

امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے راوی۔ واللفظ لمسلم۔ الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔
حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لا خبیہ کافر فقد باء بها احدہما ان کان کما قال والا
رجعت علیہ۔

یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا
وہ حقیقتہً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔
صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل لا خبیہ یا کافر فقد باء بہ احدہما۔

جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو یا کافر کہے تو ان دونوں میں ایک کا رجوع اس
طرف بیشک ہو۔

امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس من دعا رجلاً بالكفر او قال عدو الله و ليس كذلك الا حار علیہ
و لا یرمی رجل رجلاً بالفسق و لا یرمیہ بالكفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صا
حبہ كذلك هذا مختصراً۔

جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کلمہ اسی پر پلٹ آئے اور کوئی شخص کسی
کو فسق یا کفر کا طعن کرے مگر وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا۔ یہ اختصاراً
ہے۔

امام ابن حبان اپنی صحیح مسمیٰ بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اکفر رجلا قط الا باء بها احد هما ان كان كافرا او الا کفر

بتکفیرہ

یعنی جو کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کا فر ہوا۔

علماء فرماتے ہیں یونہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا۔

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالكفر بالله تعالى او الشرك به و كذلك بالزندقة والا لحاد والنفاق الكفرى اه ملخصا۔

کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا اسی طرح زندیق، الحاد اور نفاق کفری کی نسبت کر کے پکارا (تو خود کافر ہو جائے گا) اھ تلخیصاً۔
کذلك يا مشرك ونحوه۔

اسی طرح اسے مشرک کہا تو مشرک ہو جائے گا۔

اقول وباللہ التوفیق: یہ معنی خود انہیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدو اللہ ہے اور عدو اللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اجنبی اقسام کفر سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی دخول اولی رکھتا ہے۔ والعیاذ باللہ سبخنہ و تعالیٰ۔

وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے۔ ع

ترک و ہندی درمن آں بیند کہ اوست

(ترک اور ہندی مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو اس میں ہے)

المرؤ یقیس علی نفسہ۔ (انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔ جب اس نے اسے کافر یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقتہً اوصاف ذمیہ اسی کہنے

والے میں تھے جن کا عکس اس آئینہ الہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اس کریمہ بدنما شکل کو آئینہ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامن آئینہ اس لوٹ و غبار سے صاف و منزہ ہے۔

یہ تو حدیث تھی جو بحکم یقولون من خیر قول البریۃ۔ (وہ ساری مخلوق سے بہتر کا قول کہتے ہیں۔ ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا: لا یجاوز تراقیہم۔

(ان کے حلق سے اسلام تجاوز نہیں کریگا۔)

اب فقہ کی طرف چلے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابو بکر اعلمش وغیرہ عامہ علمائے بلخ و بعض ائمہ بخارا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم احادیث مذکورہ پر نظر فرما کر اس حکم کو یونہی مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجب کفر جانتے ہیں۔

سید اسماعیل نابلسی شرح درر و غرر مولیٰ خسرو میں فرماتے ہیں:

لو قال للمسلم کافر کان الفقیہ ابو بکر الاعمش یقول کفر و قال غیرہ من مشایخ بلخ لا یکفر و اتفقت ہذہ المسئلۃ ببخارا فاجاب بعض ائمة بخارا انه یکفر فرجع الجواب الی بلخ انه یکفر فمن افتی بخلاف قول الفقیہ ابی بکر رجع الی قوله الخ (۱) ملخصا۔

اگر کسی نے مسلمان کو کافر کہا تو فقیہ ابو بکر اعلمش اسے کافر قرار دیتے، اور مشایخ بلخ میں سے دوسرے علماء کافر نہیں کہتے۔ اتفاقاً یہ مسئلہ بخارا میں پیش آیا اور بعض ائمہ بخارا نے ایسے شخص کو کافر قرار دیا تو یہ جواب واپس بلخ گیا (یعنی کافر کہا جائے گا) تو جس جس فقیہ نے ابو بکر اعلمش کے خلاف فتویٰ دیا تھا انہوں نے ان کے قول کی طرف رجوع کر لیا اھ ملخصا۔

رسالہ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے:

فرجع الكل الی فتاویٰ ابی بکر البلخی و قالوا کفر الشاتم۔ تمام علماء نے ابو بکر بلخی کے اس فتویٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس طرح گالی دینے والے کو کافر قرار دیا۔

احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے۔

و ینبغی ان لا یکفر علی قول ابی الیث و بعض ائمة بخارا۔

ابوللیث اور بعض ائمہ بخارا کے قول پر مناسب یہ ہے کہ کافر نہ کہا جائے۔

اور مذہب صحیح معتمدہ و مرجع فقہائے کرام میں تفصیل ہے کہ اگر بطور سب و دشنام بے اعتقاد تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا جیسے بیباکوں بے قیدوں کو خربے لجام و سگ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں ورنہ کافر ہو جائے گا۔ فتاویٰ ذخیرہ و فصول عمادی و شرح درر و غرر و شرح نقایہ بر جندی و شرح نقایہ قہستانی و نہر الفائق و شرح و ہبانیہ علامہ عبدالبر و در مختار و حدیقہ ندیہ و جواہر اخلاطی و فتاویٰ عالمگیری و رد المختار و غیر ہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار و مختار للفتویٰ و مفتی بہ ہے۔

علماء فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا اور کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔

اقول: و بالله التوفیق، توضیح اس دلیل کی علی حسب مراہم (ان کے مقاصد کے مطابق) یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں۔ نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں۔

فان الکفر والا سلام علی طرفی النقیض بالنسبة الی الانسان لا یجتمعان ابدًا ولا یرتفعان قال تعالیٰ اما شا کرا و اما کفورا، و قال تعالیٰ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔

کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بنسبت نقیض کی دو طرفوں پر ہیں، نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا وہ شا کر ہو گیا کافر۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔

اب جو یہ شخص مثلاً زید مؤمن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لا جرم یہ خاص اسی دین اسلام کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورة اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر۔

اب عبارات علماء سنئے، ہندیہ میں ہے:

المختار للفتویٰ فی جنس ہذہ المسائل ان القائل بمثل ہذہ المقالات

ان کان اراد الشتم ولا يعتقده كافر الا يكفرو ان كاعتقده كافر افحاط به
بهذا بناءً على اعتقاده انه كافر يكفر كذا في الذخيرة (۱) انتھی۔ زاد الشا
می عن النهر عن الذخيرة لانه لما اعتقد المسلم كافر فقد اعتقد دين الاسلام
كفراً۔

اس قسم کے مسائل میں فتویٰ کے لئے مختاریہ ہے کہ ان اقوال کا قائل اگر مراد گالی لیتا
ہے اور اسے اعتقاداً کافر نہیں گردانتا تو وہ کافر نہیں اور اگر اسے اعتقاداً کافر گردانتے ہوئے کافر
کہتا ہے تو پھر یہ کفر ہوگا۔ کذا فی الذخیرۃ انتھی۔

شامی نے نہر کے حوالے سے ذخیرہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ کیونکہ وہ ایک مسلمان
کو کافر مان رہا ہے گویا اس نے دین اسلام کو کفر گردانا ہے۔
در مختار میں ہے:

عزر الشاتم بيا كافر و هل يكفر ان اعتقد المسلم كافر انعم والا لا به

یفتی۔

یا کافر کے ساتھ گالی دینے والے پر تعذیر نافذ کی جائے گی، کیا وہ شخص کافر ہوگا جو
مسلمان کو کافر گردانتا ہے؟ ہاں وہ کافر ہوگا۔ اور اگر کافر نہیں گردانتا تو کافر نہیں، اسی پر فتویٰ ہے
علامہ ابراہیم اخلاطی نے فرمایا:

المختار للفتوى في جنس هذه المسائل ان القائل اذا اراد به الشتم لا
يكفر و اذا اعتقد كفر المخاطب يكفر لانه لما اعتقد المسلم كافر فقد اعتقد
ان دين الاسلام كفرو من اعتقد هذا فهو كافر۔

ان مسائل میں مختار اور مفتی بہ یہی ہے کہ اگر قائل نے اس سے گالی مرادی تو کافر نہیں
ہوگا اور جب مخاطب کو کافر جانے گا تو کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اس نے ایک مسلمان کو کافر
جانا تو گویا اس نے دین اسلام کو کفر جانا اور جو ایسی بات کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہوتا ہے۔
علامہ عبدالعلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا:

قد اختلف في كفر من ينسب مسلماً الى الكفر ففي الفصول العمدية
اذا قال لغيره يا كافر كان الفقيه ابو بكر الا عمش يقول يكفر القائل وقال

غیرہ لا یکفر و المختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل الخ (۱) ذکر مثل ما مر عن الذخيرة بنقل الهندية و النهر معاً سواء بسواء۔

اس شخص کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے جس نے کسی مسلمان کی کفر کی طرف نسبت کی، فصول عمادیہ میں ہے جب کسی نے غیر کو یا کافر کہا تو فقیہ ابو بکر اعمش ایسے شخص کو کافر جانتے لیکن دیگر علماء کافر نہیں جانتے، اور مختار مفتی بہ ایسے مسائل میں یہ ہے الخ۔

گزشتہ عبارت کے مطابق ذخیرہ سے ہندیہ اور نہر دونوں کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا:

المختار انه لو اعتقد هذا الخطأ ب شتم لم يكفر و لو اعتقد المخاطب كافرا كفر لا نه اعتقد الا سلام كفرا كما في العمادی و ما في المواقف انه لم يكفر بالاجماع اريد به اجماع المتكلمين۔

مختار یہ ہے کہ اگر اس خطاب سے گالی کا اعتقاد رکھتا ہے تو کفر نہیں اور اگر مخاطب کو کافر جانتا ہے تو کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس نے اسلام کو کفر جانا ہے۔ جیسا کہ عمادی میں ہے۔ اور مواقف میں جو آیا ہے کہ وہ بالاجماع کافر نہیں تو اس سے اجماع متکلمین مراد ہے۔ مجمع الانہر شرح منقح البحر میں ہے:

قذف مسلماً یا کافراً اراد الشتم و لا يعتقده كفراً فانه يعزرو لا يكفر و لو اعتقد المخاطب كافراً كفر لا نه اعتقد الا سلام كفراً (۳) اگر کسی نے کسی مسلمان کو یا کافر کہہ کر تہمت لگائی اور مراد گالی لی اور اسے کافر نہ جانا تو ایسی صورت میں اس پر تعزیر نافذ کی جائے گی مگر کافر نہ ہوگا۔ اور اگر مخاطب کو کافر جانا تو کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔

علامہ عبد الغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل:

المختار للفتویٰ (فذ كر عين ما مر عن البر جندی و زاد) و من اعتقد ان دين الا سلام كفر كفر۔

مختار للفتویٰ یہ ہے (پھر بعینہ وہی ذکر کیا جو بر جندی سے گزرا ہے اور یہ اضافہ کیا) اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ دین اسلام کفر ہے وہ کافر ہو گیا۔

اس مذہب مفتی بہ پر بھی اس طائفہ مخالفہ کو سخت دقت کہ یہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دو مذہب ان کا کافر ہونا لازم اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

مسلمانوں کو ناحق مشرک کہا تھا احادیث صحیحہ و مذاہب ائمہ کرام و فقہائے عظام پر خود انھیں کے ایمان کے لالے پڑ گئے۔

دیدنی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

ما ذا اخاضك يا مغرور في الخطر حتی هلكت فليت النمل لم تخطر
(تو نے دیکھا کہ پروانہ کے خون ناحق نے شمع کو اس طرح اماں نہیں سی کہ وہ رات کو سحر کر دے) اے مغرور! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈال دیا حتیٰ کہ تو ہلاک ہوا کاش چیونٹی نہ آڑتی مگر حاشا للہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں ہم زہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا اور رسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خاٹی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ضال ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر ہیبت کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بدراہ نہیں اپنی جانوں کے دشمن ہیں عدو اللہ نہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كفو اعن اهل لا اله الا الله لا تكفروهم بذنب فمن اكفر اهل لا اله الا الله فهم الى الكفر اقرب (۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر یسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

یعنی لا اله الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا اله الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔

اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ثلث من اصل الايمان الكف عمن قال لا اله الا الله ولا تكفره بذنب

و لا تخرجه من الاسلام بعمل الحديث۔ اخرجه ابو داؤد عن انس رضى الله تعالى عنه۔

یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے سے زبان روکی جائے اسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرۃ اسلام سے خارج نہ بتائیں۔ الحدیث۔ اسے ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور واروکہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

الاسلام یعلو ولا یعلی۔ اخرجه الدارقطنی و البیہقی والضیاء عن عائذ بن عمرو المرئی رضى الله تعالى عنه۔ اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ اسے دارقطنی، بیہقی اور ضیاء مقدسی نے حضرت عائذ بن عمرو المرئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

لا تکفروا احدا من اهل القبلة۔ اخرجه العقيلي عن ابی الدرداء رضى الله تعالى عنه۔

اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔ اسے عقیلی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد:

و لا تکفروا احدا من اهل القبلة۔

اہل قبلہ سے کسی کو ہم کافر نہیں کہتے۔

اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا:

لا یخرج الا نسا من الاسلام الا جحد ما ادخله فيه۔

انسان کو اسلام سے کوئی چیز خارج نہیں کر سکتی مگر اس شئی کا انکار جس نے اسے اسلام

میں داخل کیا تھا۔

یاد ہے اور جب تک تاویل و توجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہو جائیں

مدعی اسلام کی تکفیر سے گریز چاہئے، پھر ان چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعہ سابقہ صلاح و دیانت طائفہ کے لئے پورا مرثیہ اور انہیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوئے نفس کو پالتے اور اس کے آگے کیسی کیسی احادیث کو پس پشت ڈالتے ہیں، هذا۔

و اقول یظهر للعبد الضعیف غفر الله تعالى له ان ههنا فی کلمات العلماء اطلاقاً فی موضع التقیید کما هو داب کثیر من المصنفین فی غیر ما مقام و انما محل الکفار بالکفار المسلم اذا کان ذلك لا عن شبهة او تاویل و الا فلا فانه مسلم بظاہرہ و لم نؤمر بشق القلوب و التطلع الی اما کن الغیوب و لم نعثر منه علی انکار شئی من ضروریات الدین فکیف یهجم علی نظیر ما هجم علیه ذلك السفیه هذا هو التحقیق عند الفقهاء الکرام ایضاً ید عن ذلك من احاط بکلامهم و اطلع علی مرامهم رحمة الله تعالى علیهم اجمعین الا ترى ان الخوارج خذلهم الله تعالى قد اکفروا امیر المؤمنین و مولی المسلمین علیاً رضی الله تعالى عنه ثم هم عندنا لا یکفرون کما نص علیه فی الدر المختار و البحر الرائق و رد المحتار و غیرها من معتبرات الاسفار و اما ما مر من تقریر الدلیل علی التکفیر فان تعلم ان لازم المذهب لیس بمذهب و امام الاحادیث فمؤولة عند المحققین کما ذکره الشراح الکرام۔

اقول و من ادل دلیل علیه قوله صلی الله تعالى علیه وسلم فی الحدیث المار فهو الی الکفر اقرب فلم یسم کافراً و انما قربه الی الکفر لان الاجترار علی الله تعالى او بمثل ذلك قد یکون یرید الکفر و العیاذ بالله رب العلمین و لا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم۔

میں کہتا ہوں عبد ضعیف، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے، پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہاں مقام تقیید میں عبارات علماء میں اطلاق ہے جیسا کہ کسی مقام پر اکثر مصنفین کا یہی طریقہ دیکھا گیا ہے کسی کو کسی مسلمان کے کافر قرار دینے پر اس وقت کافر قرار دیا جاسکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل و شبہ نہ ہو ورنہ اگر ایک وہاں شبہ ہو سکتا ہو تو کافر نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے اور امور غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم اس

کے کسی ایسے عمل پر مطلع ہوئے ہیں جو ضروریات دین کے انکار میں سے ہو اور ہم اس طرح اس پر حملہ آور کیسے ہو سکتے جس طرح وہ بیوقوف کسی دوسرے پر ہوا ہے، فقہاء کرام کی یہ تحقیق ہے نیز ہر اس شخص کو بھی اس بات کا اذعان حاصل ہو جائے گا جس نے فقہاء رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے کلام کا احاطہ کیا اور ان کے مدعا سے آگاہ ہوا ہو کیا آپ نہیں جانتے کہ خوارج نے (اللہ انہیں ر سوا کرے) امیر المومنین مولائے مسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دیا پھر وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں، جیسا کہ اس پر در مختار، بحر الرائق، رد المحتار اور دیگر معتبر کتب میں تصریح ہے، اور جو تکفیر پر تقریر دلیل گزری ہے، آپ جانتے ہیں لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا، رہا معا ملہ احادیث کا تو وہ محققین کے ہاں مؤول ہیں اپنے ظاہر پر نہیں جیسا کہ شارحین کرام نے ذکر کیا ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) سب سے قوی دلیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزشتہ ارشاد گرامی ہے کہ وہ کفر کے زیادہ قریب ہے، آپ نے اسے کافر نہیں فرمایا قریب کفر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے جرأت و دلیری ہے کیونکہ ان جیسے الفاظ سے بعض اوقات کفر مراد ہوتا ہے۔ رب العلمین اپنی پناہ عطا فرمائے۔

خیر تا ہم اس قدر میں کلام نہیں کہ یہ حضرات غیر مقلدین و سائر اخلاف طوائف نجد یہ مسلمانوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرا کر ہزار ہا اکابر ائمہ کے طور پر کافر ہو گئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے۔ والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ۔

علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

انه يصير مرتد اعلی قول جماعه و كفى بهذا خساراً و تفریطاً،
ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ مرتد ہو گیا اور یہ خصارے اور کمی میں کافی ہے۔
تو بحکم شرع ان ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم۔ اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

فی الدار المختار عن شرح الوهبانية للعلامة حسن الشرنبلالی ما يكون
كفراً اتفاقاً يبطل العمل و النكاح فاولاده او لاد زنى و ما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة و تجديد النكاح۔

در مختار میں علامہ حسن شرنبلالی کی شرح الوہابیہ کے حوالے سے ہے جس سے بالاتفاق کفر لازم آئے اسکی وجہ سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل، اور اسکی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور جس کے کافر ہونے میں اختلاف ہو اس پر استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے۔ (ت)

اہل سنت کو چاہئے ان سے بہت پرہیز رکھیں، ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انھیں شریک نہ کریں، ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالفت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بد مذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب منقلب۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل المجلس الصالح و جلس السوء كحامل المسك و نافخ الكير فحامل المسك اما ان يحذيك و اما ان يتباع منه و اما ان تجد منه ريح طيبة و نا فح الكير اما ان يحرق ثيابك و اما ان تجد منه ريحا خبيثة۔ (۳) رواہ الشيخان عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نیک ہم نشین اور بد جلسی کی مثال یونہی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ہبہ کرے گا یا تو اس سے خریدے گا، اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی، اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل جلس السوء كمثل صاحب الكير ان لم يصبك من سواده اصابك من دخانه۔ (۱) رواہ ابو داود و النسائی۔

یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ کپڑے کا لے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا۔ اسے ابو داود اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حاصل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ و العیاذ باللہ

تعالیٰ۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

انما سمي القلب من تقلبه انما مثل القلب مثل ريشة با لفلاة تعلقت في اصل شجرة تقلبها الرياح ظهر البطن۔ رواه الطبراني في الكبير بسند حسن عن ابي موسى الا شعري رضي الله تعالى عنه و لفظه عند ابن ماجه مثل القلب مثل الريشة تقلبها الرياح بفلاة اسناده جيد۔

دل کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے لپٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی الٹا۔ اسے طبرانی نے انجم میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت کیا۔

اور اس روایت کے الفاظ ابن ماجہ میں یوں ہیں:

دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جسے ہوائیں جنگل میں پلٹ دے رہی ہوں۔ اس کی سند جید ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اعتبروا الارض با سماءها واعتبروا الصاحب بال صاحب (۴) اخرجه ابن عدي عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه مرفوعا و البيهقي في الشعب عنه موقوفا و له شواهد بها يرتقى الى درجة الحسن۔

زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اس کے ہم نشین پر۔ اسے ابن عدی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً اور بیہقی نے انہی سے موقوفاً روایت کیا ہے، اس روایت کے شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے اسے حسن کا درجہ حاصل ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اياك و قرين السوء فانك تعرف (۱) رواه ابن عساكر عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه۔

برے مصاحب سے بچ کہ تو اسی سے پہچانا جائے گا۔ اسے عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں، اور بد مذہبوں سے محبت تو ہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہولناک ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ ”المقالة المسفرة عن احکام بدعة المكفرة“ میں ذکر کیں، بالجملہ ہر طرح ان سے دوری مناسب، خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تواضع و احترام واجب، اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔

امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلا تکم فلیؤمکم خیارکم۔

اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہئے کہ تمہارے نیک تمہاری امامت کریں۔

حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرید بن ابی مرید غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلا تکم فلیؤمکم خیارکم فانہم و فدکم فیما

بینکم و بین ربکم۔

اگر تمہیں اپنی نماز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہئے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہوں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تم میں اور تمہارے رب میں۔

دارقطنی و بیہقی اپنی سنن میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا ائمتکم خیارکم فانہم و فدکم فیما بینکم و بین ربکم۔

اپنے نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے وسائط ہیں درمیان تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے۔

اقول: والا حدیث و ان ضعفتم فقد تائدت اذ عن ثلثة من الصحا

بة و ردت علیہم جمیعاً رضوان المولیٰ جل و علا و تقدس و تعالیٰ۔

میں کہتا ہوں: یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ تائید کر رہی ہیں کیونکہ یہ تین صحابہ سے مروی ہیں جن پر اللہ جل وعلا و تقدس تعالیٰ کی رضا وارد ہے۔

الحمد لله کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع اور چہارم ذی الحجہ روز جاں افرو زدوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلاۃ و تحیۃ کو بدرسمائے اختتام ہوئی۔
و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خاتم النبیین بد ر سماء المرسلین محمد و آلہ و الائمۃ
المجتہدین و المقلدین لہم با حسان الی یوم الدین والحمد لله رب العلمین و
اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۹۰۹ تا ۷۲۱)

سورة النبا

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳۸) یوم يقوم الروح والملئكة صفًا لا يتكلمون الا من

اذن له الرحمن وقال صوابًا۔ ☆

جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پر اباندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمن

نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی:

الروح ملك فى السماء السابعة واعظم من السموات ومن الجبال و

من الملائكة يسبح كل يوم اثنى عشر الف تسبيحة يخلق الله من كل تسبيحة ملكا

من الملائكة يحثى يوم القيامة صفا و حده۔

یہ روح فرشتہ آسمان ہفتم میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم

ہے، وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے۔ اللہ عز و جل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے یہ روح (فر

تہ) روز قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔

معالم التنزیل میں بروایت عطاء ابن ابی رباح سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے: الروح ملك من الملائكة ما خلق الله تعالى مخلو

قا اعظم منه فاذا كان يوم القيامة قام و حده صفا وقامت الملائكة كلهم صفا

واحدافیکون اعظم خلقة مثلهم۔ روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق جسم میں

اس سے بڑی نہ بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف، تو اس کی جسامت ان سب

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲۰۳۹)

کے برابر ہوگی۔

سورة النازعات

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

☆ (۵) فالمدبرۃ امرا۔

پھر کام کی تدبیر کریں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ صفت بھی بالذات ذات الہی جل وعلا کی ہے۔ قال تعالیٰ : یدبر الامر۔

حالانکہ حدیث میں فرمایا:

عن عبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهما قال: فى قوله تعالى: فالمدبرات امرا هم الملائكة وكلوا بامور عرفهم الله تعالى العمل بها، قال عبد الرحمن بن سابط: يدبر الامر فى الدنيا اربعة، جبريل، وميكائيل، وملك الموت، واسرافيل، عليهم السلام، اما جبرئيل فمؤكل بالوحى والبطش وهزم الجيوش واما ميكائيل فمؤكل بالمطر والنبات والارزاق، واما ملك الموت فمؤكل بقبض الانفس، واما اسرافيل فهو صاحب الصور ولا ينزل الا لامر عظيم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مدبرات امر ملائکہ ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کئے گئے ہیں جنکی کاروائی اللہ عزوجل نے انہیں تعلیم فرمائی، عبدالرحمن بن سابط نے فرمایا: دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں، جبرئیل، میکائیل، عزرائیل، اور اسرافیل علیہم السلام۔ جبرئیل تو وحی الہی، ہواؤں اور لشکروں پر مؤکل ہیں، کہ ہوائیں چلانا، لشکروں کو فتح شکست دینا ان سے متعلق ہے۔ میکائیل باران اور روئیدگی پر مقرر ہیں، کہ مینہ برساتے اور درخت و گھاس اور کھیتی اگاتے ہیں۔ عزرائیل قبض ارواح پر مسلط ہیں۔ اسرافیل صور پھونکنے کیلئے مقرر ہیں اور زمین پر کوئی عظیم حکم لیکر اترتے ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

(الامن والعلی ۱۵)

اللہ اکبر، قرآن عظیم وہابیہ پر ایک سے ایک سخت آفت ڈالتا ہے۔
 حدیث میں فرمایا: القرآن ذو وجوہ۔
 قرآن متعدد معانی رکھتا ہے۔

رواہ ابو نعیم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم

علماء فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنی پر حجت ہے۔

ولم یزل الائمة یحتجون بہ علی وجوہہ و ذلك من اعظم وجوہ
 اعجازه و قد حققنا هذا المرام فی رسالتنا الزلال لانقی من بحر سبقة الا تقی۔

اولیائے کرام بعد انتقال تمام عالم میں تصرف کرتے

اور کاروبار جہاں کی تدبیر فرماتے ہیں

اب اسی آیہ کریمہ کے دوسرے معنی لیجئے تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

او صفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع الابدان عرفا
 ای نزاعا شدیداً من اغراق النازع فی القوس فتنشط الی عالم الملكوت و
 تسبح فیہ فتسبق الی حظائر القدر فتصیر لشرفها وقوتها من المدبرات۔

یعنی یا ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے
 پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف
 سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیرہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی پس
 اب وہ اپنی بزرگی و طاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہو جاتی ہیں۔ تو
 بحمد اللہ تعالیٰ اولیائے کرام بعد وصال عالم میں تصرف کرتے اور اس کے کاموں کی تدبیر فرماتے
 ہیں۔ فله الحجة البالغة

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی و کفایۃ الراضی میں امام حجتہ الاسلام محمد
 غزالی قدس سرہ العالی و امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل
 کر کے فرماتے ہیں:

ولذا قبل اذا ت تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور والا

انہ لیس بحدیث کما توہم و لذا اتفق الناس علی زیارۃ مشاہدۃ السلف والتوسل بہم الی اللہ تعالیٰ و ان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکی الیہ ہو اللہ ۔

یعنی اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متخیر ہو تو مزارات اولیاء سے مدد مانگو مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا، اور اسی لئے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بیدین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہاں میں نے کہا تھا یہ صفت حضرت عزت کی ہے نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے رب عزوجل فرماتا ہے:

قل من یرزقکم من فی السماء والارض و من یملک السمع والا بصر و من ینخرج الحی من المیت و ینخرج المیت من الحی و من یدبر الا مر فسیقو لون اللہ فقل افلا تتقون ۔

اے نبی ان کافروں سے فرما دو وہ کون ہے جو تمہیں آسمانوں وزمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھ کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی اب کہہ دیں کہ اللہ تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔

قرآن عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافرو مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں ان سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے تو اللہ ہی کو بتائیں گے دوسرے کا نام نہ لیں گے اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کے لئے ثابت فرماتا ہے، قسم ان محبوبان خدا کی جو عالم میں تدبیر و تصرف کرتے ہیں ایمان سے کہنا و ہابیت کے دھرم پر قرآن عظیم شرک سے کیوں کر بچا۔

سو سوالوں کا ایک جواب

اے ناپاک طائفے کی سنگت والو جب تک ذاتی و عطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن و حدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمہاری شرکیات

کے راگ متعلقہ تدبیر و تصرف و استمداد و استعانت و دافع البلاء و حاجت روا و مشکل کشا و علم و غیب و ندا و غیر ہا سب کا فور ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مبارک منصور بندے آنکھوں دیکھے منصور نظر آئیں گے۔ الا ان حزب اللہ ہم الغالبون۔

(الامن والعلیٰ ۸۷ تا ۸۵)

☆ (۴۰) واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى۔

اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں جمع فرما دیا ہے۔ یہی جہاد اکبر ہے۔

حدیث میں ہے۔ جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا:

رجعنا من الجهاد الا صغرا الى الجهاد الا کبر۔

ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔

ایک صاحب کو انار کی خواہش میں تیس برس گزر گئے اور نہ کھایا اس کے بعد خواب میں

زیارت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ فرماتے ہیں:

ان لنفس عليك حقا۔

تیرے نفس کا بھی کچھ تجھ پر حق ہے۔

صبح اٹھے انار کھایا۔ اب نفس نے دودھ کی خواہش کی، فرمایا تیس برس خواہش کر پھر

شاید حضور تشریف لائیں اور فرمائیں۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ صبر کر فوراً خلش دور ہو گئی۔

اس وقت کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی یا شیطانی۔ جس کے دو امتیاز سہل ہیں: ایک یہ

کہ شیطانی خواہش میں جلدی کا تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کر لو اور نفس کو ایسی جلدی نہیں ہوتی۔ دو

سری یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جما رہتا ہے جب تک پوری نہ ہو اسے بدلتا نہیں۔ اسے واقعی اسی

شیء کی خواہش ہے اگر شیطانی ہے تو ایک چیز کی خواہش ہوئی وہ نہ ملی دوسری چیز کی ہو گئی، وہ نہ ملی

تیسری کی ہو گئی۔ اس واسطے کہ اس کا مقصد گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔

ایک صاحب کسی بزرگ کے یہاں آئے یکھا کہ پانی پینے کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہے،

انہوں نے کہا کہ پانی دھوپ میں رکھا رہا گرم ہو گیا ہوگا، فرمایا: صبح تو سایہ ہی تھا پھر دھوپ آ گئی

میں نے اللہ سے شرم کی کہ نفس کی خاطر قدم اٹھاؤں۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روزہ تھا، طاق میں پانی ٹھنڈا ہونے کے لئے آب خورہ میں رکھ دیا تھا، عصر کے مراقبہ میں تھے، حوران بہشتی نے یکے بعد دیگرے سامنے سے گزرنا شروع کیا، جو سامنے آتی اس سے دریافت فرماتے تو کس کے لئے ہے، وہ ایک بندہ خدا کا نام لیتی، ایک آئی اس سے پوچھا اس نے کہا میں اسکے لئے ہوں جو روزہ میں پانی ٹھنڈا ہونے کو نہ رکھے، فرمایا: اگر تو سچ کہتی ہے تو اس کو روزہ کو گرا دے، اس نے گرا دیا۔ اس کی آواز سے آنکھ کھل گئی دیکھا تو وہ آب خورہ ٹوٹا پڑا ہے۔

دو فرشتے آپس میں ملے، ایک نے پوچھا کہاں جاتے ہو دوسرے نے کہا فلاں عابد کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ ہے اور وہ پیا چاہتا ہے مجھے حکم ہے کہ جا کر پرماروں اور گرا دوں اور تم کہاں جاتے ہو کہا ایک فاسق دیر سے دریا میں کچھی ڈالے بیٹھا ہے اور مچھلیاں نہیں پھنستیں، مجھے حکم ہے جاؤں اور پھانس دوں۔

(اسی تذکرہ میں ارشاد فرمایا) اگر چالیس دن گزر جائیں کہ کوئی علت یا قلت یا ذلت نہ ہو تو خوف کرے کہ کہیں چھوڑ نہ دیا گیا۔ حدیث میں ہے جب کوئی مقبول بندہ رب عزوجل کی طرف اپنی کسی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور گڑ گڑاتا ہے، جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام تسلیم کو ارشاد ہوتا ہے۔ اے جبرئیل اس کی حاجت رہنے دے کہ مجھے اس کا گڑ گڑانا اور میری طرف منہ اٹھانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب کوئی فاسق اپنی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ اے جبرئیل اس کی حاجت جلد روا کر دے کہ مجھے اپنی طرف اس کا منہ اٹھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

اس حدیث میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام حاجت روا ہیں۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت روا و مشکل کشا و دافع البلاء ماننے میں کسی مسلمان کو تامل ہو سکتا ہے؟ وہ تو جبرئیل کے بھی حاجت روا ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
(المسلمون ۱۰۰/۱ تا ۱۰۲)

سورة التکویر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

☆ (۱۵) فلا أقسم بالخنس۔

تو قسم ہے ان کی جو اُلٹے پھریں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ ان کے وقوف، استقامت اور رجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں پھر سیدھے ہو جاتے ہیں، اسی لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔

ابن ابی حاتم تفسیر میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ”فلا أقسم بالخنس“ کی تفسیر میں روای۔

قال خمسة النجم زحل و عطارد و المشتري و المريخ و زهرة ليس في الكواكب شئ يقطع المجرة غيرها۔

یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے ادھر ادھر ہیں وہ وہیں ہیں ان کی حرکت طبعیہ خفیفہ خفیفہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے چند ہی مدت میں اس پار چلے گئے یہ شان انہیں پانچ نجوم کی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۱۷۰)

☆ (۲۴) وما هو على الغيب بضنين۔

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر معالم و خازن میں اس آیت کے تحت ہے:

يقول انه صلى الله تعالى عليه وسلم يا تيه علم الغيب فلا يينحل به عليكم
بل يعلمكم -

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے، وہ
تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے، تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔
(خالص الاعتقاد۔ ۱۴)

سورة الانشقاق

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۸) والقمر اذا تنسق - ☆

اور چاند کی جب پورا ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے

ہیں:

بعض از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجهت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گرد و او بیان تحصیل کمالات باطنی از انہا می نمائید و از باب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند و می یابند۔

نیز تفسیر عزیزی میں ہے: سوختن گویا روح را بے مکان ساختن است و دفن کردن گویا مسکن برائے روح ساختن است بنا براین از اولیائے مدفونین و دیگر مومنین انتفاع و استفادہ جاری است و آنہا را افادہ و اعانت نیز متصور۔

نیز اسی میں تفسیر سورة مطففین میں ہے:

مقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آں متصل بسدرۃ المنتہی و بالائے آں متصل بہ پائے عرش مجید و ارواح نیکاں بعد از قبض در آنجا میرسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آں مستقر می مانند و عوام صلحا را بر حسب مراتب در آسمان دنیا و یا در میان آسمان و زمین یا در چاہ زم زم قرار می دہند و تعلق قبر نیز، ایں ارواح را باشد کہ بحضور زیادت کنندگان و اقرب و دیگر دوستان بر قبر مطلع و مستأنس می گردند زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود و

مثال آں در وجود انسانی روح بصری است کہ ستارہاے ہفت آسمان دروں چاہ را می توان دید۔
 حیات شہدا قرآن عظیم سے ثابت ہے اور شہدا سے علماء افضل۔ حدیث میں ہے روز
 قیامت شہدا کا خون اور علماء کی دوات کی سیاہی تولے جائیں گے، تو علماء کی دوات کی سیاہی شہدا
 کے خون پر غالب آئے گی۔ اور علماء سے اولیاء افضل ہیں تو جب شہدا زندہ ہیں اور فرمایا کہ انہیں
 مردہ نہ کہو تو اولیاء بدرجہا ان سے افضل ہیں ضرور ان سے بہتر حی ابدی ہیں۔

قرآن عظیم کے ایجازات میں یہ بھی ہے کہ امر ارشاد فرماتے ہیں: اور اس سے اسکے
 امثال اور اس سے امثل پر دلالت فرمادیتے ہیں جیسے۔ لا تقل لهما اف و لا تنہرہما۔
 ماں باپ کو ہوں کہنے سے ممانعت فرمائی جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ خود ہی منع ہو گیا
 ۔ اور یہیں دیکھئے حیات شہداء کی تصریح فرمائی اور حیات انبیاء کا ذکر نہیں کہ اعلیٰ خود ہی مفہوم ہو جا
 ئے گا۔ اس دلالت النص میں اولیاء بلاشبہ داخل۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۴۲-۴۳)

سورۃ الاعلیٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۳) اثم لا يموت فيها ولا يحيى۔ ☆

پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیئے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن عظیم محاورہ عرب پر اتر ہے۔

قال تعالیٰ:

فرب السماء والارض انه لحق مثل ما انكم ان تقول۔

اور عرب بلکہ تمام عرب و عجم کا محاورہ ہے کہ ایسی کرب شدید اور مصیبت مدید کی زندگی کو

یونہی کہتے ہیں کہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے نہ مردوں میں نہ زندوں میں۔

لا حی فیر حی و لا میت فیر ثی۔

اس کا بیان دوسری آیت کریمہ میں ہے:

یا تیه الموت من کل مکان وما هو بمیت۔

اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں۔

تویہ یا تیه الموت من کل مکان بہ ولا یحییٰ ہوا اور ما ہو بمیت یہ لا

یموت فیہا ہوا۔ اور موت و حیات نقیضین نہیں کہ انسان نہ موت ہے نہ حیات بلکہ ان میں تقا

بل تضاد ہے اگر موت وجودی ہے اور عدم و ملکہ اگر عدمی۔

والاول هو الصحيح عندی لظاہر قولہ تعالیٰ خلق الموت والحیات

ولحدیث ذبح الكبش یوم القیمة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۱۸۶)

☆ (۱۵) و ذکر اسم ربہ فصلی۔

اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت سے ثابت کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہی پھر نماز پڑھی۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۵/۸۶)

سورة الغاشية

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۶) لیس لهم طعام الا من ضریع . ☆

ان کے لئے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے

(۷) لا یسمن ولا یغنی من جوع . ☆

کہ نہ فریبی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معجم کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے فرمایا: جو رکابی اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا پیٹ بھرے

یعنی دنیا میں فقر و فاقہ سے بچے اور قیامت کی بھوک سے محفوظ رہے، دوزخ سے پناہ دیا جائے

کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا، اس میں وہ کھانہ ہے کہ

لا یسمن ولا یغنی من جوع نہ فریبی لائے نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔

والعیاذ باللہ۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲/۵۷)

سورة البلد

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) لَا اَقْسَمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ☆

مجھے اس شہر کی قسم۔

(۲) وَاَنْتَ حَلْ بِهَذَا الْبَلَدِ ☆

کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مگر اس قسم میں اس قسم (یعنی حضور کی حیات مقدس کی قسم) سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا، کہ عرض کرتے ہیں، میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ! اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی۔

نسیم کی دلکش عبارت یہ ہے:

قد قالوا ان هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم من

القسم بذاته و بحياته كما اشار اليه عمر رضى الله تعالى عنه بقوله بابي انت و

امى يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قد بلغت من الفضيلة عنده ان اقسام

بتراب قد ميك فقال لا اقسام بهذا البلد - (۱)

(۱) نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۱

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا: یا رسول اللہ میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے:

لا اقسام بهذا البلد۔ (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں)

مواہب میں ہے:

على كل حال فهذا متضمن للقسام ببلد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يخفى ما فيه من زيادة التعظيم وقد روى ان عمر ابن الخطاب رضى الله تعالى عنه قال للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم بابي انت و امي يا رسول الله لقد بلغ من فضيلتك عند الله ان اقسام بحياتك دون سائر الانبياء و لقد بلغ من فضيلتك عنده ان اقسام بتراب قد ميك فقال لا اقسام بهذا البلد۔

ہر حال میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت و مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنی بلند ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی، اور آپ کی عظمت و مرتبت اس کے یہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے لا اقسام بهذا البلد کے ذریعہ آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔

مدارج میں اسے نقل کر کے فرمایا:

یعنی سو گند خوردن بہ بلد کہ عبارت است کہ از زمینے کہ پے سیر می کند آزا پای آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گند بخاک پائے خوردن است، و ایں لفظ در ظاہر نظر سخت می در آید، نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سو گند می خوردند بخاک پائے رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف و پاک ست کہ غبار براں نہ، و تحقیق ایں سخن آنست کہ سو گند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ پخیزے غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آں چیزے ست نزد مردم و نسبت بایشاں تابدا نند کہ آں امرے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالیٰ۔ الخ

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے خاک پا کی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے

ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے خاک پاکی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی وغبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی شئی کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ شئی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شئی بہ نسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۵۵۷-۵۵۸)

عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : بابی انت و امی یا رسول اللہ ! قد بلغ من فضلك عند اللہ ان اقسام بحیاتك دون سائر الانبیاء ، و لقد بلغ من فضلك عنده ان اقسام بتراب قدميك فقال : لا اقسام بهذا البلد و انت حل بهذا البلد۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، بے شک حضور کی بزرگی خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی، نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی، اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت کو ٹھہری کہ حضور کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا: مجھے قسم اس شہر کی جس میں اے محبوب! تم قیام پذیر ہو۔

سورة الشمس

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۳) فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقيتها. ☆

تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر اس لفظ (قال رسول الله) سے اس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا

قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اس نے کہا: قال رسول الله اور معاً

نماز کا خیال آگیا خاموش ہو رہا۔ یا ابتداء کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعل ممنوع

کرتے دیکھا اسے حدیث ممانعت سنائی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول

الله پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دو صورتوں میں ضرور نماز فاسد ہو جائے گی۔

كما نصوا عليه فيما هو ذكر و ثناء محض كلاه الا الله ولا حول ولا

قوة الا بالله وانا لله وانا اليه راجعون وغير ذلك اذا قصد به الجواب او

الخطاب فكيف ما ليس كذلك۔

جیسے کہ فقہاء نے ان الفاظ کے بارے میں تصریح کی ہے جو کہ فقط ذکر و ثناء ہی ہیں مثلاً

لا اله الا الله، لا حول ولا قوة الا بالله اور انا لله وانا اليه راجعون اور دیگر کلمات

جب ان سے مقصد کسی کا جواب یا کسی کو خطاب ہو تو ان کلمات کا کیا حال ہوگا جو محض ذکر و ثناء نہیں

اور اگر یہ صورتیں نہ تھیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلام علمائے کرام

سے یہ ہے کہ اگر یہ شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول

الله نکلا تو نماز فاسد ہوگئی۔

لا نه من كلامه وليس ثناء او دعاء بل اخبار۔

کیونکہ یہ اس کا اپنا کلام ہے ثنا اور دعا نہیں بلکہ خبر دینا ہے۔
اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیہ کریمہ کا ٹکڑا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: فقال لهم رسول اللہ ناقة اللہ و سقیہا۔ (۱)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ناقہ اور
اس کی پینے کی باری سے بچو۔
بحر الرائق و در مختار وغیرہ میں ہے:

لو جرى على لسانه نعم ان كان هذا الرجل يعتاد في كلامه نعم
تفسد صلواته و ان لم يكن عادة له لا تفسد لان هذه الكلمة في القرآن فتجعل
منه۔

اگر کسی کی زبان پر لفظ نعم جاری ہو گیا تو اگر وہ آدمی ایسا ہے جو اپنے کلام میں لفظ نعم کو
اکثر لاتا رہتا ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اس کلمہ کو ذکر کرنا اس کی عادت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی
کیونکہ یہ کلمہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ لہذا اسے کلام کو بجائے قرآن عظیم کا حصہ ہی سمجھا
جائے گا۔

اور سجدہ سہو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں
جواز نماز ہے اور بوجہ سہو اتنی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک رکن ادا ہو سکتے تو
اس سکوت کے باعث سجدہ سہو لازم آئے گا۔ کما فی التنبیہ۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۳۲۶-۳۲۷)

سورة الضحیٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) والضحیٰ۔ ☆

چاشت کی قسم۔

(۲) واللیل اذا سجی۔ ☆

اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

(۳) ماودعک ربک وما قلی۔ ☆

کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکر وہ جانا۔

(۴) وللاخرة خیر لک من الاولى۔ ☆

اور بیشک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

(۵) ولسوف یعطیک ربک فترضی۔ ☆

اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

(۶) الم یجدک یتیمًا فاوی۔ ☆

کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وحی اترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی کا فر بولے۔

ان محمد او دعه ربہ و قلاہ۔

بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

والضحیٰ و اللیل اذا سجی۔

قسم ہے دن چڑھنے کی اور قسم ہے رات کی جب اندھیری ڈالے، یا قسم اے محبوب

تیرے روئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھرا آئے۔
ماود عک ربك و ماقلیٰ -

نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔ اور یہ اشتیاق بھی دل میں خوب سمجھتے ہیں
کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر ہے۔ اس مہر ہی کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے ہیں۔ اور حسد و عناد سے یہ
طوفان جوڑتے ہیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں۔ مگر یہ خبر نہیں کہ۔
و لا آخرة خیر لك من الا ولیٰ -

بیشک آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے۔ وہاں جو نعمتیں تجھ کو ملیں گی نہ ان آنکھوں
نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں نہ کسی بشر یا ملائک کے خطرے میں آئیں جن کا اجمال یہ ہے۔
ولسو ف یعطیک ربك فتر ضیٰ -

قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا اس دن دوست دشمن سب
پر کھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو
تجھ پر خدا کی عظیم جلیل کثیر جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں کیا تیرے پہلے
احوال انھوں نے نہ دکھے اور ان سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظر عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ
کبھی بدل جائے۔ الم یحدك یتیمافاویٰ - (الی آخر السورۃ)

(تجلی الیقین ۴۷-۴۸)

(۴) بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات و صفات و فضائل و کمالات کبھی
زوال پذیر نہیں بلکہ مترقی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ : و لا آخرة خیر لك من الا ولیٰ -
یہاں کسی عاقل مسلم کی یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ حرکت و انتقال منقشی ہے نہ کوئی مسلمان اس
کی نفی کریگا کہ تصدیق وعدہ الہیہ کیلئے جو ایک آن کیلئے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو طریان موت
ہو کر معاحیات حقیقی ابدی روحانی جسمانی بخشی جاتی ہے یہ حضور کیلئے نہ ہوئی بلکہ اس سے حضور کی
برزخ میں حیات ابدی اور فضائل اقدس میں ترقی دوامی مراد ہوگی بلاشبہ اس تصدیق و وعدہ کے
بعد سب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کیلئے ابدیت ذات حاصل ہے۔
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبياء احياء في قبورهم يصلون ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبى الله حتى يرزق

باوصف قرب معنی صحیح مسلمان کے کلام کو معنی قبیح بلکہ کفر صریح پر حمل کرنا مسلمان کا کام

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۵۱)

نہیں۔

(۵) دیلمی مسند الفردوس میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی

جب یہ آیت اتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذن لا ارضى و واحد من امتى فى النار ۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی کر دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر

میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا اللهم صل و سلم و بارک علیہ ۔

طبرانی اوسط اور بزار مسند میں اس جناب مولیٰ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشفع لامتى حتى بنا دينى ربى ارضيت يا محمد فاقول اى رب ر

ضيت ۔

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد تو راضی ہو

جا۔ میں عرض کروں گا اے رب میرے میں راضی ہوا۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۱۳۴)

﴿۱۱﴾ واما بنعمة ربك فحدث۔☆

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ولادت اقدس حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے، تو

اس کے خوب بیان و اظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا اور بیان و اظہار مجمع میں بخوبی ہوگا

تو ضرور چاہئے کہ جس قدر ہو سکے لوگ جمع کئے جائیں اور انہیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جا

ئے اسی کا نام مجلس میلاد ہے علی ہذا القیاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمان کا

ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت۔

قال تعالى: انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذيرا - لتؤمنوا بالله و رسو

له و تعزروه و توقروه -

ترجمہ: اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو۔

قال تعالى:

و من يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب -

ترجمہ: جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ بیشک دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

قال و من يعظم حرمت الله فذلك خير عند ربہ -

ترجمہ: جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے رب کے یہاں، پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے حسن و محمود رہے گی اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی خاص طریقے کی برائی بالتحصیص شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانوروں کو ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا اسی لئے علامہ ابن حجر مکی جو ہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظيم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجميع انواع التعظيم التي ليس

فيها مشا ركة الله تعالى في الالوهية امر مستحسن عند من نور الله ابصارهم -

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو ہر طرح امر مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ نے نور بخشا ہے، پس یہ قیام کہ وقت ذکر ولادت شریفہ اہل اسلام محض بنظر تعظیم و اکرام حضور سید الانام افضل الصلاة والسلام بجالاتے ہیں بیشک حسن و محمود ٹھہرے گا تا وقتیکہ مانعین خاص اس صورت کی برائی کا قرآن و حدیث سے ثبوت نہ دیں۔ و انی لهم ذلك

تنبیہ: یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین و تبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس و

قیام کی خوبی ثابت ہے۔ الحمد لله رب العالمین -

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۷۷-۷۸)

(۱۲) اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت نعمت نہیں، یا مجلس میلاد مبارک اس نعمت کا چرچا نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔
(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۷۸)

(سورة الم نشرح)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴) ورفعلنا لك ذكرک۔ ☆

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ذکر حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ایمان و سرور جان ہے ان کا ذکر بعینہ

ذکر رحمن ہے۔

قال تعالیٰ:

و رفعلنا لك ذكرک۔

حدیث میں ہے اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد سیدنا جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم حاضر بارگاہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے اور عرض کی حضور کا رب فرمایا ہے:

اتدری کیف رفعت لك ذكرک۔

کیا تم جانتے ہو میں نے کیسے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی اللہ اعلم۔

ارشاد ہوا:

جعلنک ذکر امن ذکرى فمن ذکرک فقد ذکرنى۔

اے محبوب میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا کہ جس نے تمہارا ذکر کیا بیشک

اس نے میرا ذکر کیا۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۹/۲-۱۳۵)

(۷) فاذا فرغت فانصب۔ ☆

تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔

(۸) والی ربک فارغب۔ ☆

اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قول اصح در تفسیر آیت کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہماست۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رائج قول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد حضرت عبد

اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب در دعاست یعنی جب

تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں خوب محنت کرو اور بارگاہ خداوندی میں آہ و زاری کے ساتھ

رغبت کرو۔

جلالین کے خطبہ میں یہ بھی ہے کہ جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ انہی کے طریقہ پر

ہے اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مختار و رائج پر اعتماد کرتے ہیں اور ایسے اقوال کا ذکر طویل جو مختار

نہ ہوں اہ تلخیصاً۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا:

یہی صحیح ہے کیونکہ اس پر جلال الدین نے اقتصار کیا اور انہوں نے مختار و رائج قول کے

ذکر کا التزام کر رکھا ہے۔

پہلی حدیث: مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزار، طبرانی،

اور ابن السنی ان تمام نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین نماز سے رخ

انور پھیرتے (سلام کہتے) تو تین دفعہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور یہ دعا کرتے:

اللهم انت السلام و منك السلام تبارک یا ذا الجلال و اکرام۔

اے اللہ! تو سلام ہے (یعنی تیری ذات جل مجدہ کی طرف کوئی عیب یا نقص راہ نہیں

پاسکتا) اور تیری طرف سے سلام (کہ ہم بندوں کی تمام مصیبتوں اور بلیات سے سلامتی تیری

قدرت ارادے، مہربانی اور کرم سے ہے) برکت و عظمت تیرے ہی لئے ہے اے صاحب بزر

گی اور بزرگی عطا فرمانے والے یارب۔

کیا یہ حدیث صحاح میں مشہور و متداول نہیں یا مغفرت کی طلب اور سلامتی کا سوال دعا نہیں ہوتا۔ جہالت ایسی مرض ہے کہ اس کا علاج آسان نہیں اور جب یہ مرکب ہو جائے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں۔ و العیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔

حدیث دوسری، تیسری اور چوتھی: بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابوبکر ابن السنی، اور ابوالقاسم طبرانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بزار و طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نیز بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا ہے، یہ حدیث مغیرہ کی اور الفاظ نسائی کے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا مجھے اس بات سے آگاہ کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہو، انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ پڑھتے:

لا الہ الا اللہ و حدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ہو علی کل شئی قدیر اللہم لا مانع لما اعطیت و لا معطى لما منعت و لا ینفع ذا الجد منک الجد۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا و یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک و بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شئی پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا، جسے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا، کسی کا بخت و دولت تیرے قہر و غضب سے اسے نفع نہیں دے سکتا۔

اللہم لا مانع لما اعطیت الخ۔ یہ کلمات دعا نہیں تو کیا ہیں؟ بلکہ لہ الحمد خود بہترین دعا ہے۔

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے اول بطور تحسین اور آخر میں بطور تصحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے افضل دعا الحمد للہ کہنا ہے، پانچویں حدیث: سنن نسائی میں عطاء بن ابی مروان سے ان کے والد گرامی کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت کعب احبار نے ابو مروان کے سامنے قسم اٹھائی، اس اللہ کی قسم

جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا کہ یقیناً ہم نے تورات مقدس میں یہ تحریر پایا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

اللهم اصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة و اصلح لی دنیا ى التی جعلت فیها معاشی اللهم انی اعوذ برضاك من سخطك و اعوذ بعفو ك من نعمتك و اعوذ بك منك لا مانع لما اعطیت و لا معطى لما منعت و لا ینفع ذ الحد منك الحد۔

اے اللہ! میرے دین کو میرے لئے بہتر بنا جسے تو نے میرے لئے محافظ بنایا ہے اور میرے لئے اس دنیا کو بہتر فرما جس کو تو نے میری معاش کا ذریعہ بنایا ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں (اس جگہ جو کلمہ کہا ہے اس کا معنی یہ بنتا ہے) اے اللہ! تیری معافی کے ساتھ تیری سخت گرفت سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روکے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بختاؤ کو اس کا بخت تجھ سے نفع نہیں دے سکتا۔

اور پھر حضرت ابو مروان نے کہا کہ کعب نے مجھے حدیث بیان کی کہ صہیب نے ان کو خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

چھٹی حدیث: صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ محبوب ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد چہرہ انور ہماری طرف پھیریں، کہا پھر میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا:

رب قنی عذابك یوم تبعث او تجمع عبادك۔

اے میرے رب! مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما جس دن تو اپنے تمام بندوں کو اٹھائے گا یا جمع کرے گا۔

ساتویں حدیث: بزار نے مسند، طبرانی نے معجم اوسط، ابن السنی نے کتاب عمل

الیوم ولیلۃ اور خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز ادا کر کے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور پڑھتے۔

بسم اللہ الذی لا الہ الاہو الرحمن الرحیم اللہم اذہب عنی الہم

والحزن۔

اللہ کے نام سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمن و رحیم ہے۔ اے اللہ! مجھ سے غم و حزن دور فرما دے۔

اور طرفہ تریہ کہ ان عقلمندوں کو امام وقت اپنے دور اور زمانے کے مجتہد کی خبر تک نہیں چہ جائیکہ یہ احادیث اور دلائل سے آگاہ ہو سکیں۔ مولوی عبدالحی لکھنوی نے صرف ثبوت دعا ہی نہیں بلکہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر فتویٰ جاری کیا، ان کے امام میاں نذیر حسین دہلوی (جن کے قول پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دین الہی کے ائمہ کو کسی شمار میں نہیں لاتا، فقہ اور فقہاء کو گالیاں دیتا ہے) انہوں نے فتویٰ میں مجیب لکھنوی کی حدیث لا کر لکھنوی کی تائید و تصدیق کی ہے، دوسری حدیث کا اس نے خود اضافہ کیا ہے۔ وہ فتویٰ یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جس کا اس علاقے کے ائمہ میں معمول ہے کیسا ہے؟ اگرچہ فقہانے اسے مستحسن لکھا اور مطلق ہاتھ اٹھانے اور دعا میں روایات موجود ہیں کیا اس عمل خاص (رفع یدین) پر بھی کوئی حدیث ہے؟ جواب عنایت کروا جریاؤ گے۔

وہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ خاص اس بارے میں بھی حدیث موجود ہے، حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں لکھا ہے۔ مجھے احمد بن حسن نے انہیں ابو یعقوب اسحاق بن خالد یزید البالی نے انہیں عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی نے نصیف سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور عرض کیا اے اللہ میرے معبود! اے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے معبود! اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم

السلام) کے معبود! میری عرض ہے کہ میری دعا قبول فرما کہ پریشان ہوں، میری دین میں حفا ظلت فرما میں ابتلاء میں ہوں، مجھے اپنی رحمت سے نواز میں گنہگار ہوں، مجھ سے میری فقر کو دور فرما میں مسکین ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم میں لیا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی نہیں لوٹائے گا۔
واللہ تعالیٰ اعلم
ابوالحسنات محمد عبدالحی

اس حدیث کا (جو کہ آٹھویں حدیث ہے) حاصل یہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو عملاً دعا کی تعلیم دی ہے اور فرمایا:
جو شخص اس طرح ہاتھ اٹھا کر بعد نماز دعا کرے گا اللہ تعالیٰ جل وعلا نے اپنے ذمہ کرم میں لیا ہے کہ اسے ناامید نہیں لوٹائے گا۔

پھر اپنے امام کی تصدیق ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی، وہ کہتے ہیں یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسود دعا مری سے انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی جب آپ نے سلام کہا، رخ انور پھرا، ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ (الحديث)

اس حدیث کے متعلق ان کا امام کہتا ہے کہ اس سے فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا خود سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علماء اذ کیا پر مخفی نہیں۔
سید محمد نذیر حسین

میں کہتا ہوں مگر تمہارے مجتہدوں کی بیماری کا علاج کیا ہو سکتا ہے! تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو اہل سنت کو لڑائی کے لئے کافی ہے، میں نے سات احادیث کا وعدہ کیا تھا جو میں نے پورا کر دیا، اس لئے کہ سات کا عدد افضل اعداد میں سے ہے اور مذکورہ فتویٰ کے حوالے سے دو احادیث کا مزید ذکر آگیا، اب میں چاہوں گا کہ ایک اور حدیث ذکر کر دوں تاکہ اس کے ساتھ ”تلك عشرة كاملة“ کا عدد مکمل ہو جائے۔ و با اللہ التوفیق

دسویں حدیث: امام احمد نے مسند، نسائی نے مجتبى، ابن حبان نے صحیح میں حارث بن مسلم سے، ابو داؤد نے سنن میں اس کے والد مسلم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (اور یہی صواب ہے جیسا کہ حافظ منذری نے ترغیب میں ذکر کیا ہے) روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم فجر کی نماز ادا کر لو تو لوگوں سے ہم کلام ہونے سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو۔

اللهم اجرني من النار۔

اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما۔

اب اگر تو اس دن فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا اور جب مغرب کی نماز پڑھ لو تو لوگوں سے گفتگو سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو:

اللهم اجرني من النار۔

اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچالے۔

اگر اس رات تجھے موت آگئی تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا کرے گا۔

اے اللہ! ہمیں بھی اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے آزاد فرما یا عزیز یا غفار

وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ المختار و آلہ الاطہار و باریک وسلم۔ واللہ سبحانہ

و تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۲۲۳ تا ۲۳۳)

سورة العلق

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

☆ (۹) اراءیت الذی ینہی۔

بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔

☆ (۱۰) عبدا اذا صلی۔

بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ تحقیق مسئلہ ہے (جمعہ کے باب میں) اور بحمد اللہ اہل انصاف و علم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں۔ ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں، نہ زہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں۔ مگر دربارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداءً بخود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا تھا، ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے، وہ جس طرح خدا و رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

اللہ عز و جل فرماتا ہے:

ارأیت الذی ینہی عبدا اذا صلی۔

کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔

سیدنا ابو درار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

شئی خیر من لا شئی۔

کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے۔

رواہ عن عبد الرزاق فی مصنفہ انہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مربر جل لا یتم

رکوعا ولا سجودا فقال شئی خیر من لا شئی۔ (۱)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نماز میں نہ رکوع صحیح ادا کر رہا تھا نہ سجود، تو آپ نے فرمایا: کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید نفل مکروہ ہیں، کسی نے عرض کیا: یا امیر المومنین آپ منع نہیں کرتے۔ فرمایا:

اخاف ان ادخل تحت الوعید قال تعالیٰ ارأیت الذی ینہی عبدا اذا

صلی۔ ذکرہ فی الدر المختار۔

میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ اسے درمختار میں ذکر کیا گیا۔ اسی سے بحر الرائق میں ہے:

(هذا للخواص) اما العوام فلا یمنعون من تکبیر و لا تنفل اصلا لقلة ر

غبثهم فی الخیرات۔

یہ خواص کا معاملہ ہے، باقی عوام کو تکبیرات کہنے اور نوافل پڑھنے سے بالکل منع نہیں کیا کرتے، کیونکہ انہیں نیکیوں کا بہت کم شوق ہوتا ہے۔ کتاب التجنیس والمزید پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے:

سئل شمس الائمة الحلوانی ان کسالی العوام یصلون الفجر عند

طلوع الشمس افنجز جرهم عن ذلك قال لا لانهم اذا منعوا عن ذلك ترکوها اصلا و اداؤوها مع تجویز اهل الحدیث لها ولی من ترکها اصلا۔

شمس الائمة حلوانی سے سوال ہوا کہ عوام سستی کرتے ہوئے طلوع شمس کے وقت نماز فجر ادا کرتے ہیں کیا ہم انہیں زجز و توبیخ کریں؟ فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ اگر تم اس سے ان کو روکو گے تو نماز بالکل ترک کر دیں گے نماز کا ادا کر لینا چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور محدثین اسے جائز سمجھتے ہیں۔

درمختار میں ہے:

لا يجوز صلوٰة مطلقا مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لانهم
يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولیٰ من الترك كما في القنية وغيرها۔
ملخصا

طلوع آفتاب کے بعد کوئی نماز جائز نہیں مگر عوام کو نماز پڑھنے سے فقہانے روکا نہیں اور
نہ بالکل ترک کر دیں گے، ہر وہ عمل جس کی ادا بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے
بہتر ہوتا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔
ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا يمنعون افا دان المستثنى المنع لا الحكم بعد الصحة عندنا قو
له كما في القنية وعزاه صاحب المصطفى الى الامام حميد الدين عن شيخه
الامام المحبوبى والى شمس الائمة الحلوانى والنسفى۔ (۲) ملخصاً
قولہ: فقہاء منع نہیں کرتے ”بتلارہا ہے کہ استثناء نہ روکنے کا“ ہے نہ یہ کہ ہمارے
نزدیک عدم صحت کا حکم نہیں ہے۔

قولہ جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ صاحب مصنفی نے اس کی نسبت امام حمید الدین کی
طرف کی ہے اور انہوں نے اپنے شیخ امام محبوبی سے بیان کیا ہے اور اس کی نسبت شمس الائمہ
حلوانی کی طرف سے بیان کی ہے اور قنیہ میں اس کی نسبت حلوانی اور نسفی دونوں کی طرف کی
ہے۔

ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے واللہ الحمد یہ
عوام کا لانعام کے لئے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو
پس پشت ڈالتے تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح وفتویٰ کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوحہ
مرجوعہ عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان جہال کو کوردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت
مذہب کے مرتکب اور ان جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔ نسأل اللہ العفو والعافۃ۔ (ہم
اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۸/۴۷۳ تا ۴۷۶)

سورة الماعون

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

☆ (۴) فویل للمصلین ☆

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے۔

☆ (۵) الذین هم عن صلاتهم ساهون ☆

جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

☆ (۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں ”ویل“ کہیں نہ فرمایا۔ ”سahون“ کیلئے

ویل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار و ابویعلیٰ و ابن جریر و ابن المند رواہ ابن

حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ تفسیر اور بیہقی سنن ومی السنہ بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی

وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قول اللہ تعالیٰ الذین

هم عن صلواتهم ساهون ، قال هم الذین یؤخرون الصلاة عن وقتها ۔

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عز

وجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے: خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ فرما

یا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔

بغوی کی روایت یوں ہے:

عن مصعب عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه قال سئل رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الذین هم فی صلواتهم ساهون ، قال : اضاة الو

قت -

مصعب بن سعد سے ان کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس سے مراد وقت کھونا ہے

بعینہ یہی معنی ابن جریر نے عبد اللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق وابن المنذر نے بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیے۔ روایت اخیر یوں ہے۔ کہ ابو العالیہ نے کہا ساہون وہ لوگ ہیں جنہیں یہ یاد نہ رہے کہ رکعتیں دو پڑھیں یا تین۔ اس پر امام حسن نے فرمایا:

ہم الذین یسہو عن میقاتہا حتی تفوت -

ساہون وہ ہیں جو اس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے۔ فقیر کے یہاں بحمد اللہ نماز تک وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے، عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھتے ہیں مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اس حد تک کہ وقت کراہت نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اس وقت آتا ہے جب قرص آفتاب پر بے تکلف نگاہ جمنے لگے اور تجربے سے ثابت کہ یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے جو نماز عصر اس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہو جاتا ہے تو وقت مستحب یہ ہے کہ پانچ بج کر پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نماز عصر پڑھیں اور عشا میں وقت کراہت آدھی رات کے بعد ہے۔ یہ حالتیں بحمد اللہ تعالیٰ میرے یہاں نہیں مجھے پابندی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات وادھام کی۔

دارقطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریح، زیاد بن عبد اللہ نخعی سے راوی:

قال کنا جلوسا مع علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المسجد الاعظم فجاء المؤمنون فقال: یا امیر المؤمنین! فقال: اجلس، فجلس ثم عاد فقال له ذلك

فقال رضى الله تعالى عنه هذا الكلب يعلمنا السنة ، فقام على فصلى بنا العصر ، ثم انصرفنا ، فرجعنا الى المكان الذى كنا فيه جلوسا ، فحشونا للركب لنزول الشمس للغروب فتراها ۔

ہم کوفہ کی جامع مسجد میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے، مؤذن آ یا اور عرض کی: یا امیر المومنین (یعنی نماز عصر کو تشریف لے چلے) امیر المومنین نے فرمایا: بیٹھ۔ وہ بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوا اور وہی عرض کی مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: یہ کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے۔ بعدہ مولیٰ علی کھڑے ہوئے اور ہمیں عصر پڑھائی پھر ہم نماز کا سلام پھیر کر مسجد میں جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے اس لئے کہ وہ ڈوبنے کو اتر گیا تھا۔

حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اما ان زیاد الم یرو عنه غیر العباس (۲) قالہ الدارقطنی ۔

فاقول : عباس ثقة ، وغایتہ جہالة عین ، فلا تضر عندنا لا سیما فی

اکابر التابعین ، قال فی المسلم ، لا جرح بان له راویا فقط و هو مجهول العین

با صطلاح (۳) قال فی الفواتح و قیل لا یقبل عند المحدثین و هو تحکم (۴)

رہی یہ بات کہ زیاد سے سوائے عباس کے کسی نے روایت نہیں کی، جیسا کہ دارقطنی

نے کہا ہے، تو میں کہتا ہوں: عباس ثقہ ہے، زیادہ سے زیادہ اس میں جہالت عین، پائی جاتی ہے

اور ہمارے نزدیک یہ مضر نہیں ہے خصوصاً اکابر و تابعین میں۔

مسلم میں ہے کہ یہ کوئی حرج نہیں ہے کہ فلاں سے ایک ہی راوی ہے اور وہ اصطلاحی

طور پر مجہول العین ہے۔

فواتح میں ہے کہ بعض نے کہا کہ ایسا راوی قابل قبول نہیں ہے لیکن یہ بے دلیل بات

ہے۔

اگر یہ مولیٰ علی کا صرف اپنا فعل ہوتا جب بھی حجت شرعی تھا نہ کہ وہ اسے صراحتہ سنت بتا

رہے ہیں اور مؤذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں۔

اسی کے مثل امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے نماز صبح میں مروی اور امام طحاوی

داؤد بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں:

قال کان علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصلی بنا الفجر و نحن نترأى الشمس مخافة ان تکون قد طلعت ۔

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیں نماز صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لہا امام حافظ الدین الکردری میں ہے:

ذكر الامام الديلمي عن زهير بن كيسان قال صليت مع الرضا في العصر ثم انطلقت الى مسجد سفين فاذا هو لم يصل العصر فقلت رحم الله ابا حنيفة ما اخرها مثل ما اخر سفين ۔

دیکھو کہ انھوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں میں نے کہا اللہ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفین نے۔

فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن ہے اذان عصر ہوتی ہے اور گھنٹا بھر دن رہے نماز ہوتی ہے اور پون گھنٹہ دن رہے سے پہلے ہو چکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۱۳۸ تا ۱۵۱)

سورة الكوثر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) انا اعطینک الکوثر۔ ☆

اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء کو اس اجماع اعنی قول متیقن ناصالح نزاع کے بعد سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اس بحر بے پایاں کرم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے بارہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب و طاہر کیا، زمزم افضل ہے یا کوثر؟ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شب اسراء ملائکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل مبارک اس سے دھویا حالانکہ وہ آب کوثر لا سکتے تھے اور اللہ عز و جل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اختیار نہ فرمایا مگر افضل۔ شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا، فتاویٰ علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے:

افضل المياہ ما نبع من بين اصابعه صلى الله تعالى عليه وسلم وقد قال
البلقيني ان ماء زمزم افضل من الكوثر لان به غسل صدق النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم ولم يكن يغسل الا بافضل المياہ۔ اہ
افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا۔ اور بلقینی نے
فرمایا: کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک
دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہو سکتا تھا اہ۔

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، تو لازم ہوا کہ کوثر ہی افضل ہو۔ امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔

اقول: تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔

فتاویٰ فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(سئل) ایما افضل ماء زمزم او الکوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان الملائكة غسلوا به قلبه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین شقوه لیلۃ الاسراء مع قدر تہم علی ماء الکوثر فاختیارہ فی ہذا المقام د لیل علی افضلیتہ ولا یعارضہ انہ عطیۃ اللہ تعالیٰ لاسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام والکوثر عطیۃ اللہ تعالیٰ لنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان الکلام فی عالم الدنیا لا الآخرة ولا مرية ان الکوثر فی الآخرة من اعظم مزايا نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن ثم قال تعالیٰ انا اعطینک الکوثر بنون العظيمة الدالة علی ذلک و بما قررته علم الجواب عما اعترض به علی البلقینی اھ۔ (۱)

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آب زمزم افضل ہے یا کوثر؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ آب زمزم افضل ہے، کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی افضلیت کی دلیل ہے۔ زمزم کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہونا اس کے معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے بلاشبہ کوثر کو

بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک کو ملے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انا اعطینک الکوثر کو اپنے لیے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے۔ اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو گیا۔ اھ

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علما سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفصیل

کوثر ہے۔

فأقول وبالله التوفيق: الأفضل معنيان لاكثر ثوابان وهو في المكلفين من يثاب أكثر وفي الأعمال ما الثوب عليه أكبر ولا مدخل لهذين في زمزم والكوثروان أول بالتعاطي أي ما تعاطيه أكثر ثوابان فالكوثر غير مقدور لنا فلا يتأتى التفاضل من هذا الوجه أيضا ولا معنى لأن يقال إن ثوابه صلى الله تعالى عليه وسلم كان أكثر في غسل الملا ثكة قلبه الكريم باحدهما

پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق حاصل ہے: افضل کے دو معنی ہیں، ایک ثواب کے لحاظ سے کثرت ہے، یہ معنی انسانوں میں جس کو ثواب حاصل ہو۔ اور اعمال میں عمل جس پر ثواب زیادہ مرتب ہو، اس معنی کی دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اور کوثر میں نہیں پائی جاسکتیں۔ اور اگر اس معنی کی یہاں تاویل کی جائے کہ ان کے لین دین میں زیادہ ثواب ہے تو پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے۔ اس لیے دونوں میں افضلیت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فرشتوں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے زیادہ ثواب ہے۔

فأذن لا كلام فيه إلا بمعنى الأعظم شانا والارفع مكانا عند الله تعالى
لی وحينئذ لا يتم استدلال الامام البلقيني رحمه الله تعالى الا اذا احطنا با
لحكم الالهيه في غسل قلبه الكريم انهما كان سواء في تحصيلها ثم الله سبحانه
اختار هذا فكان افضل اما يكون شئى اوفق واصلح العمل من غيره فلا يستلزم
كونه اجل قدرا واعظم فخرا منه بالفضل الكلى على انه صلى الله تعالى عليه
وسلم لا يتشرف بغيره بل الكل انما يتشرفون به والله تعالى يصيب برحمته
صلى الله تعالى عليه وسلم ما يشاء من خلقه ليرزقه فضلا كما اختار لولادته
صلى الله تعالى عليه وسلم شهر ربيع الاول دون شهر رمضان ويوم الاثنين
دون الجمعة ومكان مولده صلى الله تعالى عليه وسلم دون الكعبة والفضل
بيد الله يوتيها من يشاء والله ذو الفضل العظيم

(۱) اما جواب الامام ابن حجر فغاية ما يظهر في توحيه ان زمزم افضل في الدنيا لانه مقدور لنا فثاب عليه فيترتب عليه الفضل لنا بخلاف الكوثر ان رزق الله تعالى منه احدنا في الدنيا فلفضل فيه او لتفضل من المولى سبحانه فهو يترتب على الفضل و ما يورث الفضل افضل اما الاخرة فليست دار عمل فيذهب هنالك هذا الوجه و يظهر فضل الكوثر لانه من اعظم ما من الله تعالى به على نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم -

اب صرف افضل کے دوسرے معنی میں بات ہو سکتی ہے اور وہ عند اللہ عظمت شان اور رفعت مقام ہے اور اس معنی پر امام بلقینی کا استدلال تب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ معلوم کر لیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی زمزم اور کوثر مساوی ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زمزم کو پسند فرمایا لہذا افضل ہوا۔ اس لئے کہ یہ اس کا رروائی کے لئے زیادہ موافق اور زیادہ صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر و منزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کی فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک کے لئے رمضان کے بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کے بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کے بجائے آپ کی جائے ولادت کو شرف فرمایا۔ فضیلت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ لیکن امام حجر کا جواب فضیلت کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے کیونکہ وہ ہمارے زیر تصرف ہے اور ہمیں اس پر ثواب ملتا ہے جس سے ہمیں فضیلت میسر ہوتی ہے، اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وہ نصیب ہو جائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوگا، لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے، اور آخرت دار العمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔

اقول لو تم هذا لكان كل ماء في الدنيا افضل من الكوثر بعين الدليل
 وهو كما ترى بل الكلام كما علمت في الارتفاع قد راوا الا عظم فخرا وهذا لا
 يختلف باختلاف الدار حتى يكون شئ اجل قد را عند الله تعالى من آخر في
 الدنيا فاذا جاءت الاخرة انعكس الامر كلا بل لا يظهر في الاخرة الا ما هو
 نده تعالى ههنا فما كان افضل في الاخرة كان افضل في نفسه وما كان افضل
 في نفسه كان افضل حيث كان وقد اعترفتم ان الكوثر افضل في الاخرة
 فوجب ان يكون له الفضل دنيا واخرى كيف وزم من مياه الدنيا وهو من
 مياه الاخرة وللآخرة اكبر درجات و اكبر تفضيلا (۱) وايضا ماؤه من الجنة
 قال صلى الله تعالى عليه وسلم : يغث فيه ميزا بان يمد انه من الجنة احدهما من
 ذهب والاخر من ورق رواه مسلم عن ثوبان رضي الله تعالى عنه وقال صلى
 الله تعالى عليه وسلم : ألا ان سلعة الله غالية الا ان سلعة الله الجنة (۲) -

ثم هو انفع لامته صلى الله تعالى عليه وسلم من شرب منه لم يظما

ابدا ولم يسود وجهه ابدا -

وقد امتن الله سبحانه به على افضل رزقنا المولى سبحانه وتعالى الوارد
 عليه ، والشرب منه بيد احد حبيب اليه ، صلى الله تعالى عليه وسلم ومجد و
 شرف وعظم وكرم وعلى اله الكرام ، وصحبه العظام ، وابنه الكريم وامته
 الكريمة خير الامم ، وعلينا بارساله وانعم والحمد لله رب العلمين حمدا
 يدوم به وامه الادوم ، والله سبحانه وتعالى اعلم - وعلمه جل مجده اتم
 وحكمه عز شأنه احكم -

میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ دنیا کے
 تمام پانی کوثر سے افضل ہو جائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ درست نہیں
 ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر و فخر کی عظمت و بلندی مراد ہے اور فضیلت کا یہ معنی دنیا یا آخرت کے
 لحاظ سے نہیں بدلتا تا کہ دنیا میں ایک چیز دوسری چیز کے مقابلہ میں عند اللہ بری قدر والی ہو اور
 جب آخرت برپا ہو تو معاملہ الٹ جائے ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ آخرت میں عند اللہ وہی چیز قدر و

منزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔ اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ذاتی طور پر افضل ہوگی اور جو چیز ذاتی طور پر افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کر لیا تو ضروری ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں افضل ہو۔ اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے، نیز کوثر کا پانی جنت سے نکلتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (نالے) گرتے ہیں۔ دونوں جنت سے آکر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔

اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالیٰ کا سامان گراں قیمت والا ہے

اور اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔

پھر کوثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لئے وہاں زیادہ نفع مند ہے جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کوثر حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے۔ لہذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔ دعا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک سے پلائے اور اس کوثر پروروں میں نصیب فرمایا۔ حضور پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سلامتی، بزرگی، شرف و کرم نازل ہو اور آپ کی برگزیدہ آل پر اور بزرگوار صحابہ پر اور آپ کے سخی صاحبزادے اور آپ کی بہترین امت پر اور ان کی معیت اور صدقے اور سبب سے ہم پر بھی، اے ہم پر ان کو بھیج کر احسان فرمانے والے، الحمد للہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۳/ ۲۳۵ تا ۲۳۹)

عاص ابن وائل شقی نے جو صاحب زاوۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال پر حضور کو ابتر یعنی نسل بریدہ کہا۔ حق جل و علانے فرمایا: انا اعطینک الکوثر۔ بے شک ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا فرمائی۔ کہ اولاد سے نام چلنے کو تمہاری رفعت ذکر سے کیا نسبت کروڑوں صاحب اولاد گزرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا۔ اور تمہاری ثناء کا ڈنکا تو قیام قیامت تک اکناف عالم و اطراف جہاں میں بجے گا اور تمہارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ

طباق فلک و آفاق زمین پر پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمہیں وہ نفیس و طیب عطا ہوگی جن کی بقا سے بقائے عالم مربوط رہے گی اس کے سوا تمام مسلمان تمہارے بال بچے ہیں۔ اور تم سا مہربان ان کے لئے کوئی نہیں۔ بلکہ حقیقت کا رکن نظر کیجئے تو تمام عالم تمہاری اولاد معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا اور تمہارے ہے نور سے سب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لئے جب ابوالبشر آدم تمہیں یاد کرتے یوں کہتے:

یا نبی صوره والی معنی۔ اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے جب اس کی یہ عنایت بے غایت تم پر مہذول ہو تو تم ان اشقیا کی زبان درازی پر کیوں ملو ہو بلکہ۔ فصل لربك و انحر۔ رب کے شکرانہ میں اسکے لئے نماز پڑھو۔ اور قربانی کرو۔ ان شانئك هو الا بتر۔ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے کہ جن بیٹوں پر اسے ناز ہے یعنی عمرو و هشام رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہی اسکے دشمن ہو جائیں گے اور تمہارے دین حق میں آکر بوجہ اختلاف دین اس کی نسل سے جدا ہو کر تمہارے دینی بیٹوں میں شمار کئے جائیں گے پھر آدمی بے نسل ہوتا ہے تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا اس سے نام بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے تمہارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی و نفرین کے ساتھ لیا جائے گا اور روز قیامت ان گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

(تجلی الیقین ۵۰-۵۱)

سورة المسد

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) تبت ید آبی لہب و تب۔ ☆

تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

(۲) ما اغنی عنه مالہ وما کسب۔ ☆

اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔

(۳) سیصلی نارا ذات لہب۔ ☆

اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ۔

(۴) وامراتہ حمالة الحطب۔ ☆

اور اس کی جو روکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔

(۵) فی جیدہا حبل من مسد۔ ☆

اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قریب رشتہ داروں کو جمع فرما کر وعظ و

نصیحت اور اسلام و اطاعت کی طرف دعوت کی۔ ابولہب شقی نے کہا:

تبا لك سائر الیوم הזהا جمعتنا۔

ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہوتا تمہارے لئے ہمیشہ کو کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔

حق جل وعلا نے فرمایا: تبت ید آبی لہب و تب۔

ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

ما اغنیٰ عنه مالہ و ما کسب۔

اس کے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کچھ کمایا۔

سیصلیٰ نارا ذات لہب۔

اب پلٹا چاہتا ہے بھڑکتی آگ میں۔

وامرأتہ حمالة الحطب۔

اور اس کی جو روکڑیوں کا گٹھا سر پر لئے۔

فی جیدھا جبل من مسد۔

اس کے گلے میں مونجھ کی رسی۔

بالجمہ اس روش کی آیتیں قرآن عظیم میں صد ہا نکلیں گی۔ اسی طرح حضرت یوسف، بتول مریم۔ اور ادھرام المؤمنین صدیقہ علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصے اس مضمون پر شاہد عدل ہیں۔

حضرت والد قدس سرہ الما جد سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں فرماتے ہیں:

حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے اور حضر مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بد گمانی سے نجات بخشی۔ اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اٹھا خود ان کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و پاکدامنی پر خود گواہی دیں اور عزت و امتیاز ان کا بڑھائیں۔ انتہی محل غور ہے۔ جب اراکین دولت و مقربان حضرت سے باغبان سرکش بگستاخی و بے ادبی پیش آئیں اور بادشاہ ان کے جوابوں کو انہیں پر چھوڑ دے۔ مگر ایک سردار بلند وقار کے ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو زبان درازی اس کی جناب میں کریں حضرت سلطان اس مقرب ذی شان کو کچھ نہ کہنے دے۔ بلکہ بہ نفس نفیس اس کی طرف سے تکفل کے جواب کرے کیا ہر ذی عقل اس معاملہ کو دیکھ کر یقین قطعی نہ کرے گا کہ سرکار سلطانی میں جو اعزاز و امتیاز اس مقرب جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں اور جو خاص نظر اس کے حال پر ہے اوروں کا حصہ اس میں نہیں۔ والحمد لله رب العالمین۔ (تجلی الیقین ۵۲-۵۳)

سورة الاخلاص

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

☆ (۱) قل هو الله احد

تم فرما دو وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔

☆ (۲) الله الصمد

اللہ بے نیاز ہے

☆ (۳) لم يلد ولم يولد

نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا

☆ (۴) ولم يكن له كفوا احد

اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى

الله تعالى عليه وسلم : قل هو الله احد تعدل ثلث القرآن ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قل هو الله احد آخر تک پڑھنا تہائی قرآن کے مساوی ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث پندرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے اور متواتر ہے

(فتاویٰ رضویہ ۳/۳۲۶)

سورة الفلق

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳) ومن شر غاسق اذا وقب۔ ☆

اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حدیث میں ہے: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رأى

الہلال صرف و جہہ عنہ۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے اپنا منہ مبارک اس کی طرف

سے پھیر لیتے۔ رواہ ابو داؤد عن قتادة مرسلًا ولا شواہد و سندہ ثقات۔

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مشرکی چیز ہے۔ افادہ المناوی فی التفسیر۔

اقول: یا یہ کہ کفار نے اس کی عبادت کی۔ اور شرع میں اسے دیکھ کر اللہ جل جلالہ

سے دعا کرنی آئی، تو پسندیدہ ہوا کہ منہ پھیر کر کی جائے تاکہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے۔

واللہ و رسولہ اعلم جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضى الله تعالى عنها قالت: قال لى رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم: يا عائشة! استعيزى بالله من شر هذا، فان هذا هو

الغاسق اذا وقب۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اس کے شر سے، کہ

یہ ہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے یا گہنائے۔

یعنی قرآن کریم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا: ومن شر غاسق، اور اسکے شر سے پناہ

مانگنے کا حکم آیا، اس سے یہ چاند ہی مراد ہے۔ فتاویٰ رضویہ ۵۷۴/۴

سورة الناس

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) قل اعوذ برب الناس۔ ☆

تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب۔

(۲) ملک الناس۔ ☆

سب لوگوں کا بادشاہ۔

(۳) الہ الناس۔ ☆

سب لوگوں کا خدا۔

(۴) من شر الوسواس الخناس۔ ☆

اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔

(۵) الذی یوسوس فی صدور الناس۔ ☆

وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

(۶) من الجنة والناس۔ ☆

جن اور آدمی۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سورۃ کی قرأت سے فوراً وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۷/۷۷)

بخاری، مسلم، ابوداؤد، مثل امام احمد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مثل

ابن ماجہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں:

ان الشیطان یجرى من الانسان مجرى الدم ۔

بیشک شیطان انسان (آدمی) کی رگ رگ میں خون کی طرح ساری جاری ہے۔

صحیحین وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

جب اذان ہوتی ہے شیطان گوز زناں بھاگ جاتا ہے کہ اذان کی آواز نہ سنے۔

جب آذان ہو چکتی ہے پھر آتا ہے۔ جب تکبیر ہوتی ہے پھر بھاگ جاتا ہے جب تکبیر ہو چکتی ہے پھر آتا ہے۔

حتى یخطوبین المرء و نفسه یقول اذ کر کذا اذ کر کذا لعلہ یکن

یذکرہ حتی یظل الرجل ما یدری کم صلیٰ ۔

یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے اندر حائل ہو کر خطرے ڈالتا ہے کہتا ہے کہ یہ

بات یاد کر، یہ بات یاد کر، ان باتوں کے لئے جو آدمی کے خیال میں بھی نہ تھیں یہاں تک کہ انسان کو یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ کتنی پڑھی۔

امام ابو بکر بن ابی الدنیا کتاب مکائد الشیطان اور امام اجل ترمذی نوادر الاصول میں

بند حسن۔ اور ابو یعلیٰ مسند اور ابن شاہین کتاب الترغیب اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطان واضع خطمه علی قلب ابن آدم فان ذکر الله خنس و ان

نسی التقم قلبه فذلک الوسواس الخناس ۔

بے شک شیطان اپنی چونچ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے ہے جب آدمی خدا تعالیٰ کو یاد

کرتا ہے شیطان دبک جاتا ہے اور جب آدمی (ذکر سے) غفلت کرتا ہے (بھول جاتا ہے) تو

شیطان اس کا دل اپنے منہ میں لے لیتا ہے تو یہ ہے (شیطان خناس) وسوسہ ڈالنے والا، دبک

(شہنشاہ کون ۳۸ تا ۳۹)

جانے والا۔

فہرست آیات جلد نہم

نمبر شمار نمبر آیات آیات جلد و صفحہ

سورۃ الشعراء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳/۹	☆	(۱۲۸) اتبنون بكل ریح ایتہ تعبثون۔	۳۴۹
۳/۹	☆	(۱۲۹) وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون۔	۳۵۰
۵/۹	☆	(۲۱۸) الذی یرکحین تقوم۔	۳۵۱
۶/۹	☆	(۲۱۹) وتقلبک فی السجدين۔	۳۵۲
۶/۹	☆	(۲۲۰) انه هو السميع العليم۔	۳۵۳

سورۃ النمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۸/۹	☆	(۲۳) انی وجدت امرأة تملکهم واوتیت من کل شیء ولها عرش عظیم۔	۳۵۴
۸/۹	☆	(۲۴) قالت ان الملوک اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة۔	۳۵۵
۸/۹	☆	وکذلک يفعلون۔	۳۵۶

۳۵۶ (۶۵) قل لا يعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله ط وما
يشعرون ايان يبعثون ☆ _____ ۸/۹
۳۵۷ (۸۰) انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا
مدبرین ☆ _____ ۹/۹

سورة لقصص

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۵۸ (۲۵) فجاءته احدهما تمشی على استحياء ز قالت ان ابی
یدعوك لیجزیک اجرا سقیت لنا ط فلما جاءه وقص علیه القصص
قال لا تخف ننجوت من القوم الظالمین ☆ _____ ۱۲/۹
۳۵۹ (۵۶) انک لاتهدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء ج وهو
اعلم بالمهتدین ☆ _____ ۱۳/۹

سورة العنکبوت

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۶۰ (۶۹) والذین جاہدوا فینا لنهیدینهم سبلنا ط وان الله لمع
المحسنین ☆ _____ ۱۵/۹

سورة الروم

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۶۱ (۲) غلبت الروم ☆ _____ ۱۶/۹
۳۶۲ (۲۱) ومن ایتة ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها
وجعل بینکم مودة ورحمة ط ان فی ذلک لآیت لقوم یتفکرون ☆ _____ ۱۶/۹
۳۶۳ (۳۱) منیبین الیه واتقوه واقیموا الصلوة ولا تكونوا من المشرکین
☆ _____ ۱۷/۹
۳۶۴ (۳۹) وما اتیتم من رب الیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند الله ج

- وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضَعِفُونَ. ☆ ۱۸/۹
- ۳۶۵ (۴۷) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رِسَالًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَ وَهُمْ بِالْبَيْتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ۖ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ. ☆ ۱۹/۹
- ۳۶۵ (۵۱) وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ. ☆ ۲۲/۹
- ۳۶۶ (۵۲) فَإِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمَعُ الصَّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلُوا مَدْبِرِينَ. ☆ ۲۲/۹
- ۳۶۷ (۵۳) وَمَا آنتَ بِهَذَا الْعَمَىٰ ۖ عَنْ ضَلَلَّتْهُمْ ۖ إِنْ تَسْمَعُ إِلَّا مِنْ يَوْمِنَ بِأَيْتِنَا فَهُمْ مُسْلَمُونَ. ☆ ۲۲/۹

سورة لقمان

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

- ۳۶۸ (۱۰) خَلَقَ السَّمُوتَ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرْوُنَهَا ۚ وَالْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيًا أَنْ تُمِيدَ بِكُمْ ۚ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۖ وَانزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ. ☆ ۲۸/۹
- ۳۶۹ (۳۴) إِنْ اللَّهُ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۖ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۖ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مِمَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۖ إِنْ اللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ. ☆ ۳۱/۹

سورة السجدة

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۳۷۰ (۱۱) قُلْ يَتُوبُ لَكُمْ مَلِكُ الْمَوْتِ الَّذِي وَكَّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تَرْجَعُونَ. ☆ ۲۸/۹

سورة الاحزاب

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۷۱ (۴) ماجعل الله لرجلٍ من قلبين في جوفه ج و ماجعل ازواجكم
الّی تظهرون منهن امهتكم ج و ماجعل ادعیاء کم ابناء کم ۱ ذلکم قولکم
بافواہکم ۱ واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل ☆ _____ ۴۹/۹

۳۷۲ (۵) النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهتہم ۱ واولو
الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتب اللہ من المؤمنین والمہجرین الّا
ان تفعلوا الی اولیئکم معروفًا ۱ کان ذلک فی الکتاب مسطورًا ☆ _____ ۵۰/۹

۳۷۳ (۱۳) واذ قالت طائفة منهم یا اهل یترب لا مقام لکم فارجعوا ج و
یستأذن فریق منهم النبی یقولون ان بیوتنا عورة ۱ وما هی بعورة ج ان
یریدون الا فرارًا ☆ _____ ۵۵/۹

۳۷۴ (۲۱) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة لمن کان یرجوا اللہ
والیوم الآخر و ذکر اللہ کثیرًا ☆ _____ ۵۶/۹

۳۷۵ (۳۳) وقرن فی بیوتکن ولا تیرجن تبرج الجاہلیة الاولی واقمن
الصلوة واتین الزکوة واطعن اللہ ورسولہ ۱ انما یرید اللہ لیذهب عنکم
الرجس اهل البیت ویطہرکم تطہیرًا ☆ _____ ۵۸/۹

۳۷۶ (۳۶) وما کان لمؤمنٍ ولا مؤمنةٍ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان
یکون لہم الخیرة من امرہم ۱ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضللاً
مبینًا ☆ _____ ۵۹/۹

۳۷۷ (۴۷) واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک
زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس ج
واللہ احق ان تخشہ ۱ فلما قضی زید منها وطراً زوجنکھا لکی لا یکون
علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطراً ۱ وکان
امر اللہ مفعولاً ☆ _____ ۶۱/۹

- ۳۷۸ (۴۰) ما كان محمد اباً احداً من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين ط وكان الله بكل شيء عليماً ☆ _____ ۶۴/۹
- ۳۷۹ (۴۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا ☆ _____ ۶۹/۹
- ۳۸۰ (۵۶) ان الله وملائكته يصلون على النبي ط يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ☆ _____ ۷۲/۹
- ۳۸۱ (۵۷) ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة واعد لهم عذاباً مهيناً ☆ _____ ۷۳/۹
- ۳۸۲ (۵۸) والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً وإثماً مبيناً ☆ _____ ۷۳/۹

سورة سبأ

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۳۸۳ (۱۳) يعملون له ما يشاء من محاريب وتماثيل وجفان كالجواب وقدور رسيّت ط اعملوا آل داود شكراً ط وقليل من عبادي الشكور ☆ _____ ۷۵/۹
- ۳۸۴ (۱۹) فقالوا ربنا بعد بين اسفارنا وظلموا انفسهم فجعلناهم احاديث ومزقناهم كل ممزق ط ان في ذلك لايت لكل صبار شكور ☆ _____ ۷۵/۹
- ۳۸۵ (۲۸) وما ارسلناك الا كافة للناس بشيراً ونذيراً ولكن اكثر الناس لا يعلمون ☆ _____ ۷۶/۹

سورة فاطر

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۳۸۶ (۱۰) من كان يريد العزة فلله العزة جميعاً ط اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه ط والذين يمكرون السيئات لهم عذاب

- شدید ط و مکر اولئک هو یبور۔ ☆ _____ ۸۲/۹
- ۳۸۷ (۱۶) ان یشا یدھبکم ویات بخلق جدید۔ ☆ _____ ۸۲/۹
- ۳۸۸ (۱۷) وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ ☆ _____ ۸۲/۹
- ۳۸۹ (۱۸) ولاتزر وازرة وزر اخری ط وان تدع مثقلة الی حملها لایحمل منه شیء ولو کان ذا قربی ط انما تنذر الذین یخشون ربهم بالغیب واقاموا الصلوة ط ومن تزکی فانما یتزکی لنفسه ط والی اللہ المصیر۔ ☆ ۸۳/۹
- ۳۹۰ (۳۲) ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا ج فمنهم ظالم لنفسه ج ومنهم مقتصد ج ومنهم سابق بالخیرت باذن اللہ ط ذلک هو الفضل الکبیر۔ ☆ _____ ۸۳/۹
- ۳۹۱ (۴۱) ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ج ولئن زالتا ان امسکهما من احد من بعده ط انه کان حلیمًا غفورًا۔ ☆ _____ ۸۶/۹

سورۃ یس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- ۳۹۲ (۱۲) انا نحن نحی الموتی ونکتب ما قدموا واثارهم ط وکل شیء احصینہ فی امام مبین۔ ☆ _____ ۱۰۹/۹
- ۳۹۳ (۱۲) وکل شیء احصینہ فی امام مبین۔ ☆ _____ ۱۱۳/۹
- ۳۹۴ (۶۹) وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ ط ان هو الا ذکر وقرآن ☆ _____ ۱۱۴/۹
- ۳۹۵ (۷۱) اولم یروا انا خلقنا لهم مما عملت ایدینا انعامًا فهم لها مالکون۔ ☆ _____ ۱۱۴/۹
- ۳۹۶ (۷۲) وذللناها لهم فمنها رکوبهم ومنها یا کلون۔ ☆ _____ ۱۱۶/۹
- ۳۹۷ (۷۳) ولهم فیها منافع ومشارب ط افلا یشکرون۔ ☆ _____ ۱۱۶/۹

سورة الصافات

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۹۸ (۹۶) واللہ خلقکم وما تعملون ☆ _____ ۱۲۲/۹

۳۹۹ (۱۲۳) وان الیاس لمن المرسلین ☆ _____ ۱۲۲/۹

سورة ص

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۰۰ (۲۴) قال لقد ظلمک بسؤال نعجتک الیٰ نعاجہ ط وان

کثیراً من الخلطاء لیبغی بعضهم علی بعض الا الذین امنوا

وعملوا الصلحت وقلیل ما هم ط و ظن داؤد انما فتنه

فاستغفر ربہ وخر را کما وانا ب ☆ _____ ۱۲۳/۹

۴۰۱ (۳۰) ووهبنا لداؤد سلیمٰن ط نعم العبد ط انه

اواب ☆ _____ ۱۲۶/۹

۴۰۲ (۳۱) اذ عرض علیہ بالعشی الصفت الجیاد ☆ _____ ۱۲۶/۹

۴۰۳ (۳۲) فقال انی احببت حب الخیر ان ذکر ربی ء حتیٰ

توارت بالحجاب ☆ _____ ۱۲۷/۹

۴۰۴ (۴۴) وخذ بیدک ضغثاً فاضرب بہ ولا تحنث ط انا وجدنہ

صابراً ط نعم العبد ط انه اواب ☆ _____ ۱۲۳/۹

سورة غافر

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۰۵ (۱) حمّ

۴۰۶ (۲) تنزیل الکتب من اللہ العزیز العلیم ☆ _____ ۱۳۲/۹

۴۰۷ (۳) غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب لا ذی الطول ط

- لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَصِيرُ. ☆ _____ ۱۳۲/۹
- ۴۰۸ (۴۶) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ. ☆ _____ ۱۳۳/۹
- ۴۰۹ (۵۵) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ. ☆ _____ ۱۳۵/۹
- ۴۱۰ (۶۰) وَقَالَ رَبِّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۖ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ. ☆ _____ ۱۴۲/۹

سوره فصلت

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۴۱۱ (۲۱) وَقَالُوا الْجُلُودُ هُمْ لَمْ شَهِدْ تَمَّ عَلَيْنَا ۖ قَالَوَا انْطَقْنَا اللَّهُ الَّذِي انْطَقَ كُلُّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تَرْجِعُونَ. ☆ _____ ۱۴۹/۹
- ۴۱۲ (۳۳) وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ. ☆ _____ ۱۴۹/۹
- ۴۱۳ (۴۱) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ. ☆ _____ ۱۴۹/۹

سورة الشورى

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۴۱۴ (۲۱) أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ۖ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. ☆ _____ ۱۵۴/۹
- ۴۱۵ (۲۵) وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ

ويعلم ماتفعلون. ☆ _____ ۱۵۹/۹
 ۳۱۶ (۲) ذلک الذی يبشر الله عباده الذین آمنوا وعملوا
 الصلحت ط قل لا اسئلكم علیه اجراً الا المودة فی القربى ط
 ومن یقترب حسنة نزدله فیها حسناً ط ان الله غفور شکور
 ☆. _____ ۱۶۰/۹

سورة الزخرف

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۱۷ (۱۸) او من ینشؤا فی الحلیة وهو فی الخصام غیر
 مبین. ☆ _____ ۱۶۲/۹
 ۳۱۸ (۳۶) ومن یعش عن ذکر الرحمن تقیض له شیطاناً فهو له
 قرین. ☆ _____ ۱۶۲/۹
 ۳۱۹ (۳۷) وانهم لیصدونهم عن السبیل ویحسبون انهم
 مهتدون. ☆ _____ ۱۶۲/۹
 ۳۲۰ (۳۸) حتی اذا جاءنا قال یلیت بینی وبینک بعد
 المشرقین فبئس القرین. ☆ _____ ۱۶۳/۹
 ۳۲۱ (۳۹) ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب
 مشترکون. ☆ _____ ۱۶۳/۹

سورة الاحقاف

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۲۲ (۱۵) ووصینا الانسان بوالدیه احسناً ط حملته امه کرها
 ووضعتہ کرها ط وحمله وفضله ثلاثون شهراً ط حتی اذا بلغ اشده
 وبلغ اربعین سنة لا قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التي

انعمت علی وعلى والدى وان اعمل صالحا ترضه واصلح لى
فى ذريتى ۛ انى تبت اليك وانى من المسلمين ☆۔ ۱۶۴/۹

سورة محمد

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۲۳ (۱۳) وكاين من قرية هى اشد قوة من قريتك التى
اخرجتك ۛ اهلكنهم فلاناصر لهم ☆۔ ۱۶۶/۹
۴۲۴ (۱۹) فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك وللمؤمنين
والمؤمنات ۛ والله يعلم متقلبكم ومثؤكم ☆۔ ۱۶۶/۹
۴۲۵ (۳۳) يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول
ولا تبطلوا اعمالكم ☆۔ ۱۶۷/۹

سورة الفتح

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۲۶ (۲) ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتاخرو يتم نعمته
عليك ويهديك صراطاً مستقيماً ☆۔ ۱۶۸/۹
۴۲۷ (۸) انا ارسلنك شاهداً ومبشراً ونذيراً ☆۔ ۱۶۹/۹
۴۲۸ (۹) لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه ۛ وتسبحوه
بكرة واصيلاً ☆۔ ۱۶۹/۹
۴۲۹ (۲۵) هم الذين كفروا وصدوكم عن المسجد الحرام
والهدى معكوفاً ان يبلغ محله ۛ ولولا رجال مؤمنون ونساء
مؤمنات لم تعلموهم ان تطؤهم تصيبكم منهم معرفة بغير علم ۛ
ليدخل الله فى رحمته من يشاء ۛ لوتزيلوا لعذبنا الذين كفروا
منهم عذاباً اليماً ☆۔ ۱۷۰/۹

۴۳۰ (۲۹) محمد رسول اللہ ﷺ والذین معہ اشداء علی الکفار
رحمآء بینہم ترہم رکعاً سجداً ۛ یتغفون فضلاً من اللہ
ورضواناً ۛ سیمام فی وجوہہم من اثر السجود ﷻ ذلک مثلہم
فی التورۃ ۛ مثلہم فی الانجیل ۛ کزرع اخرج شطاءً فاستغلظ
فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار ﷻ وعد اللہ
الذین امنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرةً واجراً
عظیماً۔ ☆ _____ ۱۷۱/۹

سورة الحجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۳۱ (۲) ۛایہا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی
ولاتجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم
وانتم لاتشعرون۔ ☆ _____ ۱۷۵/۹

۴۳۲ (۳) ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک
الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ ﷻ لہم مغفرةً واجر عظیم
☆۔ _____ ۱۷۶/۹

۴۳۳ (۶) ۛایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنیاً فتبینوا ان
تصیبوا قومًا بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین۔ ☆۔ ۱۸۳/۹

۴۳۴ (۷) واعلموا ان فیکم رسول اللہ ﷻ لو یطیعکم فی کثیر من
الامر لعنتم ولكن اللہ حبیب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم
وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان ﷻ اولئک ہم
الراشدون۔ ☆ _____ ۱۸۵/۹

۴۳۵ (۸) فضلاً من اللہ ونعمةً ﷻ واللہ علیم حکیم۔ ☆۔ ۱۸۵/۹

۴۳۶ (۹) وان طائفۃ من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما ۛ
فان بغت احديہما علی الاخری فقاتلوا التي تبغی حتی تقیء الی

امر الله ۛ فان فآء ت فاصلحوا بينهما بالعدل واقسطوا ۞ ان الله يحب المقسطين۔ ☆ _____ ۱۸۶/۹

۴۳۷ (۱۰) انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم ۛ واتقوا الله لعلكم ترحمون۔ ☆ _____ ۱۹۲/۹

۴۳۸ (۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَر قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ خَيْرٌ مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُن خَيْرًا مِنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۚ بِئْسَ الْإِثْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ ☆ _____ ۱۹۳/۹

۴۳۹ (۱۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ ۖ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا ۚ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔ ☆ _____ ۱۹۵/۹

(۱۳) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقٰكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔ ☆ _____ ۱۹۵/۹

سورة الذاریات

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۴۰ (۲۴) هل اتك حديث ضيف ابراهيم المكرمین۔ ☆ ۱۹۵/۹

۴۴۱ (۲۵) اذ دخلوا عليه فقالوا سلماً ۚ قال سلم ۛ قوم

منكرون۔ ☆ _____ ۱۹۵/۹

۴۴۲ (۲۶) فراغ الى اهله فجاء بعجل سمين۔ ☆ _____ ۱۹۵/۹

۴۴۳ (۵۵) وذكر فان الذكرى تنفع المؤمنين۔ ☆ _____ ۱۹۸/۹

سورة النجم

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۴۴۴ (۱۱) ما کذب الفؤاد ما رأى. ☆ _____ ۲۰۰/۹
- ۴۴۵ (۱۳) ولقد رآه نزلاً اخری. ☆ _____ ۲۰۱/۹
- ۴۴۶ (۱۴) عند سدرۃ المنتهی. ☆ _____ ۲۰۲/۹
- ۴۴۷ (۳۲) الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ط ان ربک واسع المغفرة ط هو اعلم بکم اذ انشاء کم من الارض واذ انتم اجنۃ فی بطون امهتکم ء فلا تزکوا انفسکم ط هو اعلم بمن اتقى. ☆ _____ ۲۰۳/۹

سورة القمر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

- ۴۴۸ (۱) اقتربت الساعة وانشق القمر. ☆ _____ ۳۰۴☆/۹
- ۴۴۹ (۲) وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر. ☆ _____ ۳۰۵/۹
- ۴۵۰ (۳) وکذبوا واتبعوا أهواءهم وکل امر مستقر. ☆ _____ ۳۰۶/۹
- ۴۵۱ (۱۷) ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر. ☆ _____ ۳۰۷/۹

سورة الرحمن

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۴۵۲ (۵) الشمس والقمر بحسبان. ☆ _____ ۲۰۹/۹

سورة الحديد

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۴۵۳ (۳) هو الاول والاخر والظاهر والباطن ء وهو بکل شیء علیم. ☆ _____ ۳۸/۹
- ۴۵۴ (۱۰) وَمَالکُمْ اَلَّا تُنْفِقُوا فِی سَبِیلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِی مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلَ ط

أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ط
 وَكَلَّا وَعَذَّ اللَّهُ الْحُسْنَى ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ☆ — ۲۱۶/۹
 ۴۵۵ (۲۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَأَمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ
 كَفْلًا مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللَّهُ
 غَفُورٌ رَحِيمٌ ☆ — ۲۱۸/۹
 ۴۵۶ (۲۹) لَيْلًا يَعْلَمُ أَهْلُ الْكُتُبِ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ
 اللَّهِ وَإِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ
 الْعَظِيمِ ☆ — ۲۱۹/۹

سورة المجادلة

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۵۷ (۲) الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ امهتھم ط ان
 امهتھم الا اللئى ولد نھم ط وانھم ليقولون منكرا من القول وزورا ط
 وان الله لعفو غفور ☆ — ۳۲۲/۹
 ۴۵۸ (۳) وَالَّذِينَ يَظْهَرُونَ مِنْ نِسَاءِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا
 فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا ط ذَلِكَ تَوْعظُونَ بِهِ ط وَاللَّهُ بِمَا
 تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ☆ — ۳۳۲/۹
 ۴۵۹ (۴) فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ
 يَتَمَاسَا ۖ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا ط ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا
 بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ط وَتُلْكَ حُدُودَ اللَّهِ ط وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ☆ — ۳۲۴
 ۴۶۰ (۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ
 فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانْشُزُوا يَرَفَعِ اللَّهُ
 الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ۖ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
 خَبِيرٌ ☆ — ۲۲۲/۹
 ۴۶۱ (۱۹) اسْتَحِذْ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانَ فَاَنْسَهُمْ ذَكَرَ اللَّهُ ط أُولَئِكَ

حزب الشیطان ۛ الا ان حزب الشیطان هم الخسرون۔ ☆۔ ۲۲۳/۹
 ۴۶۲ (۲۲) لاتجد قومًا یؤمنون بالله والیوم الآخر یوآدون من
 حاد الله ورسوله ولو كانوا آباءهم او ابناؤهم او اخوانهم
 او عشیرتهم ط اولئك کتب فی قلوبهم الایمان وایدہم بروح
 منه ط ویدخلہم جنّات تجری من تحتها الانہر خلّٰدین فیہا ۛ
 رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ط اولئك حزب اللہ ط الا ان حزب
 اللہ هم المفلحون۔ ☆۔ ۲۲۳/۹

سورة الحشر

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۶۳ (۷) ما آفآء اللہ علیٰ رسولہ من اهل القرۃ فللہ وللرسول
 ولذی القربۃ والیتیمی والمسکین وابن السبیل ۛ کی لا یكون
 دولة بین الاغنیاء منکم ط وما اتکم الرسول فخذوه ۛ وما نہکم
 عنہ فانتہوا ۛ واتقوا اللہ ط ان اللہ شدید العقاب۔ ☆۔ ۲۲۵/۹
 ۴۶۴ (۹) والذین تبوء الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر
 الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مّا اوتوا ویؤثرون علیٰ
 انفسہم ولو کان بہم خصاصة ط ومن یوق شح نفسه فاولئك هم
 المفلحون۔ ☆۔ ۲۲۶/۹

سورة الممتحنة

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۶۵ (۱) یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون
 الیہم بالمودة وقد کفروا بما جاءکم من الحق ۛ یخرجون
 الرسول وایاکم ان تؤمنوا باللہ ربکم ط ان کنتم خرجتم جہادًا

فی سبیلی وابتغاء مرضاتی ؕ تسرون اليهم بالمودة ؕ وانا اعلم
بما اخفيتم وما اعلنتم ؕ ومن يفعله منكم فقد ضل سواء
السبيل۔ ☆ _____ ۲۲۷/۹

۴۶۶ (۲) ان يثقفوكم يكونوا لكم اعداء ويبسطوا اليكم ايديهم
والسنتهم بالسوء وودوا لو تكفرون۔ ☆ _____ ۲۲۸/۹

۴۶۷ (۳) لن تنفعكم ارحامكم ولا اولادكم ؕ يوم القيمة ؕ يفصل
بينكم ؕ واللہ بما تعملون بصير۔ ☆ _____ ۲۲۹/۹

(۸) لا ينهكم اللہ عن الذين لم يقاتلوكم فی الدين ولم يخرجوكم
من دياركم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ؕ ان اللہ يحب
المقسطين۔ ☆ _____ ۲۲۷/۹

۴۶۸ (۹) انما ينهكم اللہ عن الذين قاتلوكم فی الدين
واخرجوكم من دياركم وظاهروا علیٰ اخراجكم ان تولوهم ؕ ومن
يتولهم فاولئك هم الظالمون۔ ☆ _____ ۲۲۸/۹

۴۶۹ (۱۰) یا ایہا الذين امنوا اذا جاءکم المؤمنت مهاجرت
فامتحنوهن ؕ اللہ اعلم بايمانهن ؕ فان علمتموهن مؤمنت
فلا ترجعوهن الی الکفار ؕ لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن ؕ
واتوهم ما اتفقوا ؕ ولا جناح علیکم ان تنکحوهن اذا اتیتموهن
اجورهن ؕ ولا تمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا ما اتفقتم وليسئلوا
ما اتفقوا ؕ ذلکم حکم اللہ ؕ یحکم بینکم ؕ واللہ علیم حکیم
☆ _____ ۲۳۵/۹

سورة الصف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۷۰ (۴) ان اللہ يحب الذين یقاتلون فی سبيله صفا كانهم
بنیان مرصوص۔ ☆ _____ ۲۳۷/۹

سورة الجمعة

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۷۱ (۲) هو الذي بعث في الامم رسولا منهم يتلوا عليهم آياته
ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة ؕ وان كانوا من قبل لفي
ضلل مبين. ☆ _____ ۲۳۸/۹

۴۷۲ (۳) واخرين منهم لما يلحقوا بهم ؕ وهو العزيز الحليم
☆. _____ ۲۴۲/۹

۴۷۳ (۴) ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ؕ والله ذو الفضل
العظيم. ☆. _____ ۲۴۲/۹

۴۷۴ (۵) يا ايها الذين امنوا اذا نودي للصلاة من يوم الجمعة
فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع ؕ ذلكم خير لكم ان كنتم
تعلمون. ☆. _____ ۲۴۳/۹

سورة المنافقون

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۷۵ (۱) اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله
والله يعلم انك لرسوله ؕ والله يشهد ان المتقين لكذبون
☆. _____ ۲۴۶/۹

۴۷۶ (۵) واذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله لو اتوسم
ورايتهم يصدون وهم مستكبرون. ☆. _____ ۲۴۶/۹

۴۷۷ (۸) يقولون لنن رجعا الى المدينة ليخرجن الاعز منها
الاذل ؕ والله العزة لرسوله وللمؤمنين ولكن المتقين
لا يعلمون. ☆. _____ ۲۴۷/۹

سورة التغابن

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۷۸ (۱۶) فاتقوا الله ما استطعتم واسمعوا واطيعوا وانفقوا خيراً
لا انفسكم ۞ ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون
☆۔ ۲۴۸/۹

سورة الطلاق

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۷۹ (۱) یاایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن
واحصوا العدة ۞ واتقوا الله ربکم ۞ لا تخرجوهن من بیوتهن
ولا ینخرجن الا ان یتین بفاحشة مبینه ۞ وتلك حدود الله ومن
یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه ۞ لا تدری لعل الله ینحدث بعد
ذلك امراً۔ ☆۔ ۲۴۹/۹

۴۸۰ (۲) اسکنوهن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروهن
لتضیقوا علیهن ۞ ان کن اولات حمل فانفقوا علیهن حتی
یضعن حملهن ۞ فان ارضعن لکم فاتوهن اجورهن ۞ واتمروا
بینکم بمعروف ۞ وان تعاسرتم فسترضع له اخرى۔ ☆۔ ۲۵۱/۹

سورة التحريم

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۸۱ (۴) ان تتوبا الى الله فقد صغت قلوبكما ۞ وان تظہرا
علیہ فان الله هو مولہ وجبریل وصالح المؤمنین ۞ والمآکة بعد
ذلك ظہیر۔ ☆۔ ۲۵۲/۹

۴۸۲ (۵) عسی ربة ان طلقکن ان یدلہ ازوجاً خيراً منکن
مسلمت مؤمنت قنتت قنتت غدتت سئحتت ثیبت
وابکارا۔ ☆۔ ۲۲۵/۹

۴۸۳ (۶) یٰٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِکُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓئِکَةٌ غُلَاظٌ شِدَادٌ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔☆ _____ ۲۵۳/۹

سورة الملک

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۸۴ (۲) الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لَیَبْلُوْکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط
وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْر۔☆ _____ ۲۵۴/۹

۴۸۵ (۱۳) اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ اللّٰطِیْفُ الْخَبِیْر۔☆ _____ ۲۵۶/۹

۴۸۶ (۱۹) اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صَفَّتْ وَیَقْبِضْنَ ط
مَا یَمْسُکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ط اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ بِصِیْر۔☆ _____ ۲۵۷/۹

سورة القلم

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۸۷ (۱) اَنْ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ۔☆ _____ ۲۶۸/۹

۴۸۸ (۲) مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْن۔☆ _____ ۲۷۹/۹

۴۸۹ (۴) وَاَنْکَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِیْم۔☆ _____ ۲۶۲/۹

سورة المعارج

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۹۰ (۳۴) وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یَحَافِظُوْنَ۔☆ _____ ۲۷۲/۹

۴۹۱ (۳۵) اَوَلَمْ تَرَ اَنَّکَ فِیْ جَنَّتٍ مَّکْرُوْمٍ۔☆ _____ ۲۶۴/۹

سورة نوح

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۹۲ (۲۳) وقالوا لاتذرن الهتكم ولا تذرن وداً ولا سواعاً ولا يغوث ويعوق ونسراً. ☆ _____ ۲۶۵/۹

سورة الجن

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۹۳ (۱) قل اوحى الى انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرأنا عجباً. ☆ _____ ۲۷۵/۹

۴۹۴ (۲) يهدى الى الرشداً فامنا به طولن نشرك بربنا احداً. ☆ _____ ۲۶۶/۹

۴۹۵ (۲۶) علم الغيب فلا يظهر على غيبة احداً. ☆ _____ ۲۶۸/۹

سورة المزمل

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۹۶ (۱) يا ايها المزمل ☆ _____ ۲۶۸/۹

۴۹۷ (۲) قم الليل الا قليلاً. ☆ _____ ۲۶۸/۹

۴۹۸ (۳) نصفه او انقص منه قليلاً. ☆ _____ ۲۶۸/۹

۴۹۹ (۴) او زد عليه ورتل القرآن ترتيلاً. ☆ _____ ۲۷۳/۹

۵۰۰ (۵) انا سنلقى عليك قولاً ثقيلاً. ☆ _____ ۲۷۳/۹

۵۰۱ (۶) ان ناشئة الليل هي اشد وطأ و اقوم قِيلاً. ☆ _____ ۲۷۳/۹

۵۰۲ (۷) ان لك في النهار سبحة طويلاً. ☆ _____ ۲۷۳/۹

۵۰۳ (۸) واذا كر اسم ربك وتبتل اليه تبتيلاً. ☆ _____ ۲۷۳/۹

- ۵۰۴ (۹) رب المشرق والمغرب لا اله الا هو فاتخذه
وكيلاً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۰۵ (۱۰) واصبر على ما يقولون واهجرهم هجرًا جميلاً
☆. _____ ۲۷۲/۹
- ۵۰۶ (۱۱) وذرنى والمكذبين اولى النعمة ومهلهم قليلاً
☆. _____ ۲۷۲/۹
- ☆. _____ ۲۷۲/۹
- ۵۰۷ (۱۲) ان لدينا انكالا وجحيماً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۰۸ (۱۳) وطعاماً ذا غصة وعذاباً اليماً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۰۹ (۱۴) يوم ترجف الارض والجبال وكانت الجبال كثيباً
مهيلاً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۱۰ (۱۵) انّا ارسلنا اليكم رسولا لا شاهدنا عليكم كما ارسلنا
الى فرعون رسولا. ☆ _____ ۲۷۳/۹
- ۵۱۱ (۱۶) فعصى فرعون الرسول فاخذنه اخذاً
وبيلاً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۱۲ (۱۷) فكيف تتقون ان كفرتم يوماً يجعل الولدان
شيباً. ☆ _____ ۲۷۳/۹
- ۵۱۳ (۱۸) السماء منقطر به ط كان وعده مفعولاً. ☆ _____ ۲۷۳/۹
- ۵۱۴ (۱۹) ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه
سبيلاً. ☆ _____ ۲۷۳/۹
- ۵۱۵ (۲۰) ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثى الليل ونصفه
وثلثه وطائفة من الذين معك ط والله يقدر الليل والنهار ط علم
ان لن تحصوه فتاب عليكم فاقرؤا ما تيسر من القرآن ط علم ان
سيكون منكم مرضى لا وآخرون يضربون فى الارض يبتغون

من فضل الله لا وأخرون يقا تلون في سبيل الله صلى فاقروا
ما تيسر منه لا واقيموا الصلوة واتوا الزكوة واقرضوا الله قرضاً
حسناً وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عند الله هو
خير اوعظم اجراً واستغفروا الله ان الله غفور
رحيم. ☆ _____ ۲۷۲/۹

سورة المدثر

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۱۶ (۱) يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ. ☆ _____ ۲۷۹/۹
۵۱۷ (۳) وَرَبِّكَ فَكْبِرُ. ☆ _____ ۲۸۲/۹
۵۱۸ (۴) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرُ. ☆ _____ ۲۸۲/۹

سورة الانسان

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۱۹ (۲) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ صلى نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ
سَمِيعًا بَصِيرًا. ☆ _____ ۲۸۳/۹
۵۲۰ (۳) اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُورًا. ☆ _____ ۲۸۳/۹

سورة النبا

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۱ (۳۸) يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَأُكَةُ صَفًّا لا يَتَكَلَّمُونَ اِلَّا مَنْ
اِذْنُ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا. ☆ _____ ۲۹۸/۹

سورة النازعات

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۲ (۵) فالمدبرت امرا۔ ☆ _____ ۲۹۹/۹
- ۵۲۳ (۴۰) واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن
الهوى۔ ☆ _____ ۳۰۲/۹

سورة التکویر

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۴ (۱۵) فلا اقسم بالخنس۔ ☆ _____ ۳۰۴/۹
- ۵۲۵ (۲۴) وما هو على الغيب بضنين۔ ☆ _____ ۳۰۴/۹

سورة الانشقاق

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۶ (۱۸) والقمر اذا انشق۔ ☆ _____ ۳۰۶/۹

سورة الاعلى

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۷ (۱۳) ثم لا يموت فيها ولا يحيى۔ ☆ _____ ۳۰۸/۹
- ۵۲۸ (۱۵) وذكرا سم ربه فصلی۔ ☆ _____ ۳۰۹/۹

سورة الغاشية

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۹ (۶) ليس لهم طعام الا من ضريع۔ ☆ _____ ۳۰۹/۹
- ۵۳۰ (۷) لا يسمن ولا يغنى من جوع۔ ☆ _____ ۳۱۰/۹

سورة البلد

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۳۱ (۱) لا اقسم بهذا البلد۔ ☆ _____ ۳۱۰/۹

۵۳۲ (۲) وانت حل بهذا البلد۔☆ _____ ۳۱۱/۹

سورة الشمس

بسم الله الرحمن الرحيم

۵۳۳ (۱۳) فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقياها۔☆ _____ ۳۷۴/۹

سورة الضحى

بسم الله الرحمن الرحيم

۵۳۴ (۱) والضحى۔☆ _____ ۳۱۶/۹

۵۳۵ (۲) والليل اذا سجي۔☆ _____ ۳۱۶/۹

۵۳۶ (۳) ماودعك ربك وما قلبي۔☆ _____ ۳۱۶/۹

۵۳۷ (۴) وللآخرة خير لك من الاولى۔☆ _____ ۳۱۶/۹

۵۳۸ (۵) ولسوف يعطيك ربك فترضى۔☆ _____ ۳۱۶/۹

۵۳۹ (۶) الم يجدك يتيما فآوى۔☆ _____ ۳۱۶/۹

۵۴۰ (۱۱) واما بنعمة ربك فحدث۔☆ _____ ۳۱۸/۹

سورة الم نشرح

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

۵۴۱ (۴) ورفعتنا لك ذكرك۔☆ _____ ۳۲۱/۹

۵۴۲ (۷) فاذا فرغت فانصب۔☆ _____ ۳۲۱/۹

۵۴۳ (۸) والى ربك فارغب۔☆ _____ ۳۲۲/۹

سورة العلق

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۴۴ (۹) اَرءیت الذی ینهى. ☆ _____ ۳۲۲/۹
- ۵۴۵ (۱۰) عبدا اذا صلی. ☆ _____ ۳۲۸/۹

سورة الماعون

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۴۶ (۴) فویل للمصلین. ☆ _____ ۳۲۸/۹
- ۵۴۷ (۵) الذین هم عن صلاتهم ساهون. ☆ _____ ۳۳۱/۹

سورة الكوثر

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۴۸ (۱) انا اعطینک الکوثر. ☆ _____ ۳۳۵/۹

سورة المسد

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۴۹ (۱) تبیت یدآ ابی لهب وتب. ☆ _____ ۳۳۵/۹
- ۵۵۰ (۲) مآ اغنی عنه ماله وما کسب. ☆ _____ ۳۳۵/۹
- ۵۵۱ (۳) سیصلی نارا ذات لهب. ☆ _____ ۳۳۵/۹
- ۵۵۲ (۴) وامراته حمالة الحطب. ☆ _____ ۳۳۲/۹
- ۵۵۳ (۵) فی جیدها حبل من مسد. ☆ _____ ۳۳۲/۹

سورة الاخلاص

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۵۴ (۱) قل هو الله احد. ☆ _____ ۳۳۲/۹
- ۵۵۵ (۲) الله الصمد. ☆ _____ ۳۳۲/۹
- ۵۵۶ (۳) لم یلد ولم یولد. ☆ _____ ۳۳۴/۹
- ۵۵۷ (۳) لم یلد ولم یولد. ☆ _____ ۳۳۴/۹

۵۵۸ (۴) ولم یکن له کفوا احد ☆ _____ ۳۲۲/۹

سورة الفلق

بسم الله الرحمن الرحيم

۵۵۹ (۳) ومن شر غاسق اذا وقب ☆ _____ ۳۲۵/۹

سورة الناس

بسم الله الرحمن الرحيم

۵۶۰ (۱) قل اعوذ برب الناس ☆ _____ ۳۲۵/۹

۵۶۱ (۲) ملک الناس ☆ _____ ۳۲۵/۹

۵۶۲ (۳) الہ الناس ☆ _____ ۳۲۵/۹

۵۶۳ (۴) من شر الوساوس الخناس ☆ _____ ۳۲۶/۹

۵۶۴ (۵) الذی یوسوس فی صدور الناس ☆ _____ ۳۲۶/۹

۵۶۵ (۶) من الجنة والناس ☆ _____ ۳۲۷/۹



جامع الاحادیث مکمل دس جلدوں کا اجمالی خاکہ

- (۱) مقدمہ: تقاریظ مشائخ، تدوین حدیث، حالات محدثین و فقہاء۔ اصطلاحات حدیث
- (۲) جلد اول: حدیث (۱) تا (۱۰۱۶) کل احادیث (۱۰۱۶)
- (۳) جلد دوم: حدیث (۱۰۱۷) تا (۱۹۴۹) کل احادیث (۹۳۳)
- (۴) جلد سوم: حدیث (۱۹۵۰) تا (۲۸۰۰) کل احادیث (۸۵۱)
- (۵) جلد چہارم: حدیث (۲۸۰۱) تا (۳۶۶۳) کل احادیث (۸۶۳)
- (۶) جلد پنجم: فہارس۔ فہرست آیات، احادیث، عنوانات، مسائل ضمنیہ، اطراف حدیث، حالات راویان حدیث،
- (۷) جلد ششم: حدیث (۳۶۶۴) تا (۴۱۳۴) کل احادیث (۴۷۱)
- (۸) جلد ہفتم: تفسیر سورۃ فاتحہ تا سورۃ نساء کل آیات (۱۳۲)
- (۹) جلد ہشتم: تفسیر سورۃ مائدہ تا سورۃ فرقان کل آیات (۲۱۶)
- (۱۰) جلد نہم: تفسیر سورۃ شعراء تا سورۃ ناس کل آیات (۲۱۷)

﴿تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ﴾

